ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ

کتاب ششم از سلسلہ تاریخ ائمہ طاہرین

مشعر حالات و واقعات امام پنجم علیہ السلام

مسمّٰی بہ

١٦٧

الدُّرُّ النَّادِر

فی سیرۃ محمد ابن علی الباقر

مؤلفہ و مرتبہ

عالی جناب مولانا السید مظہر حسن صاحب موسوی السہارنپوری

مصنف تہذیب المتین و العقد الناظم و کشف الحقائق وغیرہ

جناب مولوی محمد سراج صاحب مالک و پرنٹر

اپنے مطبع ہاشمی واقع میرٹھ میں طبع کرائی

فہرست مضامین کتاب الدر النادر

بسمہ سبحانہ تعالیٰ شانہ

اَلحمدُ للہِ ربِّ العالمین الرحمٰن الرحیم مالکِ یومِ الدین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیرِ خلقہ وحبیبہ وصفیہ محمدٍ سیدِ المرسلین واٰلہ الغرّ المیامین المعصومین المطہرین صلوٰتُ اللہِ علیہم اجمعین۔ اما بعد

یہ چھٹی کتاب اور آٹھویں جلد ہے۔ کتب و مجلدات سلسلۂ تاریخ الائمہ مؤلفہ بندۂ ناچیز العاصی المحتاج الی رحمۃ ربہ الغنی سید مظفر حسن بن سید صادق حسن الموسوی السہارنپوری عفی اللہ عن سیئاتہ وجعل موتہ خیراً من حیاتہ۔ سے کہ کتاب پنجم جلاء العینین سیرۃ مولانا علی بن الحسین کے لکھنے کے بعد ضبطِ تحریر میں آئی۔ اللّٰھُمَّ اجعلھا تذکرۃً ومتاعاً للمؤمنین۔

سالِ رواں یعنی سنہ ۱۳۴۱ھ اس سلسلہ مبارکہ کی طبع و اشاعت کے حق میں بابرکت ثابت ہوا کہ اس کی چوتھی کتاب العقد النّاظم تاریخ امام موسیٰ کاظم۔ اس میں بسعیٔ عزیزی عمدۃ الاعیان فخر الاماثل والاقران حبیبی و لبیبی خان بہادر منشی سید محمد حسین صاحب شوق صانہ اللہ عن کل شین باسلوب خوب طبع ہوئی۔ واقعاً ممدوح نے اس کی طبع و اشاعت میں خالصۃً للہ بذل مجہود کیا۔ حق تعالیٰ ان کی عمر صحت جاہ و منزلت دولت و ثروت میں افزونی بخشے۔ دیگر پانچویں کتاب جلاء العینین مذکور بکرمی سید صغیر حسن صاحب شمس زیدی الواسطی مالک مطبع اثنا عشری

دہلی نے چھپوائی۔ اس کے علاوہ مشارٌ الیہ موصوف نے ایک اور بڑی حاجت روائی فرقۂ ناجیہ کی اسی زمانے میں یہ فرمائی کہ سلسلہ ہذا کی دوسری کتاب مسمّٰی بہ کشف الحقائق حالات امام جعفر صادق کو جو عرصہ دراز گزرا کہ لاہور سے چھپ کر شائع ہوئی تھی اور اب مدّت مدید سے بتلاش بسیار بھی شائقین کے ہاتھ نہ آتی تھی مکرّر طبع کی۔ فجزاہُ اللہُ جزاءً حسنًا۔ نیز اس موقعہ پر یہ کتاب السّادس الدرّ النّادر سیرۃ محمد بن علی الباقر مطبع کو جا رہی ہے۔ امید واثق ہے کہ عنقریب حلیۂ طبع سے آراستہ ہو کر مشتاقان تواریخ و سیر حضرات ائمہ اثنا عشر کے چشمہا، انور کے لئے سُرمہ کحل الجواہر ہو۔ فالحمد للہ ثمّ الحمد للہ۔

موضوع لہ کتاب ہذا امام پنجم جناب باقرؑ وہ برگزیدہ بزرگوار ہیں جنہیں آپ کے جدامجد حضرت رسول خداؐ نے اُن کی ولادت سے پچّاس سال پہلے لقب باقر (شگافندۂ علوم) عنایت کیا اور تحفۂ سلام کے ساتھ یہ پیام ایک [illegible]ابی کی زبانی آپ کو بھجوایا۔ یہ اشارہ ہے کہ علوم دینیہ یقینیہ آپ کی ذات ستودہ صفات سے عالم میں پھیلیں گے اور وہ حضرت معہ اپنے لختِ جگر جناب جعفرؑ ملکِ شام میں جا کر اعلم علمائے نصاریٰ کو تقریریں بند و لاجواب فرمائیں گے۔ اور اس کے دقیق سوالات کے جواب اس صفائی سے دیں گے کہ پیر صد سالہ راہب اور اس کے مقتدی دین نصرانیت سے ہاتھ دھو کر یکسر مسلمان ہو جائیں گے

پس گزارش ہے کہ سال ہذا جیسا مصنّفات کے لئے اچھا رہا۔ مصنّف کے حق میں برعکس نکلا۔ اس کو اس مدّت میں دو صدمے روح فرسا جاں گسل ایسے پیش آئے جنہوں نے اس کی کمرہمت کو توڑ ڈالا۔ ایک ان سے وفات لختِ معظم الیفِ القرآن[1] سیّد یاور حسن مرحوم کی کہ بعارضہ ہیضہ و اسہال اکتوبر

[1] الیف القرآن۔ الفت دارندہ با قرآن۔ اس لئے کہ مرحوم تلاوت قرآن مجید کے عاشق تھے۔ رات دن۔ صبح و شام جس وقت دیکھئے۔ اس کی مزاولت میں مصروف پائے جاتے تھے۔ ۱۲ منہ۔

گزشتہ میں اس دارِ محن سے انتقال کیا۔ آخری تاج بزرگانہ تھے۔ جو سر سے اُٹھ گئے۔ اَللّٰھُمَّ آنس وحشتہ فی القبر بالقرآن واجعلہ یوم القیامۃ ھادیًا لہ طریق الی الجنان۔ دوسرے عزیز القدر سیّد محمد طاہر المکنی بابی الحسن پسر اکبر احقر نے بمرض جنون و مالیخولیا تینتالیس ۴۳ سال کی عمر میں بماہِ دسمبر داعیِ حق کو لبّیک اجابت کہا فسامح اللّٰہ عن زلاتہ واسکنہٗ فی بحبوحۃ جنّاتہ۔ افسوس! اس واقعۂ ہائلہ نے بنا بنایا گھر بگاڑ دیا۔ کم سن بچّے یتیم بے مادر و پدر پیچھے چھوڑے۔ اس عام الحزن کے ان دو جانکاہ حادثوں نے خصوصًا مؤخر الذّکر نے اس ضعیف و ناتواں کو چور چور کر دیا۔ تمام حوصلے پست ہو گئے۔ وا لھفاہ۔ انما اشکو بثی وحزنی الی اللّٰہ۔ واسئلہ جمیل الصّبر وجزیل الاجر انہ لا یضیع اجر المحسنین وآخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین۔

نوٹ از خاکسار محمد حسین شوق زیدی سہارنپوری ناشر الدّار النّادر

لے حضرت مولانا ومقتدانا السید مظہر حسن صاحب قبلہ کا ایسی حالت میں کہ صدمۂ جدائی برادر محترم وشفیق اور داغِ مفارقت فرزند رشید و سعید تازہ تھا۔ سیرۃِ امام علیہ السّلام کی تدوین و تکمیل میں مصروف رہنا مولانائے ممدوح کے شغفِ دینی اور قوّتِ ایمانی کا مظہر ہے۔ ناظرین کرام دونوں مرنے والوں کو ثواب فاتحہ پہنچاتے رہیں ؎

کون کہتا ہے کہ دو پھول چڑھاتے جانا ۔۔۔ کون کہتا ہے کہ کچھ اشک بہاتے جانا

او مری قبر پہ غفلت سے گزرنے والے ۔۔۔ فاتحہ کے تو لئے ہاتھ اُٹھاتے جانا

اور اسی کے ساتھ مولانائے محترم و معظم کے لئے دُعائے ترقی صحتؔ و عافیت و عمر و اقبال فرمائیں تاکہ سلسلۂ تاریخ الائمہ مکمّل ہو کر سُرمۂ دیدۂ اولی الابصار بنے۔ ۱۲

الدُّرُّ النّادر فی سیرۃ محمّدؑ بن علیؑ الباقرؑ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

والدین شریفین

والد والاقدر مہر سپہر عصمت و طہارت و ماہ جہانتاب فلک امامت و ولایت سیّد السّاجدین امام العارفین حضرت زین العابدینؑ امام چہارم از جملہ ائمہ اثنا عشر ہیں جن کے مقدّس حالات اس سے پہلے علیحدہ جلد میں ہدیۂ ناظرین ہوئے

مادر گرامی جناب ام عبداللہ - یا ام عبدہ - یا ام الحسن فاطمہ[1] بنت الحسن السّبط صلوات اللہ علیہ -

اس لئے آپ کا نسب شریف امام حسنؑ و امام حسینؑ دونوں بزرگوں تک پہنچتا ہے پس پہلا علوی و فاطمی کہ پدر و مادر علوی و فاطمی سے پیدا ہوا - وہ جناب ہیں فصیح لکھنوی رح کہتے ہیں ؎

مدح اس معصوم کی ہے فرض عین   جس کا نانا ہے حسنؑ دادا حسینؑ
یعنی باقرؑ حق تعالیٰ کا حبیب   جس کی ماں اور باپ ہیں دو نو نجیب
والدہ بنت الامام اور آپ امام   جدّ امام ابن امام اور باپ امام

[1] جناب فاطمہ یقیناً حضرت حسن مجتبیٰؑ کی دختر ہیں مگر قاضی ابن خلکان شمس الدین نے اپنی تاریخ میں بذیل ترجمہ آنحضرتؑ انکو بنت الحسن بن الحسنؑ یعنی حسن مثنیٰ کی بیٹی بیان کیا ہے جو محض غلط اور اس مشہور سُنّی مورّخ کی حالات اہل بیت علیہم السّلام سے نابلد ہونے کی کافی دلیل ہے ۱۲ منہ

مادر جناب فاطمہؑ بنت الحسنؑ بقول شیخ مفیدؒ امّ اسحاق بنت طلحہ بن عبداللہ تیمی ہیں اور جنات الخلود میں بقول اصح اسماؑ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر بتلائی گئی ہیں مگر قول جناب شیخ کا اولیٰ بقبول ہے۔ کیونکہ جو شوق و اہتمام ان امور کی تحقیق و تنقیح میں بقول صاحب کشف الغمہ جناب شیخ علیہ الرحمہ رکھتے ہیں کمتر کسی کو ہوگا۔

جناب صادقؑ اپنی جدّہ ماجدہ امّ عبداللہ ممدوحہ کو یاد کرتے تو فرماتے کانت صدیقۃ لم یُرَ فی آل الحسنؑ مثلہا۔ کہ وہ مخدرہ صدّیقہ زماں تھیں آلِ حسن علیہ السلام میں کوئی ان کی مانند دیکھا نہیں گیا۔

اور امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ہماری والدہ ایک مرتبہ دیوار کے نیچے بیٹھی تھیں۔ یکایک دیوار پھٹی۔ حتیٰ کہ اس کے پھٹنے کی کرخت آواز ہمارے کانوں میں آئی۔ انہوں نے ہاتھ کا اشارہ اس کی طرف کر کے کہا لا وحق المصطفیٰ ما اذن اللہ لک فی السقوط۔ نہیں نہیں قسم ہے حق مصطفےٰ محمدؐ رسول اللہ کی کہ ابھی حق تعالیٰ نے تجھے گرنے کی اجازت نہیں دی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ برکت سے اس کلام پاک کی دیوار معلّق کھڑی رہی۔ حتیٰ کہ وہ جناب وہاں سے اٹھ کر ایک طرف ہو گئیں۔ اس وقت دیوار گر گئی۔ ہمارے والد ماجد نے ان کی سلامتی پر ایک سو اشرفی خیرات کی۔ ذکرہ الراوندی فی الخرائج۔

لہ کشف الغمہ میں ان دونوں قولوں کے ماورا حافظ عبدالعزیز جنابذی کا تیسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ وہ یعنی مادرہ فاطمہ مذکورہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر تھیں۔ یہ کلام صداقت سے بسا بعید ہے امّ فروہ بنت قاسم زوجہ محمد باقرؑ تھیں نہ کہ ام الام یعنی نانی انکی۔ کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ جناب حسنؑ مجتبیٰ قاسم بن محمد کے داماد ہوں حال آنکہ بوقت وفات امام حسن کہ بنا بر مشہور ۵۰ھ میں ہوئی قاسم بن محمد سن بلوغ کو بھی نہ پہنچے تھے اس صورت میں اس وقت آپ کے بیٹی کہاں تھی اور امام حسنؑ کی اس سے شادی کیا۔ تعجب ہے کہ صاحب کشف الغمہ نے بیچون وچرا اس کو نقل کیا۔ جنات الخلود میں بھی نقل ہوا ہے مگر اس کو ضعیف بتلایا گیا ہے ۱۲ منہ

اور جلاء العیون میں ہے کہ امام جعفر صادق ع نے فرمایا کہ جب ائمہ معصومین علیہم السلام سے کسی کی ماں کو اس کا حمل قرار پاتا ہے۔ تو اس دن اس کو سستی و فتور اعضا عارض ہوتا ہے۔ گویا غشی کی حالت طاری ہے۔ اس وقت ایک مرد اس کو دکھائی دیتا ہے۔ جو بشارت دیتا ہے ولادت پسر دانا و بردبار کی۔ بیدار ہوتی ہے تو اس کے دہنی جانب کنار خانہ سے ایک آواز اس کے کان میں آتی ہے درانحالیکہ آواز دینے والا دکھائی نہیں دیتا۔ کہ تو بہترین اہل زمیں سے حاملہ ہوئی۔ اور بازگشت تیری طرف نیکی و سعادت کی ہے۔ بشارت ہو تجھ کو ساتھ فرزند بردبار و دانا کے۔ اس کے بعد کوئی ثقل وگرانی اپنے درمیان محسوس نہیں کرتی۔ تا اینکہ نو مہینے حمل کے گزرتے ہیں۔ اس وقت بہت سی آوازیں فرشتوں کی اپنے گھر میں سُنتی ہے۔ شب ولادت کو ایک نور اس مکان میں مشاہدہ کرتی ہے جس کو اس کے اور اس کے شوہر یعنی پدر امام زائیدہ کے سوا کوئی تیسرا نہیں دیکھ سکتا۔ پس امام مربع نشست کے ساتھ متولد ہوتا ہے۔ سرنگوں نہیں ہوتا۔ زمین پر پہنچتا ہے تو روبقبلہ ہو جاتا ہے خون وکثافات میں آلودہ پیدا نہیں ہوتا۔ اور تمام روز و شب ولادت میں اس کے منہ اور ہاتھوں سے نور مانند طلاء احمر کے ساطع ہوتا رہتا ہے۔

اسم وکنیت ولقب

نام نامی "محمد" یعنی حمد کردہ شدہ۔ فضیلتیں اس نام بزرگ کی بہت ہیں۔ حدیث میں وارد ہے کہ حق تعالیٰ بروز قیامت حکم کرے گا کہ جس کا نام محمد ہو اس کو بے حساب داخلِ جنت کرو۔ بوجہ شرف وبزرگی اس اسم سامی کے۔ نیز منقول ہے۔ کہ بچہ پیدا ہو۔ لڑکا ہو تو فی الحال اس کو بنام محمدؐ موسوم کرو۔ لڑکی ہو تو بنام فاطمہ۔ ساتویں روز چاہو تو کوئی اور نام مقرر کرو۔ نیز روایت ہے کہ جس گھر میں کوئی محمد نام نہیں خیر و برکت

اس میں نہیں۔ اور جس گھر میں ایک فرد اس کا باسم محمد موسوم ہو تو حق تعالیٰ ہر روز اس گھر کی تقدیس و تطہیر کرتا ہے۔ اور حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا جس کے چار پسر ہوں اور ایک کو بھی میرا ہم نام نکرے تو اس نے مجھ پر جفا کی۔

کنیت آپ کی فقط ایک "ابو جعفر" ہے اور یہ کنیت مقرر ہو چکی تھی قبل اس کے کہ جناب جعفر صادق ع متولد ہوں۔ اور سنت بھی یہی ہے کہ بروز ہفتم از تولد مولود کا نام مقرر کریں۔ حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام سے منقول ہے کہ ہم اپنی اولاد کو کسی کنیت سے مکنی کر دیتے ہیں بخوف اس کے کہ مبادا کسی برے نام سے نامزد ہو جائیں۔ پسر ہو تو ابو فلاں دختر کو ام فلاں سے کنیت کرتے ہیں۔

لقب۔ القاب بقولے آٹھ ہیں۔ باقر العلوم شگافندہ علمہا۔ کیونکہ وہ بقر بسکون قاف سے مشتق ہے۔ جس کے معنی شخم کرنے اور ہل چلانے کے ہیں۔ بحار میں ہے کہ کسی نے جابر جعفی سے پوچھا کہ محمد باقر ع کا نام باقر کیوں ہوا۔ کہا لانہ بقر العلم بقراً ای شقہ شقاً واظہرہ اظہاراً۔ اس واسطے کہ انہوں نے شگافتہ کیا علم کو شگافتہ کرنا۔ (کیونکہ بقر بسکون قاف کے معنی شگافتہ کرنے کے ہیں) اور اس کو نکال کر خوب ظاہر کیا۔ اور شاہر العلوم یعنی باہر لانے والے علموں کے پردۂ خفا سے اور مشتہر کرنے والے ان کے۔ و ذاکر۔ شاکر۔ ھادی۔ صابر۔ جامع و حاضی۔ یہ آٹھ ہیں۔ لیکن مناقب ابن شہر آشوب میں القاب آنحضرت میں ایک امین زیادہ ہوا ہے اور ایک شبیہ لانہ کان یشبہ رسول اللہ۔ کیونکہ وہ حضرت مشابہ تھے رسول اللہ کے۔ بنابریں القاب آنحضرت دس ہیں آٹھ نہیں۔ یہ جملہ القاب کثرت علم و کمال آنحضرت ع پر دلالت رکھتے ہیں۔ مگر اشہر و افضل تمام میں لقب اول ہے۔ کیونکہ رسول[۱] خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے آپ کو اس لقب سے

[۱] زید بن علی بن الحسین ع شہید۔ شام میں عبد الملک بن مروان کے پاس گئے تھے۔ ایک مرتبہ اس نے

(بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۸ پر)

ملقب فرمایا ہے۔ جیسا کہ حدیث جابر انصاری میں اس کا بیان آگے آتا ہے اور برکات اس لقب مبارک سے یہ ہے کہ جو کوئی اس سے موسوم ہوتا ہے شرف وکرامت سے خالی نہیں رہتا۔ بوجہ تاثیر اس لفظ شریف کے۔

ولادت کثیر السعادت

روز جمعہ غرہ رجب ۵۷ھ سنہ ہجری۔ بقولے ۳ صفر المظفر سنہ مذکور بمقام مدینہ مطہرہ بخانہ پدر بزرگوار آنحضرت امام زین العابدینؑ۔ اور وفات دوشنبہ ہفتم ذی الحجہ بروایتے ربیع الاوّل ۱۱۴ھ سنہ ہجری ہے۔ سن شریف ۵۷ سال۔ تین سال اس سے اپنے جدّ امجد ابوعبداللہ الحسینؑ کے ساتھ رہے۔ ۳۹ سال تقریباً والد بزرگوار جناب علیؑ بن الحسینؑ کے ہمراہ۔ مدّت امامت ۱۹ سال۔ ہذا ہو المشہور پس خلفاء عہد امامت اس طرح پر ہوں گے کہ اوّل بقیہ زمانہ خلافت ولید بن عبدالملک کا۔ اور تمام زمانہ سلیمان بن عبدالملک۔ عمر بن عبدالعزیز اور یزید۔ وہشام پسران عبدالملک مذکور کا ہشام ہی کا زمانہ تھا کہ اسی کی زہر خورانی سے آنحضرت صلوات اللہ علیہ نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ الا بعض علماء کے نزدیک سنہ وفات ۱۱۷ھ و مدّت عمر بر طبق آں ساٹھ سال۔ سبب وفات زہر دینا ابراہیم بن یزید بن ولید بن عبدالملک کا۔ مگر چونکہ عہد خلافت ہشام سنہ ۱۰۵ھ سے شروع ہو کر سنہ ۱۲۵ھ تک ممتد ہوتا ہے کما سیجئی۔ اور سنہ وفات آنجناب سنہ ۱۱۴ھ یا ۱۱۷ھ علی اختلاف الاقوال ہے۔ اور ایام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷) ان سے کہا ما فعل اخوک البقرۃ کہ تمہارے بھائی بقرہ کا کیا حال ہے (یعنی براہ تنقیص وطعن بجائے باقر کے لفظ بقرہ سے آپ کو یاد کیا) زید نے کہا تو نے رسول اللہؐ کی شدید مخالفت کی کہ آنحضرتؐ نے انکا باقر نام رکھا تو بقرہ کہتا ہے۔ بروز قیامت بھی ان کا مخالف ہوگا کہ وہ جنت میں جائیں گے اور تو دوزخ میں ڈالا جائیگا۔ ۱۲ عمدۃ الطالب فی انساب ابیطالب۔

خلافت ابراہیم بن یزید سنہ ۱۲۶ھ میں۔ تو بالضرور واقعۂ شہادت آنجناب بعہد ہشام ماننا پڑے گا۔ نہ بعہد خلافت ابراہیم۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ہشام کے زمانے میں ابراہیم نے اسی کے امرو اشارہ سے اس امام معصوم کے مسموم کرنے کا ارتکاب کیا۔ اور فی الواقعہ ایسا ہی ہوا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے جناب سیّد بن طاؤس علیہ الرحمہ نے زیارت کبیرہ میں ابراہیم مذکور کو شریک قتل کہا ہے نہ قاتل حیث قال۔ وضاعف العذاب علی من شرک فی دمہ وھو ابراھیم بن یزید۔ اور صاحب جنّات الخلود نے اس کو اور واضح کر دیا۔ کہ ابراہیم بن ولید والی مدینہ نے کھانے میں آنحضرتؑ کو زہر دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابراہیم ہشام کی طرف سے والی مدینہ تھا۔ اسی کے کہنے سے اس کا مرتکب ہوا۔ فلعنۃ اللہِ علیھما الی الابد۔

بہر کیف آپ پیدا ہوئے تو پارچہ میں لپیٹ کر ان کو باپ کی خدمت میں لے گئے انھوں نے گوشِ راست میں اذان چپ میں اقامت کہی اور باسم محمد موسوم کیا۔

بعضے از حالاتِ طفلی آں سرور

مکرّر گزارش ہوا کہ آنحضراتؑ کے اکثر تاریخی حالات خصوصاً زمانۂ طفلی کے واقعات پردۂ خفا میں مستور رہے۔ یعنی یا تو سرے سے قیدِ تحریر ہی میں نہیں آئے۔ یا جن کتب و اسفار میں قدمار علمار نے درج کئے وہ ضائع ہوگئیں۔ یعنی آتش بو زندہ میں جلائی یا دریا برد کر دی گئیں۔ پھر جناب باقرؑ کے صغر سنی کے وقائع کہاں سے ملیں اور کیونکر لکھے جائیں۔ مگر اس عاصی نے چند عنوان اس مقدمے میں ترتیب دئے۔ اور ان کے تحت میں اپنی ناچیز معلومات درج کرتا ہوں۔ وما توفیقی الّا باللہ۔

معرکہ کربلا	یہ امر ظاہر ہے اور کتب تاریخ سے ثابت کہ ابو جعفر محمد باقرؑ بوقت

واقعۂ ہائلہ کربلا و تباہی خاندان آل عبا تین چار سال کے درمیان عمر رکھتے تھے
یہ ایک ایسی عمر ہے کہ عام بچوں سے بھی بعض کو اس وقت کے دیدہ و شنیدہ
ماجریات سے کچھ نہ کچھ یاد رہ جاتے ہیں چہ جائیکہ وہ حضرت امام معصوم برگزیدۂ
خدا تھے۔ نائب رسولِ خدا ہونے والے تھے۔ لاجرم آپ کے قوائے ظاہری
و باطنی یقیناً کامل و مکمل تھے۔ تو ضرور یہ واقعات جو آپ کے سامنے گزرے
بغور و تامل آپنے دیکھے اور بہت کچھ انسے یاد رہے ہوں گے۔ مگر کتابوں میں
چشمدید حالات کی طرح اس کے وقائع کمتر آنحضرتؑ سے نقل ہوئے۔ اور جس طرح
والد والاقدر جناب زین العابدین نے اکثر کوائف آنکھوں دیکھے بیان فرمائے
محمد باقرؑ سے نہیں نقل ہوئے۔ تاہم بعض مقامات میں معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ
فرمایا ہے۔ ایسا ہے جیسا کوئی معائنہ کر کے یا عین موقعہ پر تتبع و تحقیق کرنے کے
بعد کہتا ہے۔ مثلاً شمار جراحتہا رجسم مبارک سید الشہداء صلوات اللہ علیہ میں مختلف
روایات وارد ہیں۔ مگر آپ کا قول ہے کہ زخمہا، تیر و نیزہ و شمشیر کل تین سو تیس
سے کچھ اوپر دیکھے گئے۔ حال آنکہ بعض روایات میں ۳۳ سنان و ۳۴ شمشیر
کے زخم علاوہ تیر کے اوروں میں ستر ستر زخم آپ کے مذکور ہوئے ہیں۔ اور اور
دیگر روایات میں ان سے بہت زیادہ کہے گئے۔ اور وہ اس قدر مشہور ہوئیں
کہ شعراء نے ان کے تئیں رشتۂ نظم میں کھینچا ہے۔ چنانچہ شاعر کا قول ہے ؎

روایت است کہ بر جسم آں شہ ذیجود ہزار و نہ صد و پنجاہ و شش جراحت بود

اور سرہائے عبید اللہ بن زیاد و عمر سعد جو مختار نے امام زین العابدین کی خدمت میں بھیجے
اور اس وقت جبکہ وہ حضرت طعام چاشت تناول فرما رہے تھے حضرت کے
ملاحظہ میں آئے۔ تو چونکہ یہ واقعہ کئی سال معرکۂ کربلا کے بعد کا ہے حضرت محمد باقرؑ نے
بوضاحت اس کو بیان فرمایا۔ کہ میرے باپ نے ان سرہائے نجس کو دیکھا تو سجدہ

شکر بجالائے اور فرمایا الحمد للہ ولہ المنۃ کہ اس نے ہماری داد ابن زیاد بد نہاد سے لی اور آپ نے دعائے خیر مختار کے حق میں فرمائی۔ جیسا کہ بیشتر تاریخ امام زین العابدین میں اس کا بیان گزرا۔

امام باقرؑ کا کنویں میں گرنا اور زندہ وسلامت اس سے نکل آنا

یہ احقر العباد کتاب جلاء العینین میں بضمن معجزات حضرت علیؑ بن الحسینؑ زین العابدین مفصل نقل کر چکا ہے۔ قرائن شاہد ہیں کہ یہ وقوعہ معرکۂ کربلا کے بعد کا ہے۔ کیونکہ اس مکان میں اور اس چاہ پر واقع ہوا ہے جو صدیوں تک امام زین العباد سے منسوب رہے ہیں۔ شیخ عبد الحق دہلوی نے اپنی کتاب جذب القلوب میں اس مکان وچاہ کی بخوبی تعریف و تحدید کر دی ہے۔ کہ قبہ قبر اسمٰعیل بن جعفر صادقؑ (جو مقابل قبہ عباس بن عبد المطلب اور اس کے غرب میں ہے) کا صحن شمال کے جانب اس مکان قدس بنیان کے دروازہ تک چلا گیا ہے۔ اور باب حارج اور باب روضہ منورہ رسول خداؐ کے درمیان وہ چاہ واقع ہے۔ جناب باقرؑ اس چاہ میں گرے اور جبتک امام زین العابدینؑ باطمینان تمام اپنی نماز سے جس میں مشغول تھے فارغ ہو کر سر چاہ پر آئے اس میں موجود رہے بعد فراغت حضرت وہاں آتے ہیں اور آب چاہ باعجاز آنجناب بلند ہو کر سر چاہ تک پہنچتا ہے اس وقت وہ حضرت ہاتھ بڑھا کر اپنے لخت جگر کو اٹھا لیتے ہیں۔ شیخ عبد الحق آخر میں کہتے ہیں کہ آب آں چاہ شفاء علیلاں و دوار بیماران است۔ یعنی اس کوئیں کے پانی میں

ملاقات جابر بن عبد اللہ انصاری با امام محمدؐ باقرؑ

آپ کے صغر سنی کے واقعات سے ایک جلیل القدر واقعہ جابر بن عبد اللہ انصاری کی ملاقات کا ہے۔ جابر صحابی رسول خداؐ آنحضرتؐ کی پانچویں پشت میں جناب باقرؑ سے ملے۔ اور شرف مکالمہ ومجالست آنجناب بر فشاء

سب کو شفا ہے حضرت جابر ... (handwritten margin note, partly illegible)

ہوئے۔ اور سلام آنحضرتؐ کا آپ کو پہنچایا۔ یہ عظیم منقبت وگرانبہا فضیلت ہے آپ کے لئے۔ کہ رسول اللہؐ نے پچاس سال ولادت سے پہلے آنحضرتؑ کو یاد کیا۔ اور سلام بھجوایا اور بلقب باقر علم الاوّلین والآخرین ملقّب فرمایا۔ علیٰ ہذا جابر بن عبداللہ کے لئے بھی کوئی کمتر درجہ کا فخر و شرف نہیں کہ آنجناب نے اپنی پیغام رسانی کے لئے انکو انتخاب کیا اور دیگر صحابہ پر ان کو ترجیح دی۔

اس بارے میں احادیث کثیرہ شہیرہ وارد ہیں۔ اور قریب ہے کہ یہ حکایت حدِ تواتر تک پہنچ گئی ہو۔ علامہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ مناقب آلِ ابیطالب میں کہتے ہیں کہ حدیث جابر مشہور و معروف ہے۔ رواہ فقہاء المدینۃ والعراق کلھا۔ کہ حدیث جابر اس قدر شہرت رکھتی ہے کہ اس کو تمام علماء مدینہ و عراق نے روایت کیا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم چند روایات اس کی اس مقام پر نقل کرتے ہیں۔ ازاں جملہ خبر دی مجھ کو میرے جد امجد شہر آشوب نے اور منتہی بن کیان کی حسینی نے بطرقہاء کثیرہ سعید بن مسیب و سلیمان اعمش و ابان بن تغلب و محمد بن مسلم و زرارہ بن اعین و ابو خالد کابلی سے۔

اور بحار میں ہے۔ کہ آنحضرتؑ نے فرمایا کہ جابر بن عبداللہ میرے باپ علی بن الحسینؑ کے پاس آئے جبکہ میں مکتب میں پڑھتا تھا۔ اور کہا اپنا شکم کھولو۔ یعنی مجھ کو وہاں سے بلوا کر کہا۔ میں نے اپنا شکم برہنہ کیا تو انہوں نے اپنا شکم میرے پیٹ سے ملایا۔ اور کہا رسول اللہؐ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آنحضرتؐ کا سلام تم کو پہنچاؤں۔

دیگر۔ اختصاص سے نقل کیا کہ حضرت رسول خداؐ نے جابر بن عبداللہ سے فرمایا کہ تو محمد بن علیؑ بن الحسینؑ سے ملے گا ان کو میرا سلام پہنچانا۔ جابر امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور ان سے انکے فرزند محمد باقرؑ کا حال دریافت کیا۔ فرمایا مکتب میں ہے۔ یہ کہکر ان کو بلوایا۔ آئے تو جابر نے ان کو سینہ سے لگایا۔ اور سر و

سینۂ آنحضرت پر بوسہ دیا اور سلام رسول اللہؐ کا ان کو پہنچایا۔ حضرت نے فرمایا
وَعلیٰ رسول اللہ وعلیک السّلام یا جابر۔ یعنی حضرت رسولِ خدا اور تم پر بھی اے
جابر سلام ہو۔ جابر نے عرض کی کہ روز قیامت آپ میرے لئے بہشت کے ضامن ہوں
آپؑ نے قبول کیا اور ضامن ہوئے۔

دیگر۔ ارشاد مفیدرہ میں آنحضرت صلوات اللہ علیہ سے منقول ہے کہ فرمایا
میں جابر بن عبداللہ کے پاس داخل ہوا۔ اور سلام کیا۔ ان کو۔ انہوں نے جواب سلام
دیا اور کہا تم کون ہو۔ اس وقت نور بصارت ان کا جاتا رہا تھا۔ میں نے کہا محمد بن علی
ابن الحسینؑ ہوں۔ کہا اے فرزند میرے قریب آؤ۔ پاس گیا تو انہوں نے میرے
ہاتھوں کو بوسہ دیا اور پاؤں چومنے کو جھکے۔ میں پیچھے کو ہٹ گیا۔ پھر فرمایا رسول خداؐ
تم کو سلام کہتے ہیں۔ میں نے کہا رسول اللہؐ پر اور تم پر سلام ہو۔ اے جابر اور رحمت
خدا اور اس کی برکتیں ہوں۔ اس کی کیفیّت بیان کرو۔ عرض کی میں ایک روز آنحضرت
صلّے اللہ علیہ وآلہٖ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا اے جابر تو زندہ رہے گا۔
تا اینکہ میری اولاد سے ایک شخص مسمّی محمد بن علیؑ بن الحسینؑ سے ملاقی ہو۔ جس کو اللہ تعالیٰ
نور علم و حکمت سے منوّر و نورانی کریگا۔ پس تم ان کو میری طرف سے سلام پہنچا دو۔
اور کشف الغمہ میں بروایت محمد بن المسلم نقل ہوا ہے کہ لوگوں نے جابر سے کیفیّت
دریافت کی تو کہا میں حضرت رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام حسینؑ ان کی گود میں
کھیل رہے تھے اس وقت آپ نے فرمایا اے جابر میرے اس فرزند حسینؑ کے ایک
لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام علی بن الحسینؑ ہوگا۔ بروز قیامت ایک منادی آواز دے گا
لِیَقُمْ سیّد العابدین۔ سیّد و سردار عبادت گزاران اٹھ کھڑا ہو۔ پس علی بن الحسینؑ
مذکور اٹھے گا۔ اور اے جابر اس علی سردارِ عابداں سے ایک پسر محمدؑ بن علیؑ وجود میں آئیگا
جس وقت تو اس پسر سے ملے تو میرا سلام اس کو پہنچانا۔ اور تجھ کو معلوم رہے کہ

اس کی ملاقات کے بعد تو بہت دنوں تک زندہ نہ رہے گا۔ پس جابر آنحضرتؑ سے ملنے کے بعد تھوڑے ہی عرصہ بعد رحمت خدا کی طرف انتقال کر گئے۔ وہ امام باقرؑ کو کہا کرتے تھے انت خیر البریۃ جدک شباب اھل الجنۃ وجد تک سیدۃ نساء العالمین اے محمدؐ تم بہترین خلائق ہو تمہارے جدّ امجد حسینؑ شہید سعید و سردار جوانان بہشت اور تمہاری جدّہ ماجدہ فاطمہؑ زہرا بنت رسول خداؐ سیّدہ زنانِ عالمین ہیں۔

دیگر۔ حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جابر اصحاب رسول خداؐ سے آخری شخص تھے اور ہم اہل بیت رسالت کے ساتھ خالص عقیدت رکھنے والوں سے تھے۔ بسا اوقات مسجد رسولؐ میں عمامہ باندھ کر بیٹھتے اور یکایک پکار اٹھتے۔ یا باقر یا باقر اہل مدینہ کہتے جابر کو جنون ہو گیا ہذیان بکتے ہیں۔ وہ کہتے قسم خدا کی میں ہذیان نہیں بکتا۔ بلکہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے۔ اے جابر تو ہماری اولاد سے ایک شخص سے ملے گا جو میرے ہم نام ہو گا اور شکل و شمائل میں مجھ سے ملتا جلتا ہو گا شگافتہ کرے گا علوم کو شگافتہ کرنا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات میرے مُنہ سے بے اختیار یہ کلمہ نکل جاتا ہے۔ ایک روز ایک کوچہ میں کوچہ ہائے مدینہ سے جارہے تھے کہ ان کا گزر اس مکتب سے ہوا جہاں محمدؐ بن علیؑ پڑھتے تھے۔ جونہی جابر کی نظر آنحضرت پر پڑی کہا اے لڑکے آگے آؤ۔ وہ آگے آئے۔ پھر کہا پشت پھیر کر چلو۔ انہوں نے ایسا کیا۔ جابر نے کہا قسم ہے اس خدائے بزرگ و برتر کی کہ جابر کی جان اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ یہی رسول اللہؐ کی شکل و شمائل تھی۔ صاحبزادے تمہارا کیا نام ہے۔ فرمایا محمدؐ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علی بن ابیطالب علیہم السلام۔ جابر نے سر مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں رسول اللہ صلعم تم کو سلام کہتے ہیں۔ کہا رسول اللہؐ پر سلام ہو۔ جبتک کہ زمین و آسمان قائم ہیں اور تم پر بھی اے جابر سلام ہو کہ تم نے سلام آنحضرتؐ کا مجھ تک پہنچایا۔ پس محمدؐ اپنے باپ کے پاس

واپس گئے حال آنکہ ترساں تھے اور یہ ماجرا اُن سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اے فرزند اب اپنے گھر میں بیٹھو اور باہر جانا موقوف کرو۔ (آپ کو اندیشہ ہوا کہ مبادا اہلِ مدینہ براہِ حسد ان کو ضرر پہنچائیں)۔ جابرؓ صبح و شام آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ مدینہ والے اعتراض کرتے کہ تعجب ہے کہ جابر اس لڑکے کے پاس دو وقت آتے ہیں حال آنکہ وہ آخری اصحاب رسول اللہؐ سے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد امام زین العابدینؑ نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ تو جناب باقرؑ بلحاظ صحبت رسول خداؐ خود اُن کے پاس بھی جاتے۔ اس کے بعد حضرت باقرؑ رسول اللہؐ سے بواسطہ اپنے پدر عالی قدر کوئی حدیث نقل کرتے تو لوگ معترض ہوتے۔ اور جب جابرؓ کا واسطہ دیتے تو خاموش ہو جاتے۔ جناب صادقؑ اس قدر بیان کر کے فرماتے ہیں۔ قسم خدا کی جابر ان کے پاس علم حاصل کرنے نہیں آتے تھے بلکہ تعلیم دینے کو آتے تھے۔ بروایت دیگر حضرت نے فرمایا کہ جابرؓ جناب باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور تعلیم پانے کو ان کے سامنے بیٹھتے۔ پس بیان حدیث میں جو غلطی ہوتی وہ حضرت انکو ٹوکتے۔ اور صحیح تلقین فرماتے۔ جابرؓ اصلاح آنحضرتؐ کی قبول فرماتے اور آپ کے ارشاد کی طرف رجوع لاتے۔ اور کہتے اشہد باللّٰہ یا باقرؑ قد اوتیت الحکمۃ صبیاً۔ گواہی دیتا ہوں اے محمد باقرؑ کہ تم کو بچپن میں علم و حکمت عطا ہوا ہے

دیگر۔ مقدس اردبیلی نے حدیقۃ الشیعہ میں رسالہ اوصاف الاشراف خواجہ نصیر الدین طوسی سے نقل کیا ہے کہ جب جابرؓ خدمت امام میں مشرف ہوئے تو آپ نے فرمایا کیا حال ہے تمہارا اے جابرؓ۔ جابرؓ چونکہ ضعف و نقاہت پیری میں مبتلا تھے کہنے لگے۔ میری یہ حالت ہے کہ پیری کو جوانی پر بیماری کو تندرستی پر اور موت کو زندگی پر ترجیح دیتا ہوں۔ امام علیہ السلام انکی تنبیہ کے مقام میں ہوئے۔ اور فرمایا ہمارا تو یہ حال ہے کہ اگر حق تعالیٰ بڑھاپا دے تو بڑھاپا۔ جوانی بخشے جوانی۔ بیمار رکھے بیماری

شفا عطا کرے شفا۔ زندہ رکھے زندگی۔ مارنا چاہے تو موت کو ہمارے نزدیک ترجیح ہے۔ صاحب رسالہ کہتے ہیں کہ جابر مقام صبر میں تھی امام نے ان کو رضا کی طرف کہ بالاترین مراتب ہے دلالت فرمائی۔ پس جابر نے دستِ مبارک امام کو بوسہ دیا۔ اور ارادہ پابوسی کا رکھتے تھے مگر حضرت مانع آئے۔ جابر نے کہا صدق رسول اللہ راست کہا رسولِ خدا نے انک یا جابر ستدرک ولداً من اولادی اسمہ اسمی یبقر العلوم بقراً۔ تحقیق کہ اے جابر تو ادراک کرے گا میری اولاد سے ایک پسر کو کہ میرا ہم نام ہوگا۔ وہ شگافتہ کرے گا علوم کو شگافتہ کرنا۔ یعنی ان کی تہ کو پہنچے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت کو باقر علوم اوّلین و آخرین کہتے ہیں۔

دیگر۔ فضائل الصّحابہ ابو السّعادات سے نقل ہوا ہے کہ جابر انصاری نے سلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ کا امام باقرؑ کو پہنچایا۔ تو آنحضرت نے فرمایا اے جابر تم اپنی وصیّت ثبت کرو۔ بتحقیق کہ تم دُنیا سے کوچ کرنے والے ہو۔ جابر یہ سُنکر رونے لگے۔ اور عرض کی اے سیّد و سردار میرے تم کو اس کا علم کیونکر ہوا۔ یہ تو ایک عہد ہے جو رسولؐ نے مجھ سے عہد کیا تھا۔ فرمایا قسم خدا کی اے جابر حق تعالیٰ نے مجھ کو ان تمام باتوں کا علم بخشا ہے جو قیامت تک ہونے والی ہیں۔ پس جابر نے جو وصیّت ان کو کرنی تھی کی اور وفات پائی۔

دیگر۔ نور الابصار فی مناقب اہل بیت النّبی المختار مؤلّفہ شیخ مومن الشبلنجی المصری مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر میں زبیر بن محمد بن مسلم مکّی سے روایت کی ہے کہ جب محمد بن علیؑ جابر بن عبد اللہ انصاری سے ملے تو ان کی بینائی جاتی رہی تھی۔ جابر نے ان کو سینہ سے لگایا اور سلام ان کے جد امجد رسول اللہ کا ان کو پہنچایا۔ اس کی کیفیّت دریافت کی گئی تو کہا میں ایک بار حاضر خدمت آنحضرتؐ ہوا تو حسین بن علی اس وقت آپ کی گود میں کھیل رہے تھے۔ حضرتؐ نے مجھ سے ارشاد کیا اے جابر میرے اس پسر کے ایک بیٹا

علی بن الحسینؑ نام ہوگا جس کو بروز قیامت سید العابدین کہکر آواز دینگے۔ اس کا بیٹا محمد باقر علوم ہوگا پس اے جابر تو اس سے ملے تو میرا سلام پہنچانا۔ اور تجکو معلوم رہے کہ اس کے بعد تو دنیا میں بہت تھوڑے دنوں زندہ رہے گا۔ چنانچہ جابر اس واقعہ کے بعد تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہے۔ پھر شبلنجی صاحب کہتے ہیں۔ کہ مروی ہے کہ محمد باقر نے ان ایام میں جابر بن عبد اللہ سے ماجرائے علیؑ و عائشہ رضؓ کی بابت دریافت کیا۔ جابر نے کہا میں (واقعہ جمل کے بعد) ایک روز عائشہ رضؓ کے پاس گیا اور کہا تم علی بن ابیطالب کی نسبت کیا کہتی ہو تو انہوں نے اپنا سر (مارے شرم کے) نہوڑا لیا۔ بعد ازاں سر اٹھا کر بولیں ؎

اذا ما حک التبر علی محکٍ — تبین غشہ من غیر شکٍ
وفینا الغش والذھب المصفی — علی بیننا شبہ المحکٍ

زر خالص کو جب کسوٹی پر کستے ہیں تو اس کا کھوٹ بے شک وشبہ ظاہر ہو جاتا ہے ہمارے درمیان زر مغشوش اور طلاء خالص ہے۔ علی ہمارے درمیان مثل معیار کے ہیں کہ ان سے کھرے کھوٹے کی تمیز ہوتی ہے۔

علامہ علی بن عیسی الاربلی کشف الغمہ میں بعد نقل روایت جابر کہتے ہیں۔

ھذہ فضیلۃ من فضائلھم و دلیل من دلائلھم باق علی مر الایام ومنقبۃ من مناقبھم المرویۃ علی لسان الخاصۃ والعام وعجیبۃ من عجائبھم اللتی تشھد لھا کل الاقوام۔ یہ ایک فضیلت ہے ان کے فضائل سے اور دلیل ہے ان کے دلائل سے کہ باقی رہنے والی ہے مرور ایام تک اور ایک مدح و منقبت ہے جو خاص و عام کی زبان سے نقل ہوتی ہے اور ان کے عجائبات سے ایک عجیب چیز ہے جس کے لئے جملہ اقوام گواہی دے رہے ہیں۔

امامت

جناب باقرؑ اپنے باپ علی ابن الحسین زین العابدین کے بعد لا کلام وصی آنحضرت و امام انام ہیں۔ اور یہ امر آفتاب عالمتاب سے زیادہ روشن کسی کو مجال دم زدن اس میں نہیں۔ آپ اپنے تمام بھائیوں سے باعتبار علم و فضل۔ زہد و تقویٰ و طہارت و سیادت ممتاز اور خاص و عام کے نزدیک عظیم الشّرف و جلیل القدر ہیں نصوص کثیرہ شہیرہ کہ ائمہ اثنا عشر کے بارے میں سُنّی و شیعہ نے رسول اللہؐ سے نقل کئے وہ سب آنحضرتؑ پر مشتمل اور آپ باقی ائمہ کے ساتھ ان میں شریک و شامل ہیں جناب امیرؑ نے جو وصیّت آخری اپنی اولاد کو کی اس میں آپ کا ذکر موجود ہے۔ رسول اللہؐ نے آپ کو باقر العلوم کے نام سے نامزد کیا اور جابر انصاری کو کہا کہ تو میری اولاد سے ایک شخص محمد بن علی بن الحسینؑ نام کو دیکھے گا۔ حق تعالیٰ جس کو نور و حکمت عطا کرے گا۔

دیگر۔ یہ کہ فرقہ ناجیہ امامیّہ کا اس پر اجماع ہے کہ وہ حضرت پانچویں امام ہیں ائمہ دوازدہ گانہ سے۔ اور یہ اجماع و اتفاق ان کا ہر عہد و زمانے میں خلفاً عن سلف متواتر چلا آیا ہے۔ علاوہ بریں علماء شیعہ نے احادیث کثیرہ حضرت رسول خدا و ائمہ ہُدیٰ صلوات اللہ علیہم سے بتواتر ایسی نقل کی ہیں جن میں اسامی نامی دوازدہ امام بتفصیل مذکور ہوئے ہیں۔ از انجملہ حدیث لوح ہے کہ جبرئیل امین جانب رب العالمین سے حضرت رسالت پناہ کے پاس ایک لوح لائے جس پر اسماء گرامی بارہ اماموں کے ثبت تھے۔ اور یہ کہ امام محمد باقرؑ پانچویں امام ہیں اس سلسلۂ عالیہ کے۔ وہ لوح آنحضرت نے جناب فاطمہ زہرا کے حوالے کی۔ دیگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہ کے پاس ایک پارہ حریر پر خدائے قدیر کے پاس سے آئی۔ اس میں بارہ کتبے سر مہر جدا جدا تھے آپ نے وہ ٹکڑا حریر کا حضرت امیر کو عطا کیا کہ پہلی مُہر اپنے نام کی توڑ کر جو کچھ اس کے تحت

میں لکھا ہوا ہے اس پر عمل پیرا ہوں چنانچہ آپ نے اس کی تعمیل کی۔ اور دم واپسیں اپنے ہیں حضرت امام حسنؑ کو دیا۔ انہوں نے دوسری مُہر کو توڑا اور اسی کے ماتحت نوشتہ پر عمل کیا۔ اور آخری وقت اپنے برادر فرزند رسول الثقلین ابو عبداللہ الحسینؑ کے سپرد کیا۔ اور ان سے امام زین العابدینؑ کو ملا اور ان کے پاس سے امام محمد باقرؑ کے ہاتھ آیا۔ وہ حضرت پانچویں تحریر کی موافق کاربند ہوئے۔ پھر اپنے لختِ جگر جناب جعفرؑ کو دیا تا اینکہ اسی طرح دست بدست یہ صحیفہ مبارکہ بارہویں امام تک پہنچا۔ نیز جابر بن عبداللہ انصاری کی حدیث معروف و مشہور ہے۔ جس میں بالتفصیل جُدا جُدا ہر ایک امام کا نام لیا گیا ہے۔ اور ہم مکرر اس کو پہلے نقل کر چکے ہیں۔

اور حبابہ والبیہ والی حدیث حد استفاضہ و تواتر کو پہنچ گئی کہ امیرالمؤمنین نے اس زن مومنہ کو ایک سنگ پارہ عطا کیا اور اس پر اپنی مُہر باعجاز لگا کر کہا کہ اس کو اپنے پاس رکھ چھوڑ و جس کو دعویدار امامت پاؤ اس سے کہو کہ اسی طرح اس پر اپنی مُہر ثبت کر دے جس طرح میں نے ثبت کی۔ وہ مرحومہ امام رضاؑ کے زمانہ امامت تک زندہ رہی۔ اور ہر ایک امام کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ سنگریزہ پیش کرتی اور اس پر مُہر مبارک امام لگوا کر اپنا ایمان تازہ کرتی تھی جیسا کہ بہ تفصیل ایک بار سے زیادہ اس کا ذکر ہوا۔

نصِّ امام زین العابدینؑ بامامت آنجنابؑ

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ مفصلہ ذیل اشخاص نے آپ کی نصّ امامت کو ان کے باپ امام زین العابدینؑ سے نقل کیا ہے۔ اسمٰعیل بن محمد بن عبداللہ بن علی ابن الحسینؑ و زید بن علی و عیسیٰ عن جدّہ و حسین بن ابی علا و غیرہم۔

کلینی علیہ الرحمہ نے کتاب کافی میں روایت کی ہے کہ ہنگام وفات علی بن الحسین زین العابدین نزدیک ہوا تو آپ کی اولاد حاضر خدمت تھی حضرت ان سب سے محمد ابنؑ

کی طرف ملتفت ہوئے اور ارشاد کیا اے محمد یہ صندوق اپنے گھر لے جاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ اُس صندوق میں درہم و دینار نہ تھے بلکہ وہ علم سے مملو تھا۔

نیز۔ کلینی رحؒ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جناب زین العابدین کا دمِ واپسیں نزدیک ہوا تو آپ نے ایک صندوق نکلوایا اور فرمایا کہ اے محمد یہ صندوق تم اپنے گھر لوالیجاؤ۔ پس حضرت چار آدمیوں سے اُٹھوا کر اس کو مکان پر لے گئے۔ آپ نے وفات پائی تو برادران امام باقرؑ ان کے پاس آئے کہ صندوق سے ہمارا حصہ دلواؤ۔ فرمایا قسم خدا کی کہ اس میں کوئی شے تمہارے دینے کی نہیں۔ اور جو کوئی شے ایسی ہوتی۔ تو خود وہ حضرت تم کو دیتے محروم نہ رکھتے۔ راوی کہتا ہے کہ صندوق میں سلاح رسول اللہؐ اور کتابیں آنحضرتؐ کی تھیں۔

اور ابو خالد سے نقل کیا ہے کہ اس نے حضرت علی بن الحسین علیہما السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت کے بعد ہمارا امام و پیشوا کون ہوگا۔ ارشاد کیا کہ محمدؐ میرا پسر کہ شگافتہ کریگا علم کو حق شگافتہ کرنے کا۔

نیز۔ کافی میں ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے عہدِ خلافت میں ابن حزم کو لکھا کہ کاغذات متعلقہ صدقات علی۔ عمر۔ عثمان ہمارے پاس بھجوا دو۔ ابن حزم نے زید بن الحسن کو کہ اپنے سب بھائیوں میں بڑے تھے۔ بُلوا کر دریافت کیا۔ انہوں نے کہا۔ اس کی ولایت امام حسنؑ کو تھی۔ اس کے بعد امام حسینؑ ولی ہوئے۔ ان کے پیچھے علی بن الحسینؑ بعد ازاں محمد باقرؑ کو یہ ولایت پہنچی اس نے آنحضرتؑ کو طلب کیا۔ ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ کو کاغذ دے کر اس کے پاس روانہ کیا۔ میں نے وہ کاغذ جا کر ابن حزم کو دیا۔ حاضرین سے ایک نے کہا کہ اس امر کو اولاد امام حسنؑ بھی جانتی ہے اس نے کہا ہاں اس طرح پر

جیسا کہ تو جانتا ہے کہ اس وقت رات ہے۔ الاّ حسد ان پر سوار ہے۔ اگر حق کو حق کے ساتھ طلب کرتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا مگر وہ دُنیا کے خواستگار ہیں۔

نیز۔ بحار میں ہے کہ حضرت زین العابدین کی رحلت کا وقت قریب آیا تو اپنے پسران محمد۔ حسن۔ عبداللہ۔ عمر۔ زید اور حسین کو بُلایا۔ اور محمد باقر کو اپنا وصی و جانشین مقرر کیا اور ابو جعفر عہ سے ان کو مکنّی کیا۔ اور باقی اولاد کو ان کے سپرد کیا۔ بہت سی وصایا و نصائح سے گوش ہوش آنجناب کو گراں بار فرمایا۔

دیگر۔ بحار میں ہے کہ حضرت علی بن الحسین نے محمد بن علی کو وصیّت کی اور فرمایا اے فرزند میں نے تجھ کو اپنا وصی و خلیفہ مقرر کیا۔ جو کوئی دوسرا اس کا دعوےٰ کرے حق تعالیٰ بروز قیامت طوق آتشیں اس کی گردن میں ڈالے گا۔ پس اے فرزند تم اس نعمت کا شکریہ بجالاؤ اور اپنے منعم حقیقی کا شکر ادا کرو۔ اور اپنے شکر گزاری پر انعام و احسان واجب جانو۔ بتحقیق کہ جس نعمت کا شکر ادا کیا جائے زائل نہیں ہوتی اور جس کا کفران ہو وہ باقی نہیں رہتی اور شکر گزار جو کسی نعمت پر شکر کرے وہ اس نعمت سے اس قدر سعادت حاصل نہیں کرتا جتنا کہ اس کی شکر گزاری سے سعادت پاتا ہے۔ پھر حضرت نے اس آیہ شریفہ کی تلاوت کی لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ شکر نعمات بجالاؤ گے تو البتہ میں ان کو زیادہ کرونگا۔ ان کا کفران کرو گے تو ہر آئنہ میرا عذاب سخت ہے:

نیز۔ بحار میں زہری سے روایت ہے کہ میں علی بن الحسین کی خدمت میں ان کے مرض الموت میں داخل ہوا۔ اس وقت آنحضرت عہ کے سامنے ایک خوان میں روٹی اور گندنا آیا۔ مجھ سے ارشاد کیا کہ کھاؤ۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ صہ میں کھانا کھا چکا ہوں۔ فرمایا یہ ہندبار (گندنا) ہے۔ میں نے عرض کی اس کی کچھ فضیلت ارشاد کیجئے۔ فرمایا ما من ورقۃ من الھندباء الا و علیھا قطرۃ من ماء الجنۃ فیہ

شفاءٌ من کلّ داءٍ۔ کوئی پتا گندنے کا نہیں اِلّا یہ کہ اس پر ایک قطرہ آبِ جنّت کا ہوتا ہے جو ہر مرض کی دوا ہے۔ پس اُٹھ گیا اور شیشہ روغن تدہین کی غرض سے حاضر کیا گیا۔ فرمایا اے ابو عبد اللہ تم بھی تدہین کرو گے۔ عرض کی ہیں تدہین کر چکا ہوں یعنی روغن مل چکا ہوں۔ فرمایا یہ روغن بنفشہ ہے۔ عرض کی اس کی کیا فضیلت ہے۔ فرمایا فضل البنفسج علی سائر الادھان کفضل الاسلام علی سائر الادیان۔ روغن بنفشہ اور روغنوں پر وہ فضیلت رکھتا ہے جو اسلام کو دیگر مذاہب پر ہے۔ اس وقت حضرت محمد باقر حاضر خدمت پدر والا قدر ہوئے اور آہستہ آہستہ آپ کے ساتھ باتیں کرنے لگے۔ اس گفتگو سے میری سمجھ میں صرف اس قدر آیا کہ حضرت فرماتے ہیں یا محمّد علیک بحسن الخلق۔ اے محمد اپنے اخلاق اچھے رکھنا تب میں نے جانا کہ وہ حضرت اپنے مرنے کی خبر دے رہے ہیں۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ اگر حضور کو زمانِ ناگزیر پیش آوے تو ہم کس کے پاس آمد و رفت کریں۔ فرمایا میرے اس فرزند محمدؑ کے پاس۔ بتحقیق کہ یہ میرا وصی و وارث ہے۔ اور صندوق و کان ہے میرے علم کا اور باقر العلوم ہے۔ عرض کی باقر کے کیا معنی۔ فرمایا میرے شیعیانِ خالص اس کے پاس حاضر ہوا کرینگے اور یہ ان کے لئے علموں کو شگافتہ کرے گا حق شگافتہ کرنے کا۔ پھر حضرت نے ان کو کسی کام کے لئے بازار بھیجا۔ واپس آئے۔ تو میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ آپ نے فرزند اکبر کے حق میں کیوں وصیّت نکی۔ فرمایا اے ابو عبد اللہ یہ امر چھوٹے بڑے پر موقوف نہیں ایسا ہی ہم سے رسول اللہ صلعم نے ارشاد کیا اور یہی لوح فاطمہ اور صحیفہ ابریشمیں میں لکھا ہے۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ کتنے اوصیاء کی رسولِ خداؐ نے خبر دی ہے۔ فرمایا صحیفہ اور لوح میں بارہ۱۲ اماموں کے نام ان کے ماں باپ کے اسماءِ گرامی کے ساتھ درج ہیں۔ پھر فرمایا میرے اس پسر محمد باقرؑ کی پشت سے سات امام ظہور میں

آئینگے۔ آخری جن کے قائم مقام آل محمد مہدی ہادی ہوں گے۔

دیگر۔ بحار میں عثمان بن خالد سے نقل ہے کہ حضرت علی بن الحسین ع مرض الموت میں بیمار ہوئے تو اپنی اولاد محمد۔ حسن۔ عبداللہ۔ عمر۔ زید اور حسین کو جمع کیا۔ اور محمد باقر کو اپنا وصی و جانشین فرمایا اور موسوم کیا آنحضرت کو بلفظ باقر۔ اور ان سب کو ان کے سپرد کیا۔ پس وصیت کی آنحضرت کے تئیں اور پند و نصیحت فرمائی کہ اے فرزند عقل رائد[1] روح ہے اور علم رائد عقل۔ اور عقل ترجمان علم۔ آگاہ رہو کہ اصلاح دنیا بتمامہا دو کلموں میں ہے۔ معاش کا انتظام مثل ایک پیمانے کی پُری کے ہے جس میں دو ثلث فطنت و دانائی اور ایک تہائی تغافل بتحقیق کہ آدمی تغافل نہیں کرتا مگر اس شے میں جس کا عارف ہوتا ہے۔ اور جان لے کہ تیری عمر دم بدم تمام ہو رہی ہے ایک نعمت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی تا وقتیکہ دوسری نہ مٹ جائے۔ خبردار طول امل میں نہ پھنسنا۔ کیونکہ بہت سے امید کرنے والے اپنی امیدوں کو نہیں پہنچتے۔ اور مال جمع کرنے والوں کو اس کا کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ اور ذخیرہ کر کے چھوڑ جاتے ہیں۔ باطل سے جمع کیا یا کسی کا حق روک رکھا۔ بہ حرام حاصل کیا اور دوسروں کو اس کا وارث بنایا۔ بوجھ سر پر لیا اور گناہ اٹھایا و ذلک ہو الخسران المبین۔

تتمہ۔ علامات امام سے ہے۔ کہ بڑا بیٹا امام سابق کا۔ اس کے بعد امام ہوتا ہے قال الصادق علیہ السلام الامامۃ فی الکبیر مالم یکن بہ عاھۃ۔ جناب صادق کا قول ہے کہ امامت بڑے بیٹے کے لئے ہے جبتک کہ اس میں کوئی عیب نہو۔

---

[1] جزری کا قول ہے کہ رائد وہ شخص ہوتا ہے جسکو قافلہ کے آگے بھیجتے ہیں تاکہ اس کے لئے سبزہ و چراگاہ تلاش کر رکھے۔ اسی سے ہے الحمی رائد الموت کہ بخار رائد (پیش خیمہ) موت کا ہے یعنی اسکا پیش فرستادہ و رسول کہ اس سے پہلے آتا ہے۔ جیسا کہ رائد قافلہ کا اس سے پہلے منزل پر پہنچ جاتا ہے ۱۲ منہ۔

نیز۔ آنحضرت صلوات اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ لا تعود الامامۃ فی الاخوین بعد الحسنؑ والحسینؑ۔ کہ بھائی کو بھائی سے امامت نہیں پہنچتی سوائے حسنین علیہما السلام کے۔ نیز۔ علامت امام ہے کہ علم و فضیلت میں شہرۂ آفاق ہو۔ حتیٰ کہ قافلہ باہر سے آکر شہر (مدینہ) میں پوچھے۔ کہ فلاں امام نے وفات پائی۔ ان کا قائم مقام کون ہوا تو ہر خاص و عام اس کا نام لیں یعنی جوان و پیر صغیر کبیر بلدہ پر اس کا شرف پوشیدہ نہو۔ نیز۔ آنحضرت صلوات اللہ علیہم کا ارشاد ہے۔ السلاح فینا بمنزلۃ التابوت فی بنی اسرائیل۔ کہ سلاح رسول اللہؐ ہمارے درمیان مثل تابوت کے ہیں بنی اسرائیل میں جس کے یہاں تابوت ہوتا تھا وہی نبی ہوتا تھا۔ اسی طرح ہمارے یہاں رسول اللہؐ کے سلاح ہیں کہ امام ہی کے پاس ہوتے ہیں دوسرے کے پاس نہیں ہوتے۔

کسی نے حضرت صادقؑ سے پوچھا کوئی دعوئ امامت کا کرے تو ہم کیونکر جانیں کہ راستگو ہے یا دروغ زن۔ فرمایا اس کے علم و فضل کا امتحان کرو مسائل حلال و حرام اس سے دریافت کرو۔ پھر ارشاد کیا تین امر ہیں جس میں جمع ہوں۔ لا کلام امام ہے۔ ایک یہ کہ پہلے امام سے اولیٰ واقرب ہو۔ دوسرے سلاح رسول اللہؐ اسکے پاس ہوں اور وصی کیا ہوا ہو امام سابق کا ظاہر اور کھلے طور پر۔ حتیٰ کہ کوئی مدینہ میں آکر پوچھے کہ امام متوفیٰ نے کس کو اپنا جانشیں کیا تو بچے تک کہدیں کہ فلاں کو۔

نیز۔ معاویہ ابن وہب نے آنحضرتؑ سے پوچھا کہ امام کے بعد دوسرے امام کی شناخت کس طرح ہوتی ہے۔ فرمایا طیب و طاہر ہو از روئے ولادت کے اور ابتدائی نشوونما سے نیک سیرت و پسندیدہ اخلاق ہو۔ اور لہو و لعب سے مجتنب و کنارہ ہو۔ نیز۔ معصومؑ نے فرمایا معرفت امام کئی صورت سے ہوتی ہے۔ امام سابق کا وصی کردہ ہو۔ جو سوال کریں صحیح جواب دے۔ خاموش رہیں تو خود ابتدا کرے امور آئندہ کی خبر دے اور ہر شخص کے ساتھ اس کی زبان میں کلام کر سکے۔ چرند پرند خلاصہ

یہ کہ تمام جانداروں کی بولی سے آگاہ ہو۔ جس میں یہ خصائل ہوں وہ قطعاً امام ہوگا۔
کافی میں ہے کہ ابوبصیر نے عرض کیا لوگ کہتے ہیں۔ کیا باعث ہے کہ خدا تعالیٰ نے علی علیہ السلام و دیگر اہلِ بیت کا ذکر قرآن میں نہیں کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ ان سے کہو کہ حق تعالیٰ نے قرآن میں نماز کا ذکر کیا مگر یہ نہیں بتلایا کہ تین رکعت ہیں یا چار۔ حتی کہ رسول اللہؐ نے اس کی شرح کی نیز زکوٰۃ کو فرمایا۔ مگر یہ نہ بتلایا کہ چالیس درم سے ایک درم دو۔ اس کو رسول اللہ نے ظاہر کیا۔ اور حج کو کہا مگر یہ نہیں کہا کہ سات بار طواف خانہ کعبہ کرو۔ اس کو رسول اللہؐ نے آشکار کیا۔ اسی طرح قرآن میں آیا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرّسول و اولی الامر منکم۔ یہ امیر المومنین اور حسنین علیہم السّلام کے بارے میں نازل ہوئی پس حضرت رسول خداؐ نے اس کی تشریح کی۔ اور فرمایا۔ من کنت مولاہ فھذا علیؑ مولاہ۔ جس کا میں مولیٰ و آقا ہوں علیؑ اس کا مولیٰ و آقا ہے۔ اور آپ کا ارشاد ہے اے بندگانِ خدا تم کو وصیّت کرتا ہوں کتاب خدا اور اپنے اہلِ بیت کے بارے میں تحقیق کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کے درمیان تفرقہ نہو جبتک کہ حوضِ کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں۔ خدا تعالیٰ نے یہ دعا میری قبول کی۔ اور رسول اللہؐ نے علی و فاطمہؑ و حسنین علیہم السّلام کو ایک کمبلی میں اپنے ساتھ لیا اور فرمایا۔ اللّٰھمّ ھؤلاء اھل بیتی۔ پروردگارا یہ میری اہل بیت اور میری گراں بہا ہیں رسول اللہ نے وفات پائی تو علی اولیٰ ہوئے امّت محمدیہ کے لئے جیسا کہ رسول اللہؐ نے قرار دیا اور ہاتھ پکڑ کر بتلایا تھا۔ علیؑ نے وفات پائی تو کیا ان کو اختیار نہ تھا کہ اپنے بیٹوں محمد و عباس وغیرہ سے کسی کو اپنا جانشیں کر جاتے مگر یہ امر صرف حسن بن علی پر بوجہ ان کی بزرگی و بڑائی کے قرار پایا۔ علی ہذا حضرت حسن مجتبیٰ نے اپنی وفات کے وقت اپنی اولاد سے کسی کو اپنا وصی نہیں کیا۔ سوائے امام حسینؑ کے اور کیونکر کرتے جبکہ حق تعالیٰ احسینؑ کو بشمول اہل بیت آیۂ تطہیر میں

داخل کر چکا تھا۔ اور رسول خدا یہ پیغام زبانی امت کو پہنچا چکے تھے۔ امام حسینؑ امام و نائب رسول ہوئے۔ تو انہوں نے بموجب آیہ شریفہ واولوالارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ۔ اور صاحبان رحم و قرابت بعض ان سے بعض دیگر سے اولیٰ ہیں کتاب خدا میں۔ اپنے سے قریب تر یعنی بڑے بیٹے علی بن الحسین زین العابدین کو امام مقرر کیا اور انہوں نے اپنے پسر محمد باقرؑ کو وعلیٰ ہذا۔

پانچ کا عدد مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ اصول دین کے پانچ ہیں توحید۔ عدل۔ نبوت۔ امامت۔ قیامت۔ اشباح پانچ نماز ہائے روز و شب پانچ۔ عبادات نماز۔ روزہ۔ حج۔ حصۂ خدا خمس و زکوٰۃ۔ جہاد پانچ۔ انگلیاں ہاتھوں پاؤں کی پانچ پانچ ہیں۔ اسابیع پانچ ؛۔

یعنی یوم الاحد	یوم الاثنین	یوم الثلثاء	یوم الاربعاء	یوم الخمس
یک شنبہ	دوشنبہ	سہ شنبہ	چہار شنبہ	پنجشنبہ

حواس خمسہ ذائقہ۔ لامسہ۔ شامہ۔ سامعہ۔ باصرہ۔ علم تصریف پانچ ارکان پر شامل ہے۔ زیادہ۔ حذف۔ تغیر بحرکت و سکون۔ ابدال و ادغام۔ امام محمد باقر امام پنجم اور میزان محمد باقر کا بروئے حساب برابر ہے ھو جواد زاھد معصومؑ کے بوجہ برابر ہونے دونو کے عدد ۷۲۴ ہیں۔

پارۂ از فضل و شرف آن بزرگوار

مناقب میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ نحن اھل بیت الرحمۃ وشجرۃ النبوۃ ومعدن الحکمۃ وموضع الملائکہ ومھبط الوحی۔ ما نقم الناس منا۔ ہم خانوادۂ رحمت و شجرۂ نبوت و کان علم و حکمت و محل ورود ملائکہ و جائے ہبوط وحی ہیں۔ لوگ ہم سے

(لہ حاشیہ صفحہ ۲۷ پر دیکھو)

کس بات میں نزاع کریںگے۔ نیز۔ آپ نے فرمایا۔ ہم والیانِ امر خدا ہیں و خازنان علمِ خدا و وارثانِ وحی خدا و حاملان کتاب اللہ۔ ہماری اطاعت فرض ہے اور ہماری محبّت ایمان۔ اور ہماری عداوت کفر۔ ہمارے دوست جنّت میں ہیں۔ اور ہمارے دشمن جہنّم میں۔

نیز۔ آپ کا ارشاد ہے۔ ہم جنب خدا و حبل خدا و رحمت خدا بر خلق خدا ہیں۔ ہم ہی سے خدا نے ابتدا کی۔ اور ہمارے ہی اوپر خاتمہ ہوگا۔ ہم پیشوایان ہدایت و چراغہائے ظلمت و غوایت ہیں۔ ہم نشانہائے بلند ہیں اہل دُنیا کے لئے۔ اور آگے بڑھنے والے اور پیچھے رہنے والے۔ جسنے ہم سے تمسّک کیا کامیاب مراد ہوا۔ جس نے تخلّف کیا تباہ و برباد ہوا۔ ہم قائد غرّہ محجلین ہیں۔ اور حرم خدا و راہ راست بسوئے خدا و نعمات خدا حق ہیں خلق خدا کے اور معدنِ نبوّت و مقام و موضع رسالت و اصل و بیخ ہا ر دیتے ہیں۔ ملائکہ ہماری طرف آمد و رفت رکھتے ہیں۔ چراغ ہیں اس کے لئے جو نور کا طالب ہو۔ راہ راست میں پیروی کرنے والوں کے لئے۔ اور ہادیانِ راہِ جنّت ہیں و عروہ ہائے اسلام و جسر و قنطرے (پُل) ہیں جو ان پر سے گزرے مطلب پر فائز ہوا اور تخلّف کرنے والا نیست و نابود ہوگیا۔ اور سنام (پشتہ و بلندی) اعظم ہیں کہ حق تعالیٰ ہماری وجہ سے تم سے عذاب کو دور کرتا ہے۔ جس نے ہماری نصرت کی اور ہم کو پہچانا۔ اور ہمارے حق کو جانا اور ہماری بات کو مانا۔ وہ ہم سے ہے۔

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۶)

۱؎ شیخ مفید علیہ الرحمہ سے کسی نے اشباح کے معنی پوچھے۔ فرمایا صحیح اس بارے میں وہ حدیث ہے جس کو راویانِ ثقہ نے نقل کیا ہے کہ آدمؑ نے عرش الٰہی پر کچھ اشباح (صورتیں) دیکھیں جن کا نور عرش پر درخشاں تھا۔ عرض کی بارالٰہا یہ کیسے نور ہیں ارشاد باری ہوا کہ اے آدم یہ صورتیں محمد علی فاطمہ حسن و حسین کی ہیں۔ اگر یہ اشباح خمسہ نہ ہوتے تو حق تعالیٰ زمین آسمان کو پیدا نہ کرتا الخ

سورۃ بن کلیب اسدی راوی ہے کہ آنحضرتؑ نے فرمایا کہ ہم خزانہ داران خدا ہیں اسکے آسمان وزمین ہیں مگروہ خزانے طلاونقرہ کے نہیں وہ علم کے خزانے ہیں۔
معروف بن خربوذ کی روایت ہے۔ اور ویسے ہی آپ کا یہ قول مشہور ومعروف ہے کہ ہماری حدیث صعب ومستصعب ہے لا یحتملہ الا ملک مقرب او نبی مرسل عبد امتحن اللہ قلبہ للایمان۔ بجز مقرب فرشتہ یا نبی مرسل کے یا اس بندے کے جس کے قلب کا حق تعالیٰ امتحان لے چکا ہے۔ کوئی اس کی برداشت نہیں کرسکتا
نیز۔ آنحضرت کا ارشاد ہے کہ ہم خازنان علم خدا ہیں ووالیان امر خدا۔ ہم سے ہی حق تعالیٰ نے اسلام کی ابتدا کی۔ ہمارے ہی اوپر اس کا خاتمہ کرے گا ہم سے ہی لوگوں نے علم حاصل کیا ہے اور ہمارے ہی سبب سے خدا کی شناخت ہوتی ہے اور اس کے علوم ہمارے ذریعہ سے اس کے خلائق کو پہنچتے ہیں۔
نیز۔ آنجناب فرمایا کرتے تھے کہ ہم خلقت کے ہاتھوں عظیم بلا میں مبتلا ہیں۔ ان کو اپنی طرف بلاتے ہیں تو اجابت نہیں کرتے۔ انکے حال پر چھوڑتے ہیں تو کسی دوسرے میں انکے ہدایت کرنے کی قابلیت نہیں پالتے۔
کشف الغمہ میں ہے کہ ابو الھذیل سے ارشاد کیا۔ یا ابا الھذیل لا یخفی علینا لیلۃ القدر۔ اے ابو ہذیل شب قدر ہم سے پوشیدہ نہیں۔ ان الملائکۃ یطیفون بنا فیھا۔ بتحقیق کہ اس رات کو فرشتے ہمارے گرد گردش کرتے رہتے ہیں۔
دیگر۔ حافظ عبد العزیز الجناندی نے زید شہید سے روایت کی کہ آپ نے اپنا بال پکڑ کر فرمایا کہ جو میرے ایک بال کو ایذا دے اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا گویا حق تعالیٰ کو ستایا (کیونکہ آپ خلیفہ خدا وامام خلائق تھے) جس نے ایذائے خالق کا ارادہ کیا۔ زمین وآسمان اس کو لعنت کرتے ہیں۔

نبذے از فضیلت از زبان دیگراں

علمائے اسلام نے کہا ہے کہ

کریم بن کریم بن کریم بن کریم - یوسفؑ بن یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ ہیں - اور سیّد ابن سیّد بن سیّد بن سیّد محمدؐ بن علی بن الحسینؑ بن علیؑ الباقر ہیں -

حکم بن عینیہ نے آیہ شریفہ ان فی ذالک لاٰیات للمتوسمین کی تفسیر میں کہا قسم خدا کی محمد بن علی باقر متوسمین سے ہیں - اور ابوزرعہ رازی استاد بخاری نے آیہ شریفہ فاسئلو اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کے ذیل میں کہا راست کہا خدا تعالیٰ نے مجھ کو اپنی جان کی قسم ہے کہ جناب باقر اکابر علماء سے ہیں - حافظ ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ وہ حضرت حاضر ذاکر خاشع وصابر ابوجعفر محمد باقر ہیں -

نیز - حلیہ میں ہے وکان من سلالۃ النبوۃ وجمع حسب الدین والابوۃ تکلم فی العوارض والخطرات وسفح الدموع والعبرات ونھی عن المراء والخصومات - تھے وہ سلالہ خاندان نبوت ونقاوہ دودمان فتوت حسب دین وایمان ونسب عالی و رفیع الشان کے جمع کرنے والے تھے - عوارض وخطروں کے موقعہ پر کلام کرتے تھے اور خوف وخشیہ خدا میں اشک خونیں برساتے تھے اور خصومت وجدال سے منع فرماتے تھے - اور اوروں نے کہا الامام الباقر والنور الباھر والقمر الزاھر والعلم القاھر باقر العلم ومعدن الحلم اظھر الدین اظھاراً وکان للاسلام مناراً - الصادع بالحق - والناطق بالصدق - باقر العلم بقراً - وناثرہ نثراً - لم تاخذہ فی اللہ لومۃ لائم - وکان لامرہ غیر مکاتم - ولعدوہ مراغم - امام محمد باقر نور درخشاں قمر تاباں صاحب علم غالب شگافندہ علوم معدن حلم ہیں - انہوں نے علوم دینیہ کو کامل طور پر شائع کیا - اسلام کے لئے بمنزلہ مینار کے تھے کہ نور ان سے ظاہر ہوتے تھے - آشکار کنندہ حق کلام میں راست گو - علم کو شگافتہ کیا حق شگافتہ کرنے کا - اور اس کو نشر کیا جیسا کہ چاہیئے تھا - امور خدا میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت نہیں سنتے تھے - اور اپنے کاموں میں ستر واخفا کے روادار نہ تھے اور اعدا کی بینی کو خاک پر رگڑتے تھے -

اورشاہ عبدالعزیز دہلوی تحفۂ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کہا کرتے تھے۔ لولا السنتان لهلك النعمان۔ اگر دو سال جو مجکو خدمت گزاری امام باقر اوران سے علم حاصل کرنے میں گزرے میری زندگی میں شامل نہوتے تو البتہ میں ہلاک ہوچکا تھا۔

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ کتاب مناقب میں علامہ مغربی کے یہ اشعار آبدار اس امام ابرار کی مدح میں نقل کرتے ہیں ؎

یا ابن الذی بلسانه وبیانه — هدی الانام ونزل التنزیل
من فضله نطق الکتاب وبشرت — بقدومه التورات والانجیل
لولا انقطاع الوحی بعد محمدٍ — قلنا محمد من ابیه بدیل
هو مثله فی الفضل الا انه — لم یأته برسالةٍ جبرئیل

بیان برخے از علم ومعرفت آنجناب

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ مناقب آل ابیطالب میں لکھتے ہیں کہ اولاد امام حسنؑ وامام حسینؑ علیہما السلام میں کسی شخص سے علم تفسیر وکلام وفتاویٰ واسلام وحلال وحرام میں وہ علوم ظاہر نہیں ہوئے جو اس جنابؑ سے ہوئے۔ بقایا صحابہ وبزرگان تابعین ورؤسار فقہاء مسلمین نے آپ سے معالم دین ومعارف علم ویقین اخذ کئے۔ صحابہ سے جابر بن

لے اے پسر اس شخص کے جس کی زبان وبیان سے آدمیوں نے ہدایت پائی اور تنزیل قرآن اسپر ہوئی۔ اس کی فضیلت پر کلام اللہ ناطق ہے اور اس کے پیدا ہونے کی تورات وانجیل میں بشارت دی گئی ہے۔ اگر محمد مصطفےٰ کے بعد نزول وحی منقطع نہو جاتا تو ہم کہتے کہ محمد باقر اپنے جد امجد کے بدل ہیں۔ وہ فضل وکمال میں آپکے مثل وماتند ہیں۔ الا انکے پاس جبرئیل پیغام ربانی لیکر نہیں آتے۔

عبداللہ انصاری جیسے بزرگوار نے اور تابعین سے جابر بن یزید جعفی وکیسان سیستانی
صوفی فقیہوں سے عبداللہ بن مبارک زہری۔ اوزاعی۔ ابوحنیفہ کوفی مالک بن انس
شافعی اور زیاد بن منذر ہندی نے۔ اور مصنّفین سے طبری۔ بلاذری۔ سلامی۔ خطیب
خوارزمی نے اپنی تاریخوں میں۔ اور موطاء وشرف المصطفیٰ وابانہ وحلیۃ الاولیاء
وسنن ابوداؤد۔ والکافی۔ ومسند ابوحنیفہ۔ ومسند مروزی۔ وترغیب اصفہانی و
مسط واحدی۔ وتفسیر نقاش۔ وکشاف زمخشری۔ ومعرفت الاصول و
رسالہ سمعانی میں ان کے مصنّفوں نے آنحضرتؑ سے روایت کی ہے اور جابجا
لکھتے ہیں قال محمدّ بن علیؑ الباقر کذا وکذا۔ کہ امام محمد باقرؑ نے ایسا اور ایسا کہا۔
حضرت رسولِ خداؐ نے اسی وجہ سے ان کو باقر العلوم کا لقب بخشا ہے۔ وستارت
بعلومہ الاخبار وانشدت فی مدائحہ الاشعار۔ یعنی صاحب نور الابصار نے
کہا آپ کے علوم کی خبریں دُنیا میں پھیلیں اور مدائح ومناقب آنحضرت میں اشعار
کہے گئے۔ مالک بن اعین حسنی نے اس میں قصیدہ کہا۔ دو شعر اس کے یہ ہیں

اذا طلب النّاس علم القرا ۔۔۔ ن کانت قریش علیہ عیالا

وان فاہ من بنت النّبی ۔۔۔ ملفت نداک فروعاً طوالا

حدیث جابر انصاری (بیان تفصیلاً آگے آتا ہے) بہار میں مشہور ہے۔ تمام فقہاء
مدینہ وعراق نے اس کو روایت کیا ہے۔ حلیۃ الاولیاء میں ہے کہ عبداللہ بن عطاء
مکّی کا قول تھا کہ ہم نے علماء کو کسی کے آگے ایسا صغیر وحقیر نہیں پایا جیسا کہ ابوجعفر
محمد باقر کے آگے۔ بتحقیق کہ حکم بن عینیہ کو باوصف اپنی جلالت قدر و معمّر ہونے کے
آنحضرت کے سامنے اس طرح دیکھا ہے کہ گویا وہ ایک طفل مکتب ہے اپنے معلّم کے
آگے بیٹھا سبق لے رہا ہے۔ نقل ہے کہ آپ نے سلمہ بن کہیل وحکم بن عیینہ سے کہا کہ
شرق سے غرب تک اور غرب سے شرق تک پھر جاؤ۔ مگر علم صحیح ہمارے سوا کہیں نہ

پاؤ گے یا وہاں جہاں کہ ہمارے پاس سے لے گئے ہیں۔ لاجرم حکم مذکور کہا کرتے تھے۔ کہ شرق میں جاؤ یا غرب میں۔ قسم خدا کی کہ علم اسی گھر والوں کے پاس سے ملیگا جہاں جبرئیل وحی لیکر آتے تھے۔ اور قیس بن ربیع نے کہا۔ میں نے ابواسحاق سے مسح علی الخفین کا مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اس کو منع فرمایا۔ اور کہا امیرالمومنین ع مسح علی الخفین کو منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ سبق الکتاب المسح علی الخفین۔ کہ سبقت کی کلام اللہ نے یعنی گزر گیا قرآن اوپر مسح کرنے موزوں کے۔ ابواسحاق کہتے ہیں کہ جس وقت سے آنحضرت ع نے اس کی ممانعت کی۔ میں نے یہ مسح کرنا چھوڑ دیا۔ قیس بن ربیع نے کہا میں نے بھی جب سے ابواسحاق سے یہ سنا موزوں پر مسح کرنا چھوڑ دیا۔

ارشاد میں ہے کہ آنحضرت سے اخبار مبدا، و اخبار الانبیاء روایت ہوئے ہیں غزووں اور جنگوں کے حالات لوگوں نے ان سے لکھے اور سیر و سُنن ان سے لئے اور مناسک حج میں ان احادیث پر اعتماد کیا جو آپ نے رسول اللہ سے روایت کیں اور تفسیر قرآن کو آنحضرت سے سُنّی و شیعہ نے اخذ کیا۔ جو لوگ اہل مذاہب باطلہ سے ان کے پاس وارد ہوتے ان سے مناظرہ کرتے۔ علم کلام کا بہت بڑا حصہ علماء نے آپ سے حاصل کیا۔

جابر بن یزید جعفی جب آنحضرت سے کوئی حدیث روایت کرتے تو کہتے حدثنی وصی الاوصیاء وارث علوم الانبیاء محمد بن علی بن الحسین علیھم السّلام روایت کیا مجھ سے اس کو وصیوں کے وصی علوم انبیا کے وارث محمد باقر بن علی بن الحسین بن علی نے

ماخذ علوم آنجناب بصائر الدرجات میں ہے کہ آنحضرت ع نے فرمایا ہمارا علم و حکمت علم و حکمت خدا سے ماخوذ ہے۔ اگر وہ سبحانہ تعالیٰ ہمارے لئے ذرائع علم کشادہ کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں۔ سمیٹ لیتا ہے تو نہیں جانتے۔ ایک موقعہ پر

فرمایا ہم کاہن۔ ساحر۔ مجنون نہیں ہیں۔ ہمارا علم علم نبوّت سے ماخوذ ہے اور واقعاتِ عالم کی ہم کو خبر دی جاتی ہے۔ عرض کیا گیا کون آپ کو خبر دیتا ہے۔ فرمایا۔ کبھی آپ سے آپ ہمارے دل میں پڑ جاتا ہے۔ گاہے کانوں میں آواز آتی ہے۔ علاوہ براین اجنہ مومنین ہمارے خادم ہیں اور تم سے زیادہ اطاعت گزار وہ ہمارے تمام حالات سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔

سوال و جواب ابرش کلبی باآں جناب علیہ السّلام

مناقب میں ہے کہ ابرش کلبی نے ہشام سے کہا یہ کون شخص ہے جسے اہلِ عراق نے گھیر رکھا ہے۔ اور مسائل دریافت کرتے ہیں۔ کہا یہ کوفیوں کا نبی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں فرزند رسول خدا ہوں صاحب علم تفسیر قرآن سے آگاہ ہوں۔ اے ابرش اس سے ایسا سوال کر کہ جس کا جواب نہ دے سکے۔ ابرش نے آگے جا کر کہا یا ابن علیؑ تم نے توریت انجیل زبور و قرآن کو پڑھا ہے۔ فرمایا ہاں پڑھا ہے۔ عرض کی مجھ کو کچھ سوال کرنے ہیں۔ فرمایا دریافت کر جو چاہے۔ رشد و ہدایت کی غرض سے کریگا تو نفع اُٹھائے گا تعنّت و عناد کی نیّت سے پوچھے گا۔ تو گمراہ ہوگا۔ کہا عیسیٰ اور محمد کے درمیان فترت کا زمانہ کس قدر رہا ہے۔ فرمایا ہمارے قول کے موافق سات سو برس تمہارے بموجب چھ سو سال۔ عرض کی مجھے قول حق سبحانہ تعالیٰ تبدل الارض غیر الارض جس روز بدل دی جائے گی یہ زمین دوسری زمین سے یعنی روز قیامت کی بابت خبر دیجئے کہ لوگ اس وقت تک جبتک کہ حساب کتاب ہو کر ان کا فیصلہ ہو کیا کھائینگے اور کیا پیویں گے۔ فرمایا وہ قرص ہائے سفید و نہر ہائے جاری پر محشور ہونگے۔ حساب کتاب سے فراغت پانے تک اس سے کھاتے پیتے رہیں گے ایک روایت میں ہے کہ یہ سوال ہشام بن عبدالملک نے بذریعہ اپنے آزاد کردہ سالم

کی معرفت حضرت سے کیا تھا - جب سالم نے جواب مذکورہ بالا اس سے جا کر
بیان کیا تو بہت خوش ہوا اور سمجھا کہ میں آنحضرت پر ظفریاب ہوا اور اللہ اکبر کہا
بہر کیف ابرش سے یا سالم سے کہا کہ جا کر کہو کہ اس وقت ان کو کھانے پینے کی فرصت
ہی کہاں ہو گی - وہ تو اپنی حالت میں مشغول ہوں گے - آپ نے اس کے جواب
میں فرمایا - دوزخ کے اندر تو اس سے بھی زیادہ بدحالی ہو گی - مگر یہ حالت ان کو مانع
نہو گی قول ان افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم اللہ سے یعنی اہل جہنم
بہشت والوں سے کہیں گے کہ ہم کو اس پانی اور رزق سے جو تم کو خدا نے عطا کیا ہے
تھوڑا سا دو پس زقوم ان کو کھانے کو ملے گا اور حمیم (آب گرم) کو پیویں گے - پس
ابرش وہاں سے اٹھا اور کہتا تھا - کہ درحقیقت تم فرزند رسول اللہ ؐ ہو - اور ہشام
سے کہا اے بنی امیہ ہم کو ان لوگوں کے مقابلے سے معاف رکھو - بتحقیق کہ یہ فرزند
رسول اللہ ہے - اور تمام اہل زمین سے زیادہ زمین و آسمان کے حالات سے
واقفیت رکھتا ہے -

اقرار ابن منکدر بفضیلت آنجناب

عبدالرحمن بن الحجاج نے حضرت صادق علیہ السلام
سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ محمد بن منکدر نے
کہا کہ میرا خیال تھا کہ علی بن الحسین جیسے شخص کا جانشیں
انکے فضل و شرف میں ان کے بعد کوئی نہو گا - تا اینکہ محمد بن علی آپ کے پسر کو
دیکھا - میں چاہتا تھا کہ آپ کو پند و نصیحت کروں - انہوں نے الٹا مجھ کو پند و
نصیحت کی - اس کے اصحاب نے پوچھا کس امر میں تجھ کو پند و نصیحت کی - کہا
میں ایک روز گرمی کے وقت بیرون مدینہ میں اس کے نواح میں جا رہا تھا کہ محمد بن علی
کو دیکھا کہ دو غلام حبشی پر سہارا دئے جا رہے ہیں وہ حضرت فربہ تھے - میں دل میں
سوچنے لگا کہ ایک بزرگ بزرگان قریش سے اس گرم وقت میں طلب دنیا میں مشغول

ہے۔ جاؤں اور اس کو موعظت کروں۔ اس خیال سے نزدیک جا کر سلام کیا چیں بابرو جواب سلام دیا۔ حال آنکہ جسم مبارک عرق میں تربتر ہو رہا تھا۔ میں نے کہا اصلحک اللہ۔ ایک شیخ شیوخ قریش ایسے وقت میں بایںحالت طلب دُنیا میں مشغول ہے۔ اگر اس حالت میں موت آپ کو ادراک کرے تو کیسی نازیبا بات ہے۔ آپ نے یہ سُنا تو ہاتھوں کو غلاموں کے شانوں سے اُٹھا لیا۔ اور راست ہو کر فرمایا۔ اگر اس وقت موت آجائے تو قسم خدا کی مجکو ایک طاعت میں طاعات خدا سے پائے گی۔ میں جانتا ہوں کہ تجھ سے اور تجھ جیسے اور لوگوں سے اپنی آبرو کی حفاظت کروں (غالباً اس وقت آپ کسی باغ یا کسی مزرعہ کو جا رہے تھے اور مقصود اس سے غلّہ وغیرہ کی دیکھ بھال تھی) موت کے آنے سے مجھے اس وقت اندیشہ ہوتا جبکہ نافرمانی خدا میں مصروف ہوتا۔ میں نے کہا یرحمک اللہ اردت ان اعظک فوعظتنی۔ رحمت خدا ہو تمہارے اوپر میں آپ کو نصیحت کرنا چاہتا تھا تم نے مجھ کو وعظ و پند کیا۔

گفتگوئے آنجناب باپسر نافع بن الازرق

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے مناقب میں نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن نافع کہا کرتا تھا۔ کہ اگر روئے زمین پر کوئی ایسا شخص معلوم کروں جو مجھے قائل کر دے کہ علی نے اہل نہروان کو حق پر قتل کیا اور اونٹ کی سواری مجھ کو اس کے پاس پُہنچا دے تو البتہ وہاں کا سفر کروں۔ کسی نے کہا انکی اولاد سے علی بن محمد باقر مدینہ میں صاحب علم و معرفت ہیں۔ ان سے پوچھ۔ عبداللہ مذکور حاضر خدمت ہوا تو آپ نے آدمی بھیجکر اہل مدینہ اولاد مہاجرین وانصار کو بلوایا۔ جب سب لوگ مسجد رسول اللہ میں جمع ہو گئے تو اس مجمع میں تشریف لائے اور کچھ کلام کے بعد فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے نبوّت سے ہمارا اکرام کیا اور ولایت سے ہم کو اختصاص کیا۔ اے پسران مہاجر

انصار - تم سے جس کسی کو کوئی حدیث منقبتِ امیر المؤمنین میں معلوم ہو اُٹھے اور اسے بیان کرے - لوگ اُٹھتے اور ذکر فضائل آنحضرت سے رطب اللسان ہوتے تھے - حدیث خیبر پر پہنچے - یعنی یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا لاعطین الرّایۃ غداً رجلا یحبّ اللہ ورسولہ ویحبّہ اللہ ورسولہ - کہ کل میں علم لشکر اس شخص کو دونگا جو خدا ورسول کو دوست رکھے اور خدا ورسول اس کو دوست رکھیں تو آپ نے فرمایا اے عبداللہ تیرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے - کہا ھو حقٌّ لاشک فیہ - اس کی صحت میں ذرا کلام نہیں - مگر علیؑ نے بعد میں احداث کفر کیا - ابو جعفرؑ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جس وقت علی کو دوست رکھا تو وہ سُبحانہ آگاہ تھا کہ وہ اہل نہروان کو قتل کرینگے - یا اس کو معلوم نہ تھا - اگر کہئے کہ نہیں جانتا تھا - تو جہالت اسکی طرف منسوب کرنے سے خود کافر ہو گیا - کہا نہیں وہ ضرور جانتا تھا - فرمایا تو خدا علی کو اپنی طاعت پر دوست رکھتا تھا یا معصیت پر - کہا اپنی طاعت پر - حضرت نے فرمایا فقم مخصوماً - تو اُٹھ کھڑا ہو درانحالیکہ مغلوب ومقہور ہے - ابن نافع اُٹھا اور اس کلمہ کا تکرار کرتا تھا - اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ - اللہ اچھی طرح جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت قرار دے۔

کلام آنجناب با نافع غلام عمرؓ بن خطاب

احتجاج میں ابو الربیع سے نقل ہوا ہے کہ وہ ابو جعفر محمد باقرؑ کے ساتھ حج کو گیا تھا - وہاں کی کیفیت بیان کرتا ہی اور کہتا ہے کہ ہشام بن عبدالملک بھی اس سال شام سے آیا اور نافع مولی عمرؓ خطاب اسکے ساتھ تھا - ایک روز اس نے حضرت کو رکن یمانی کے نزدیک دیکھا کہ لوگ آپ کے گرد جمع ہیں - کہنے لگا کہ میں جاتا ہوں - ایسا مسئلہ پوچھونگا جس کا جواب نبی یا وصی کے سوا کوئی نہ دیسکے ہشام نے کہا جاؤ شاید ان کو خجل کرسکو - نافع آیا اور لوگوں کے اوپر سے سر

نکال کر جھانکنے لگا۔ پھر کہا اے محمد بن علی میں نے توریت۔ انجیل۔ زبور۔ قرآن
کا مطالعہ کیا ہے اور انکے حلال و حرام کو معلوم کیا۔ تم سے وہ مسائل پوچھنا چاہتا
ہوں جس کو نبی یا وصی نبی ہی جانتے ہیں اور کوئی تیسرا انہیں جان سکتا۔ حضرت
ابو جعفر نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا جو چاہے سوال کر۔ کہا عیسیٰؑ و محمدؐ کے
درمیان کتنا فاصلہ تھا۔ فرمایا پانچ سو سال۔ کہا تو مجھے اس آیہ کے معنی بتایئے
واسئل من ارسلنا قبلك من رسلنا اجعلنا من دون الرّحمٰن الهةً
یعبدون۔ سوال کر تو ان رسولوں سے جن کو ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا ہے کیا
ہم نے سوائے خدا کے کوئی اور معبود ان کو بتائے ہیں جن کی عبادت کریں۔ تو
میرا سوال یہ ہے کہ جبکہ آپکے اور عیسیٰؑ کے درمیان پانچ سو برس کا فاصلہ
تھا تو کس سے محمد نے سوال کیا اور کیونکر سوال کیا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت
ابو جعفرؑ نے اس کے جواب میں یہ آیہ شریفہ تلاوت کی سبحان الّذی
اسرٰی بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصےٰ الّذی بارکنا
حوله لنریه من آیاتنا۔ (ترجمہ) پاک ہے وہ خدا جس نے اپنے بندہ کو ایک
رات مسجد الحرام سے مسجد اقصےٰ تک سیر کرائی کہ برکت دی ہم نے اس کے گرد
تاکہ دکھلائیں ہم اس کو کسی قدر اپنے نشانات سے۔ آپ نے فرمایا کہ ان آیات
سے جو حق تعالیٰ نے محمد مصطفےٰ کو شب اسریٰ میں دکھائیں۔ ایک یہ تھی کہ انبیاؑ و
مرسلین اوّلین و آخرین کو بیت المقدس میں جمع کیا۔ پس جبرائیل نے اذان و
اقامت کہی۔ اور حیّ علی خیر العمل کو اس میں داخل کیا اور محمد مصطفےٰ صلّی
اللہ علیہ و آلہ نے آگے بڑھ کر صفوف انبیاء و مرسلین کو نماز پڑھائی۔ فارغ
ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد کیا واسئل من ارسلنا قبلك الی آخر الآیه
حضرت نے حسب الامر الٰہی انؑ سے سوال کیا کہ کس امر کی تم شہادت دیتے ہو

اور کس معبود کی پرستش کرتے ہو۔ انہوں نے کہا شہادت دیتے ہیں کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدا کے اور یہ کہ تم رسول ہو اس کے۔ یہی عہد میثاق ہم سے لیا گیا ہے نافع نے کہا۔ راست کہا تم نے اے ابو جعفر۔ پھر کچھ اور سوال کئے اور جواب شافی پائے۔ آخر میں کہا ایک اور مسئلہ باقی رہ گیا ہے۔ فرمایا وہ کیا ہے۔ کہا میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کب سے ہے۔ حضرت نے فرمایا وائے ہو تجھ پر۔ تو مجھے بتلا کہ وہ جلّ شانہ کب نہتھا۔ پاک ہے وہ معبود کہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ یکتا و صمد ہے۔ نہ اس کے زوجہ ہے نہ پسر۔ نافع ہشام کے پاس واپس گیا تو اس نے پوچھا کیا کر آیا۔ نافع نے کہا اس ذکر کو چھوڑو۔ قسم خدا کی وہ علم میں تمام عالم سے زیادہ ہیں اور درحقیقت فرزند رسول اللہ ہونیکا فخر رکھتے ہیں

احتجاج آنجناب در پیشگاہ امام زین العابدینؑ

طبری علیہ الرحمہ نے امام حسن عسکری سے نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت زین العابدینؑ نے اپنی مجلس شریف میں مذکور کیا۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ تبوک کو جانے لگے تو علی بن ابیطالب کو حکم کیا کہ مدینہ میں توقف کریں۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ میں حضرت سے کسی موقعہ پر جدا نہیں ہوا۔ اس وقت حضور کے روئے انور پر نظر کرنے اور آپ کی ہدایت سے مہتدی ہونے سے کیونکر محروم رہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ یا علی تم راضی نہیں کہ مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ سے الا انہ لا نبیّ بعدی۔ یعنی فرق یہ ہے کہ ہارون موسیٰؑ کے بعد نبی ہوئے میرے بعد کوئی نبی نہو گا۔ تم یہاں قیام کرو تم کو وہی اجر و ثواب ملیگا جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ جانے میں حاصل ہوتا۔ اور جو لوگ بطوع و رغبت اور دین و یقین سے جائینگے ان کو ثواب ملیگا۔ اور اے علی بوجہ اس خلوص و محبت کے کہ خدا و رسول سے رکھتے ہو۔ حق تعالیٰ جبرئیل کو حکم دے گا کہ جس زمین پر ہم سفر کریں گے اور جہاں تمہارا

قیام رہے گا ان کو بلند کرے اور تمہاری بصارت کو قوت و توانائی بخشے گا کہ تم ہر حالت میں مجھ کو اور میرے اصحاب کو دیکھو اور جو انس تم کو میری اور میرے اصحاب کی رویت سے ہے تم سے فوت نہونے پائے گا۔ اور تم کو ہمارے ساتھ خط کتابت و رُسل و رسائل کی ضرورت باقی نہ رہیگی۔ یہ سُن کر ایک شخص اہل مجلس زین العابدین سے اُٹھا اور کہا یا ابن رسول اللہ۔ یہ امر علی کے لیئے کیونکر روا ہو سکتا ہے۔ ایسی باتیں خدا کے لئے مخصوص ہیں دوسرا اس کا شریک نہیں۔ امام زین العابدین ع نے فرمایا۔ اے بندۂ خدا یہ علی کا نہیں رسول اللہ کا معجزہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قطعات ارض کو بلند کیا اور علی کی بینائی کو توانائی بخشی جو دیکھنا تھا دیکھا۔ اور ادراک کیا۔ یہ سب کچھ رسول خدا کی دعا کی وجہ سے اس کی برکت تھی۔ امام محمد باقر کہ اس مجمع میں حاضر تھے بولے۔ اے بندۂ خدا یہ امت علی کے حق میں کس قدر ظلم روا رکھتی ہے مطلق انصاف نہیں کرتی کہ ان امور کو آنحضرت ع سے منع کرتی ہے جو دیگر صحابہ کے لئے جائز جانتی ہے۔ حال آنکہ وہ حضرت فضل و شرف میں دیگر صحابہ کی نسبت بڑھے ہوئے ہیں۔ اس پر ایک شخص بولا یا ابن رسول اللہ یہ کیونکر ہے فرمایا یہ اس طرح ہے کہ تم ابو بکر کے دوستوں کو دوست رکھتے ہو۔ اور اس کے دشمنوں سے کوئی کیوں نہو دشمنی ہے۔ علیٰ ہذا عمر کے دوستوں کے دوست ہو اور دشمنوں کے دشمن کائناً من کان۔ اور عثمان کے ساتھ بھی تمہارا یہی برتاؤ ہے مگر علی کے ساتھ تمہارا ایسا سلوک نہیں۔ بلکہ کہتے ہو کہ ان کے دوستوں کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں مگر دشمنوں کے دشمن نہیں ان سے بھی دوست ہیں۔ حال آنکہ یہ ان کے لئے جائز نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ۔ خداوندا دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے۔ اور دشمنی کر اس سے جو علی کے ساتھ دشمنی کرے

اور نصرت و یاری کر اس کی جو علی کی نصرت و یاری کرے۔ اور مخذول کر اور ترکِ
نصرت کر اس کی جو اُس کی ترک نصرت کرے۔ کیا اس کے بعد تمہارا یہ خیال ہے
کہ اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں سے عداوت نہ رکھے گا اور ان کو مخذول نہ کرے گا۔
پس کہاں انصاف کیا انہوں نے علی کے ساتھ۔ دیکھو یہ کہ جب ان لوگوں کے
سامنے علی علیہ السلام کی کسی ایسی فضیلت کا ذکر ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بدعاء
رسول و کرامت آنحضرتؐ آپ کے ساتھ مخصوص کیا تو وہ اس کا انکار کرتے ہیں
حالانکہ دیگر صحابہ کے حق میں ویسی ہی فضیلت کو شوق سے قبول کرتے ہیں
چنانچہ عمرؓ خطاب کے مقدمے میں کہتے ہیں کہ منبر مدینہ پر خطبہ کہہ رہے تھے کہ یکایک
خطبہ کے درمیان پکار اُٹھے یا ساریۃ الجبل۔ حاضرین کو تعجب ہوا کہ اثناء خطبہ
میں یہ بےمعنی کلام کیسا۔ خطبہ و نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت کیا کہ خطبہ کے بیچ میں
یا ساریۃ الجبل کے جملے سے آپ کا کیا مدعا تھا۔ کہا میں خطبہ پڑھ رہا تھا کہ
مجھے ان مسلمان بھائیوں کا خیال آیا جو نہاوند میں کفار کے ساتھ جنگ و جہاد
میں مصروف ہیں اور سعد بن ابی وقاص ان پر امیر ہے۔ پس اللہ نے حجابوں
کو میرے آگے سے اُٹھا دیا۔ اور میری نظر کو قوت بخشی کہ میں نے ان کو دیکھا
کہ ایک پہاڑ کے دامن میں صفوف حرب آراستہ کی ہیں اور کفار سے کچھ لوگ ساریہ
اور اس کے ساتھیوں کی پُشت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں کہ ان کو آگے پیچھے سے
گھیر کر ہلاک کریں۔ پس میں نے کہا اے ساریہ پہاڑ سے مل جاؤ تاکہ وہ تمہارا احاطہ
نہ کر سکیں۔ پس انہوں نے جبل سے ملحق ہو کر جنگ کیا اور کفار پر فتح پائی۔ تم اس وقت
کو اپنے پاس لکھ رکھو عنقریب قاصد خبر فتح لیکر آئے گا اس
وقت صداقت اس کلام کی معلوم ہو جائے گی۔ پس حضرت محمد باقر ع نے فرمایا کہ مدینہ
اور نہاوند کے درمیان پچاس منزل سے زیادہ کا فاصلہ تھا۔ جب عمرؓ کے لئے جائز

ہے کہ مدینہ میں نہاوند کا معرکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ علی کے لئے یہ امر کیوں جائز نہیں مگر یہ لوگ ذرا انصاف نہیں کرتے اور ناحق مکابرہ کرنے لگتے ہیں۔

جوابات مسائل

احتجاج میں ابوبصیر سے روایت ہے کہ مولانا ابو جعفر محمد باقرؑ حرم کعبہ میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کے دوستوں اور شیعوں کی ایک جماعت حاضر خدمت تھی۔ اس وقت طاؤس صوفی یمانی معہ ایک گروہ اپنے اصحاب کے وہاں آیا۔ اور حضرت سے کہنے لگا کہ آپ مجھ کو سوال کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ ہماری جانب سے اجازت ہے جو چاہے سوال کر۔ عرض کی مجکو خبر دیجئے کہ مجموعۂ انسانی کا ثلث یعنی تہائی حصّہ کب ہلاک ہوا۔ فرمایا اے شیخ تم کو وہم ہوا۔ پوچھنا چاہتا تھا کہ ربع النّاس یعنی چوتھائی آدمی کب ہلاک ہوئے سو وہ وہ دن تھا جبکہ قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ کیونکہ اس دن آدم۔ حوّا۔ قابیل۔ ہابیل فقط چار آدمی تھے۔ ہابیل کے قتل ہونے سے ربع یعنی چوتھائی انکا ہلاک ہوگیا۔ طاؤس نے کہا درست ارشاد کیا آپ نے۔ واقعی مجھ سے سوال میں غلطی ہوئی۔ بروایت دیگر آپ نے فرمایا جانتا ہے کہ قابیل کے ساتھ اس جرم میں خدا کی طرف سے کیا سلوک ہوا کہا نہیں۔ فرمایا آفتاب میں لٹکا ہوا ہے۔ کھولتا پانی اُس پر گرایا جاتا ہے تا روز قیامت۔ عرض کی اب یہ فرمائیے کہ نسل آدم کس سے جاری ہوئی۔ قاتل سے یا مقتول سے۔ فرمایا ان دونوں سے نہیں بلکہ ابوالبشر شیث بن آدم سے۔ پھر پوچھا کہ آدم کا نام آدم کیوں ہوا۔ فرمایا اس لئے کہ ان کی مٹی ادیم[۱] (زیریں) زمین سے اُٹھائی گئی۔ کہا حوّا کو حوّا کس لئے کہا گیا

[۱] الادمۃ باطن الارض ۱۲ ق

فرمایا چونکہ ان کی خلقت پہلوئی حیّ یعنی ضلع آدم سے ہوئی تھی۔ کہا ابلیس کی
وجہ تسمیہ ارشاد ہو۔ کہا بلس کے معنی یاس کے ہیں۔ چونکہ وہ رحمتِ خدا سے
مایوس ہوا یہ نام پایا۔ کہا جن کو جن کیوں کہتے ہیں۔ فرمایا جنن کے معنی استتار
و پردے کے ہیں چونکہ وہ آنکھوں سے مستتر و پوشیدہ رہتے ہیں نظر نہیں
آتے لہذا اس نام سے موسوم ہوئے۔ کہا پہلا جھوٹ بولنے والا مخلوقات میں
کون ہوا۔ فرمایا شیطان لعین کہ اس نے کہا انا خیر منہ میں آدم سے بہتر ہوں
خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔ مجھ کو آگ سے تو نے پیدا کیا ان کو مٹّی سے
عرض کی وہ کون لوگ تھے جنہوں نے شہادت برحق دی مگر جھوٹے تھے۔ فرمایا
منافقین جنہوں نے کہا نشہد انک لرسول اللہ گواہی دیتے ہیں ہم کہ تم رسولِ خدا
ہو۔ اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے واللہ یعلم انک لرسولہ اور اللہ جانتا ہے کہ تو
درحقیقت اس کا رسول ہے۔ واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون۔ اور
شہادت دیتا ہے کہ وہ منافق لوگ کاذبین و دروغگو ہیں۔ کہا وہ کونسا پرندہ ہے
جو کل ایک مرتبہ اُڑا اس کے پہلے پیچھے کبھی نہیں اُڑا۔ فرمایا وہ طورِ سینا ہے
اللہ تعالیٰ نے اس کو بنی اسرائیل پر پرّاں کیا جبکہ اس نے اپنے ایک بازو
سے ان پر سایہ ڈالا جس میں طرح طرح کے عذاب بھرے ہوئے تھے تا اینکہ
انہوں نے توراۃ کو قبول کیا۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے و اذ نتقنا الجبل فوقھم کانّہٗ
ظلّۃ و ظنّوا انّہٗ واقع الخ جبکہ بلند کیا ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر گویا وہ ان پر سایہ
افگن ہے اور گمان کیا انہوں نے کہ وہ ان کے اوپر گرنے والا ہے۔ کہا وہ کونسا
رسول ہے خدا کا جس کو اس سبحانہ نے مبعوث کیا اور وہ نہ جن سے ہے نہ انسان
نہ فرشتہ۔ فرمایا وہ نمل (چیونٹی) ہے۔ جبکہ اس نے اور چیونٹیوں کو پیغام ربّانی
پہنچایا کہ اے چیونٹیو اپنے مسکنوں میں داخل ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تم کو سلیمان اور

ان کا لشکر نادانستگی سے پاؤں میں کچل ڈالے۔ کہا وہ کون شخص تھا جس پر جھوٹی تہمت لگائی گئی وہ جن وانس ملائکہ سے تھا اور قرآن میں اس کا ذکر آیا ہے۔ فرمایا وہ بھیڑیا تھا جس پر برادران یوسفؑ نے آنحضرتؑ کے کھا لینے کی تہمت لگائی تھی عرض کی وہ کیا شے ہے کہ کمتر اس کا حلال اور زیادہ حرام ہے۔ فرمایا وہ نہر طالوت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں اس کی بابت فرماتا ہے الا من اغترف غرفۃ بیدہٖ۔ مگر وہ جو کوئی چلّو بھر پانی اس سے لے۔ عرض کی وہ کون سی صلوٰۃ (نماز) ہے جو بلا وضو پڑھی جاسکتی ہے اور کونسا روزہ ہے جو آدمی کو کھانے پینے سے نہیں روکتا فرمایا صلوٰۃ بیوضو صلوٰۃ (درود) ہے اوپر محمد وآل محمد۔ اور صوم غیر مانع خورد و نوش صوم عن الکلام ہے۔ بموجب قول حق تعالیٰ انی نذرت للرحمٰن صوما فلن اکلم الیوم انسیا۔ یعنی جناب مریم نے فرمایا کہ میں نے خدا کے لئے روزہ نذر کیا ہے کہ آج کے دن کسی آدمی سے کلام نکرونگی۔ عرض کی ایسی کون شے ہے کہ کم وزیادہ ہوتی ہے اور وہ کیا ہے جو زیادہ ہوتی ہے کم نہیں۔ اور وہ کیا ہے کہ کم ہوتی ہے زیادہ نہیں ہوتی۔ فرمایا کم وزیادہ ہونے والی شے قرص قمر ہے کہ کبھی زیادہ کبھی کم ہوتا رہتا ہے اور زیادہ ہونے والا بلا کم وکاست کے بحر محیط یعنی سمندر ہے۔ اور جو کم ہوتی ہے زیادہ نہیں ہوتی وہ عمر ہے۔

ہزار مسائل کا ایک ساعت میں جواب دینا

مناقب میں حبابۂ والبیہ سے نقل ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے حرم مکہ میں عصر کے بعد ایک مرد کو مقام ملتزم یا حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان ایک بلند جگہ پر دیکھا۔ کمربستہ سر پر عمامہ سبز رکھے ہوئے۔ کف دست کھولے نظر آسمان کی طرف اٹھائے درگاہ الٰہی میں دعا کر رہے ہیں پس خلقت نے چاروں طرف سے ان کو گھیر لیا۔ اور مشکل سے مشکل مسئلے آپ سے

دریافت کرتے تھے۔ تاآنکہ آپ نے ایک ہزار مسئلوں کے جواب شافی عطا کئے
پھر وہاں سے اُٹھ کر اپنے قیام گاہ کو روانہ ہوئے۔ اس وقت ایک منادی
نے پکار کر کہا الا ان ھذا النور الابلج المسرج النسیم الارج والحق المرج
آگاہ رہو کہ یہ نور رخشندہ و تاباں ہے کہ ہدایت خلق کے لئے بھیجا گیا۔ اور نسیم
وزندہ و خوشگوار و امام برحق ہے جس کی قدر ضائع ہو رہی ہے۔ بعض اشخاص
پوچھتے تھے۔ یہ کون بزرگوار ہے جواب ملتا تھا ھذا محمد بن علی بن الحسین بن
علی بن ابیطالب باقر علم الاولین والاخرین۔ بروایت ابوبصیر پوچھنے
والوں کو یہ جواب ملتا تھا۔ الا ان ھذا باقر علم الرسل ومبین السبل ھذا
خیر من رسخ فی اصلاب اصحاب السفینة ھذا ابن فاطمة الغراء
العذراء الزھراء ھذا بقیة اللہ فی ارضہ ھذا ناموس الدھر ھذا
ابن محمد وخدیجہ وعلیؑ وفاطمہؑ وھذا منار الدین القائمہ۔ آگاہ ہو
کہ یہ شگافندہ علوم انبیاء و رسل و نمائندہ راہ راست و بہترین پائندگان در
پشتہائے اصحاب کشتی نوح اور یہ بیٹا ہے فاطمہ زہرا عذرا غرّا کا۔ اور بقیہ خدا
ہے اس کی زمین میں ناموس زماں پسر محمد مصطفےٰؐ و خدیجہ کبریٰ و فرزند علی مرتضیٰ و
فاطمہ زہرا۔ و منار قائم دین خدا ہے۔

خانہ کعبہ کے حق میں ہزار درم کی وصیت

مناقب میں ہے کہ کسی شخص نے خانہ کعبہ کے لئے اپنے ترکے سے ہزار درم کی وصیت کی وصی نے مکہ میں آ کر دریافت کیا۔ لوگوں نے
بنی شیبہ کلید داران خانہ کعبہ کی طرف دلالت کی۔ اس نے ان کے پاس جا کر
حال بیان کیا۔ انہوں نے کہا روپیہ ہمارے حوالے کر تو بری الذمہ ہو جائے گا
مگر اوروں نے کہا ابو جعفر محمد باقر یہاں تشریف رکھتے ہیں ان سے یہ مسئلہ پوچھنا

چاہیئے۔ وہ خدمتِ اقدس میں آکر مستفسر ہوا۔ آپ نے فرمایا خانہ کعبہ تیرے روپیہ سے مستغنی ہے تو زائرین خانہ کعبہ سے ان لوگوں کو تلاش کر جو راہ میں لوٹے گئے یا کسی اور صورت سے ان کا زادراہ تلف ہو گیا۔ یا سواری کا جانور مر گیا۔ یا راہ بھٹک کر کسی اور آفت کا سامنا ہوا اور مراجعت وطن پر قادر نہ ہے۔ اس روپیہ سے ان کی امداد کر۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور اپنے گھر کو چلا گیا۔

مختلف مسائل کے جوابات

مناقب میں ہے کسی نے عبداللہ بن عمر سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جس کو وہ نجانتے تھے۔ کہا اس لڑکے کے پاس جا کر دریافت کرو اور جو کچھ وہ جواب دے اس سے مجھے بھی مطلع کیجیو اور ابو جعفر محمد باقر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ شخص حاضر خدمت بابرکت ہو کر مستفسر مسئلہ ہوا اور جواب شافی پا کر ابن عمر کے پاس گیا۔ اور اسے خبر دی۔ عبداللہ نے جواب حضرت کا سنکر کہا۔ ہم اہلبیت مفهمون۔ وہ اس گھروالے ہیں جن کو حق تعالیٰ کی طرف سے افہام و تفہیم ہوتا ہے۔

دیگر۔ علل الشرائع میں ہے کہ آنحضرت صلوات اللہ علیہ وآلہ سے نیک خلقی اور بد اخلاقی کی بابت سوال کیا گیا کہ آدمیوں میں یہ اختلاف کیونکر پیدا ہوا جبکہ ایک ماں باپ سے پیدا ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آدمؑ کے پاس ایک حور جنت بھیجی تھی جس کو آپ نے اپنے ایک بیٹے سے تزویج کیا اور پسر دیگر کا ایک زنِ جنیہ کے ساتھ عقد باندھا۔ ان دونو سے جو اولاد ہوئی انکے باہم نکاح ہوئے۔ پس جس قدر حسن و جمال و اخلاق حسن اولاد آدم میں پائے جاتے ہیں وہ حور کا اثر ہے اور جتنی بدخوئی ہے وہ زنِ جنیہ کا۔ راوی کہتا ہے کہ آنحضرتؑ کو اس سے انکار تھا کہ نسل آدم انکے بیٹے بیٹیوں میں نکاح ہونیسے جاری ہوئی

دیگر۔ کسی نے سوال کیا کہ ایک جزیرہ میں بہت سے بیضے پائے گئے انڈا دینے والے جانوروں کو نہیں دیکھا۔ آپ کا کیا حکم ہے ان کو کھائیں یا نہ کھائیں۔ فرمایا جس کی دو طرفیں مختلف ہوں وہ انڈے کھاؤ جن کی یکساں ہوں ان کو ترک کرو۔

دیگر۔ محمد بن مسلم نے متاعی عورت کے میراث نہ پانے کا سبب پوچھا۔ فرمایا وہ اُجرت لینے والی ہے۔ نکاح میں گواہوں کی ضرورت کی وجہ دریافت کی فرمایا حفظ نسل و قسمت میراث کے لئے ان کی ضرورت ہے۔

دیگر۔ علی بن محمد بن القاسم علوی نے استفسار کیا کہ آدم نے حج کیا تو سر کس سے منڈوایا تھا۔ فرمایا آنحضرت کے لئے جنّت سے ایک پارہ یاقوت آیا تھا۔ اس کو سر پر پھیرا بال گر گئے۔

دیگر۔ غسل میّت و غسل غاسل کی بابت پوچھا گیا۔ فرمایا میت جنب ہوتی ہے اور ملائکہ طاہر و مطہر اس سے ملاقات کرتے ہیں۔ اس لئے اس کا پاک کرنا لازم ہوا اور غسل دینے والے کی بھی مومنین با صدق و یقین سے ملاقات ہوتی ہے اور نماز جنازہ اس لئے ہے کہ مومنین اس کے حق میں حق تعالیٰ سے شفاعت خواہ ہوں اور اسکی مغفرت کی دُعا کریں۔

دیگر۔ ابو بکر حضرمی نے تکبیرات نماز جنازہ کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا نمازہائے پنجگانہ سے ان کی تعداد لی گئی ہے۔ ہر نماز کے مقابلے میں ایک تکبیر۔ اس لئے پانچ تکبیریں ہوئیں۔

سببِ بنارِ کعبہ

اہل شام سے ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر بنار کعبہ کی ابتدا کی بابت سوال کیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ بتحقیق کہ میں زمین پر اپنا ایک خلیفہ مقرر کرتا ہوں۔ انہوں نے ارشاد خداوندی کی تردید کی کہ تو ان کو مقرر کرتا ہے جو زمین پر فساد اور خونریزی کریں۔ ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں ہم کو خلیفہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے انکا قول قبول نکیا۔ تب

انہوں نے جانا کہ خطاء عظیم ہم سے سرزد ہوئی۔ پس وہ عرش الٰہی سے پناہ گیر ہوئے
اور اس کے گرد سات بار طواف کیا تاکہ حق جلّ وعلیٰ ان سے راضی و خوشنود
ہو جائے۔ حق تعالیٰ نے ان کو ارشاد کیا کہ زمین پر جاؤ اور وہاں ایک مکان تعمیر کرو
جہاں گنہگار بندے پناہ گیر ہوویں اور اسی طرح جیسا تم نے میرے عرش کے گرد
طواف کیا وہ ہی شرائط طواف اس بیت معظم کے گرد بجالائیں تاکہ میں ان سے
بھی اسی طرح راضی ہوں جیسا کہ تم سے رضامند ہوا۔ پس انہوں نے اس خانہ
اعظم کو بنا کیا۔ اس مرد نے کہا راست فرمایا تم نے اے ابوجعفر۔

ابتداء حجر اسود

پھر اس نے کہا سنگ اسود کا شروع کیا ہے۔ فرمایا
جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے عہد و میثاق لیا تو ایک نہر
جاری کی جو شہد سے شیریں اور مکھن سے نرم تھی۔ پھر قلم کو امر کیا وہ اس سے
ولی ہوا پس ان کا اقرار لکھ لیا۔ اور جو کچھ روز قیامت تک ہونے والا تھا تحریر
کیا۔ پس وہ کتبہ اس پتھر کے منہ میں دیدیا۔ یہ استلام حجر جو تم دیکھتے ہو۔ یہ انکی
بیعت ہے اپنے پہلے اقرار پر۔ میرے پدر بزرگوار جس وقت استلام رکن فرماتے
تھے تو کہتے تھے پروردگارا یہ میری امانت ہے جس کو ادا کیا اور عہد و میثاق ہے
جسکی یاددہانی کی تاکہ تو اس کے پورا کرنے کی شہادت دے۔ اس مرد نے کہا
صدقت یا ابا جعفر۔ پھر وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ جناب باقرؑ نے اپنے فرزند
ارجمند حضرت صادقؑ سے فرمایا ذرا اس مرد کو میرے پاس تو لاؤ۔ حضرت کوہ صفا تک
اس کے پیچھے گئے۔ مگر اس کا نشان نہ ملا۔ جناب باقرؑ نے فرمایا۔ میرا خیال ہے کہ
وہ خضر پیغمبر تھے۔

سوال قریش از اکبر کبائر۔

کافی میں احمد بن اسمٰعیل کاتب نے اپنے باپ سے
روایت کی ہے۔ اس نے کہا حضرت ابوجعفر

مسجد الحرام میں تشریف لائے۔ تو چند اشخاص نے قریش سے آپ کو دیکھ کر کہا یہ کون ہے۔ کسی نے کہا یہ امام اہل عراق محمدؑ بن علیؑ ہیں۔ ایک نے کہا کسی کو آپ کے پاس بھیجکر کوئی مسئلہ دریافت کرنا چاہئے۔ پس ایک جوان ان میں سے خدمت میں آکر کہنے لگا۔ گناہانِ کبیرہ میں سے سب سے بڑا کونسا گناہ ہے۔ آپ نے فرمایا شراب پینا۔ اس نے واپس ہوکر یہ جواب اوروں کے آگے بیان کیا۔ انہوں نے کہا پھر وہاں جا۔ دوبارہ آیا۔ آپ نے فرمایا اے برادر زادے میں نے تجھ کو نہیں کہہ دیا کہ اکبر کبائر شرب خمر ہے۔ بتحقیق کہ شراب خواری اپنے صاحب کو زنا میں ڈالتی ہے۔ چوری کراتی ہے اور قتل نفس پر برانگیختہ کرتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔ حتیٰ کہ شرک خدا سے شرابخوار نہیں چوکتا۔ اور شراب کے آثار تمام بدکاریوں سے بڑھ کر ہیں جیسا کہ اس کا پیڑ (انگور کا درخت) تمام اشجار سے اونچا ہو جاتا ہے۔

دیگر۔ آنحضرتؑ نے فرمایا جبکہ نوح درخت لگانے پر مامور ہوئے تو ابلیس ان کے ایک جانب کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ ھٰذہ الشجرۃ لی۔ یہ درخت یعنی انگور کا پیڑ میرے لئے ہے۔ نوح علیہ السلام نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے۔ شیطان نے کہا تو میرے لئے اس میں کس قدر ہے۔ آپ نے فرمایا لک الثلثان تیرے لئے دو ثلث ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اسی جگہ سے ہے کہ شیرۂ انگور دو ثلث جل جاتا ہے تو ثلث باقی حلال رہ جاتا ہے۔

سوال از وجہ وجوب غسل میّت

نیز۔ کافی میں ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ عبد اللہ بن قیس الماصر حضرت ابو جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی مجھ کو خبر دیجئے کہ میّت کو غسل جنابت کیوں دیتے ہیں۔ فرمایا تجھے نہ بتاؤں گا۔ عبد اللہ وہاں سے نکلا اور

شیعوں سے ملکر کہنے لگا۔ اے معشر شیعہ تعجّب ہے کہ تم اس شخص کو دوست رکھتے ہو اور اس کی اطاعت کرتے ہو حتیٰ کہ اگر وہ کہے تو پرستش کرنے لگو۔ میں نے ایک مسئلہ پوچھا تھا۔ جواب نہ دے سکے۔ سال آئندہ پھر حاضر ہوا اور اپنا وہی سوال پیش کیا۔ پھر وہی جواب پایا تو یہ تدبیر کی کہ اپنے اصحاب سے ایک شخص کو شیعوں میں بھیجا کہ آپ کے پاس جاکر اپنے تئیں شیعہ ظاہر کر اور میرے اوپر لعن و تبرّا کر۔ پس حج کے دنوں میں میرے پاس آنا کہ تجھے زادراہ دوں اور تو انکے ہمراہ حج کو روانہ ہو حتیٰ کہ ان کی رفاقت میں امام باقرؑ کی مجلس میں پہنچے۔ اس وقت ان سے دریافت کرنا کہ میّت کو غسل جنابت کیوں دیتے ہیں۔ پس وہ شخص مجمع شیعان میں داخل ہوا اور ان کے حالات و مقالات دیکھ سُن کر تہ دل سے شیعہ ہوگیا۔ مگر عبداللہ سے اس کو ظاہر نہ کیا۔ موسم حج آیا تو اس کے پاس جاکر خرچہ لیا اور شیعوں کے ساتھ مناسک حج بجا لایا۔ فارغ ہوکر مدینہ آیا۔ یہ لوگ اس کو قیام گاہ پر سامان کی نگہبانی پر چھوڑ گئے کہ ہم حضور میں تیرا ذکر کر کے اجازت لینگے۔ پھر تجھ کو ہمراہ لے جائینگے۔ حاضر خدمت ہوئے تو بعد جواب سلام پہلا کلام آپ کا یہ تھا کہ اس مرد نو مومن کو کیوں ہمراہ نہ لائے۔ یہ کیا مروّت کی بات ہے۔ پھر کسی کو بھیجکر اس کو بلوایا۔ حاضر ہوا تو ارشاد کیا۔ مرحبا ہو تیرے اوپر اب اپنے تئیں کیسا پاتا ہے یعنی پہلے کی نسبت کیا فرق ہے۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ پہلے قطعاً گمراہ تھا۔ اب راہِ راست پر ہوں۔ فرمایا راست ہے لیکن بہ نسبت سابق اب عبادت گراں و ثقیل معلوم ہوتی ہوگی۔ پہلے کی طرح ہلکی پھلکی نہ لگتی ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حق ہمیشہ ثقیل ہوتا ہے۔ شیطان ہمہ وقت ہمارے شیعوں کے درپے رہتا ہے۔ کیونکہ اوروں نے اس کو اپنے نفسوں سے روکدیا ہے۔ اب میں تجھ کو اس سوال کی بابت خبر دیتا ہوں جس کے دریافت

کے لئے قیس ناصر نے تجھے کہہ رکھا ہے اور تجھکو اختیار دیتا ہوں کہ چاہے تو اس سے کہہ دینا۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے خلائق کو پیدا کیا۔ جب وہ جل شانہٗ کسی مخلوق کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کارکنوں کو حکم دیتا ہے کہ تھوڑی مٹی جس کی نسبت قرآن میں کہتا ہے۔ منها خلقنا کم وفیها نعیدکم ومنها نخرجکم تارۃً اُخریٰ۔ کہ اسی سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں واپس کرینگے اور پھر دوبارہ اسی سے نکالیں گے۔ پس اس کو اس نطفہ کے ساتھ جس سے وہ مخلوق کرنا چاہتا ہے خمیر کراتا ہے۔ چالیس روز تک بعد اس کے کہ نطفہ رحم مادر میں قرار لے۔ چار مہینے اس پر گزر جاتے ہیں تو ملائکہ عرض کرتے ہیں اے پروردگار ہمارے کون مخلوق اس سے خلق کرنا چاہتا ہے۔ غرض زن و مرد سفید و سیاہ سے جو کچھ مقصود ہوتا ہے اس سے مطلع کرتا ہے۔ جس وقت روح اس کے بدن سے مفارقت کرتی ہے تو وہ نطفہ بعینہٖ اسکے جسم سے نکل جاتا ہے۔ میّت مرد ہو یا عورت صغیر ہو یا کبیر اس لئے اس کو غسل دینا ضروری ہے۔ اس شخص نے کہا یا ابن رسول اللہ میں ہرگز پسر قیس ناصر کو اس سے مطلع نکروں گا۔ فرمایا یہ تجھ کو اختیار ہے۔

کسی نے نماز وتیرہ کی بابت پوچھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے روز و شب میں کُل سترہ رکعت نماز واجب مقرر کیں۔ اور رسول اللہ نے چونتیس رکعت نافلہ اس میں اضافہ فرمالیں پس یہ کل اکیاون رکعت ہوگئیں۔

ماہواری حیض اور ایک حدیث طولانی میں فرمایا کہ زمانۂ نوح علیہ السلام میں عورت کو سال بھر میں ایک بار حیض آتا تھا حتیٰ کہ ان سے بقدر سات سو عورتوں کے مردوں کے ساتھ بیٹھنے اور عیدوں میں شریک ہونے لگیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ماہواری حیض میں مبتلا کیا۔ پس وہ مردوں کی مجالس سے نکالی گئیں بعد ازاں ماہواری حیض والیوں کے لڑکے سالانہ حیض والیوں کی لڑکیوں سے بیاہے گئے اور ان سے اولاد پیدا ہوئی

پس ان کی لڑکیوں کو ماہواری حیض آیا۔ پس ان عورات کی اولاد جنہیں ماہواری حیض آتا تھا کثیر ہوئی بہ نسبت ان کی اولاد کے جو سال بھر میں ایک مرتبہ حیض دیکھتی تھیں۔ بوجہ اس کے کہ ان کا حیض مستقیم تھا اور سال والیوں کا خون فاسد۔ پس انکی نسل بڑھی اور پھیلی اور دوسریوں کی نسل گھٹتے گھٹتے فنا ہو گئی۔

حکم خدا میں اختلاف نہونا چاہیئے

مناقب میں ہے کہ عبداللہ بن عباس سے فرمایا میں تم کو خدا کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کہ آیا حکم خدا مختلف ہوتا ہے۔ کہا نہیں فرمایا تو تم اس مرد کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ جس نے اپنے آپ اپنے ہاتھ کی انگلیوں پر تلوار ماری حتیٰ کہ وہ کٹکر علیحدہ جا پڑیں۔ بعد ازاں ایک اور شخص آیا اور اس نے اس کے تلوار لگائی۔ اس سے اسکی باقی ہتھیلی قطع ہو گئی۔ وہ اس کف بریدہ کو لیکر تمہارے پاس آیا در انحالیکہ تم قاضی ہو تو اس مقدمے میں کیا فیصلہ کرو گے۔ ابن عباس نے کہا میں اوّل اس قاطع کف کو کہوں گا کہ کف دست کی دیت ادا کر۔ پھر مقطوع سے کہوں گا کہ جتنے پر چاہے اس کے ساتھ فیصلہ کر لے یا دونوں طرف سے ایک ثالث مرد عادل مقرر کیا جائے گا کہ باہم مصالحت کر لیں۔ حضرت نے فرمایا تو اختلاف ہے حکم خدا میں تو نے قول ثانی سے اوّل کا نقض کیا۔ اللہ کا یہ کام نہیں کہ اپنی مخلوق میں وہ شے حدود سے حادث کرے۔ جس کی شرح دفعۃً عالم میں نہو پہلے قاطع کف کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔ پھر انگلیوں کی دیت اس کو مقطوع سے دلوائی جائیگی۔ یہ ہے حکم خدا کا اس مقدمے میں۔

نیز سوال کیا گیا کہ آفتاب کس لئے گرم ہے اور ماہتاب کیوں ٹھنڈا ہے۔ باوجودیکہ دونوں نورانی و روشن ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو نور آتش و صفائی آب سے پیدا کیا ایک پرت آتش کی ہے تو ایک پانی کی۔ حتیٰ کہ سات طبقے یکے بر دیگرے پڑتے چلے گئے سب سے اوپر لباس آتش سے انسے ملبس کیا۔ یہ وجہ اسکی حدت و حرارت کی ہے

بخلاف ماہتاب کے کہ ہر چند اسکی تہیں بھی نور و نار و ضیاء آب سے ہیں الا اسکے اوپر کا لباس اس کا پانی کا ہے اس لئے وہ ٹھنڈا ہے۔

عکرمہ مولائے ابن عباس کا مرعوب ہونا

ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ جس سال ہشام بن عبد الملک حج کو آیا۔ حضرت ابو جعفر محمد بن علیؑ بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ دیکھا کہ لوگ حضرت پر گرے پڑتے ہیں۔ عکرمہ آزاد کردہ ابن عباس بولا کہ یہ کون ہے جس کے اوپر خلائق یوں ٹوٹ رہی ہے۔ اسکی پیشانی پر علم کی چمک معلوم ہوتی ہے۔ میں البتہ اس کا امتحان کروں گا۔ حضرت کے سامنے گیا تو بدن میں تھرتھری پڑ گئی۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ میں بارہا ابن عباس و دیگر علماء کی مجلس میں بیٹھا ہوں مگر حضرت کے سامنے کانپنے لگا۔ فرمایا وائے ہو تجھ پر اے شامیوں کے غلام تجھے تو اس وقت ان بیوت کے آگے ہے کہ اذن دیا ہے اللہ نے کہ ان کا رتبہ بلند ہو اور ذکر خدا ان میں ہوتا رہے۔

سفر آنجناب بملک شام حسب الطلب ہشام بن عبد الملک

بحار میں نقل ہے کہ ایک سال ہشام خلیفہ حج کو آیا۔ ابو جعفر محمد باقر مع اپنے فرزند دلبند ابو عبد اللہ جعفر صادق بھی اسی تقریب سے مکہ میں منزل گزیں تھے۔ ایک روز جناب صادقؑ نے خطبہ کہا اور اس میں ارشاد کیا۔

الحمد للہ الذی بعث محمداً بالحق نبیاً واکرمنا بہ فنحن صفوۃ اللہ علی خلقہ وخیرتہ من عبادہ وخلفائہ فی ارضہ فالسعید من اتبعنا والشقی من عادانا وخالفنا۔

کہ تمام محامد حق تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے محمد مصطفیٰ کو بحق مبعوث برسالت کیا اور ہم کو آنحضرت کی وجہ سے عزت بخشی پس ہم برگزیدہ خدا ہیں اس کی خلقت میں اور چیدہ ہیں اس کے بندوں میں اور اسکے خلیفہ ہیں اس کی زمین میں پس نیک بخت ہے

وہ جس نے ہماری پیروی کی۔ اور شقی ہے جو ہماری عداوت ومخالفت کا مرتکب ہوا۔
راوی کہتا ہے کہ مسلمہ بن عبدالملک ہشام کا بھائی اس مجمع میں حاضر تھا۔ اس نے ہشام کو
اسکی خبر دی وہ مردود وہاں تو خاموش رہا۔ مگر دمشق میں پہنچا اور حضرت بھی مدینہ کو
واپس ہوئے تو اپنے عامل کو جو اس کی طرف سے مدینہ میں منصوب تھا لکھ بھیجا کہ باپ
بیٹے دونوں کو یہاں بھیجدو۔ لاجرم جناب باقرؑ وصادقؑ مہیائے سفر شام ہوئے۔ دمشق
میں پہنچے تو تین دن تک اپنے حضور میں بار نہ دیا۔ چوتھے روز اجازت ہوئی تو خود
تختِ سلطنت پر بیٹھا اور خواص وسرداران لشکر کو اس کے دو جانب دو قطاروں میں
مسلح کھڑا کیا اور پیشیر وایک آماجگاہ ترتیب دی تھی جس پر شیوخ بنی امیہ تیر لگاتے تھے حضرت
وہاں داخل ہوئے تو آگے آگے باپ پیچھے پسر۔ ہشام نے جناب باقرؑ کو کہا اے

تیر افگنی جناب باقرؑ پیش ہشام بن عبدالملک در شام

محمد تم بھی تیر چلاؤ۔ آپ نے عذر کیا کہ میری پیرانہ
سالی کا زمانہ ہے تیر افگنی کیا کروں گا۔ مجھے تو
اس سے معاف ہی رکھو۔ بولا قسم ہے نبی
محمدؐ کی جن کے دین سے ہم کو عزت ملی ہیں ہرگز تم کو معاف نکروں گا۔ یہ کہکر ایک شیخ
اموی کو اشارہ کیا کہ اپنی کمان ان کو دیدو۔ اس نے اپنی کمان حضرت کے حوالے کی
حضرت نے وہ کمان لی اور ایک تیر اس میں رکھ کر نشانے کی طرف چلایا۔ تیر ٹھیک نشانہ
پر بیٹھا۔ دوسرا لگایا۔ تو وہ پہلے کے سرے پر لگا اور اس کو چیرتا ہوا جاکر اس کے
مقام میں نصب ہوگیا۔ اور پہلا تیر کئی پارچہ ہوکر نیچے گر گیا اسی طرح آپ پے در پے لگاتے
تھے اور ہر تیر گویا ہشام کے جگر پر لگتا تا اینکہ ۹ تیر آپ نے یکے بعد دیگرے لگائے
کہ آٹھ ان سے شگافتہ ہوکر ادھر اُدھر گرے نواں آماجگاہ میں قائم رہا۔ اس پر شور
واہ واہ مرحبا وآفریں کا چار جانب سے بلند ہوا اور ہشام اپنے مقام پر بیٹھا تھا الرزنے
لگا۔ اور بحالت اضطراب وبیخودی اس کے منہ سے نکلا احسنت یا ابا جعفر تم تیر اندازی

کے فن میں عرب و عجم پر فائق ہو۔ ناحق بڑھاپے کا عذر کرتے تھے۔ اور اپنے تیراندازی کے سوال کرنے اور اس پر اصرار کرنے پر پشیمان ہوا۔ پس سر جھکا کر سوچنے لگا۔ وہ حضرت اور جناب جعفر اس کے سامنے کھڑے تھے۔ ٹکٹکی لگائے اس کی طرف دیکھ رہے تھے جب دیر ہوئی تو آثار غضب چہرۂ مبارک حضرت ابو جعفرؑ پر نمودار ہونے لگے۔ اور عادت تھی آنحضرت کی کہ جب غضبناک ہوتے تو آسمان کی طرف دیکھنے لگتے اس طرح کہ دیکھنے والوں پر آپ کا غیظ و غضب ظاہر ہو جاتا۔ ہشام نے جو یہ حالت آنحضرتؑ کی مشاہدہ کی ڈر گیا۔ اور بولا اے محمد یہاں آؤ۔ پس وہ حضرت تخت پر تشریف لے گئے اور جناب صادقؑ آپ کے ہمراہ تھے۔ نزدیک پہنچے تو ہشام اُٹھا اور دونوں سے بغلگیر ہوا اور اپنے برابر بٹھالیا۔ اور کہنے لگا اے ابو جعفر قریش کو عرب و عجم پر فخر ہے کہ تم جیسے

مکالمہ ہشام بن عبدالملک با امام محمد باقرؑ

اشخاص ان کے درمیان ہوں۔ صد آفریں ہے تم کو کس سے تم نے یہ تیراندازی کا فن سیکھا اور کتنے عرصے میں سیکھا۔ فرمایا تجھے معلوم ہے کہ اہل مدینہ عموماً یہ ہنر سیکھتے ہیں۔ میں نے بھی ابتدا میں اس کو حاصل کیا تھا پھر ترک کیا۔ اس وقت تیرے اصرار پر عرصہ دراز کے بعد کمان ہاتھ میں لی۔ ہشام نے کہا میں نے ایسا صاحب کمال قدرانداز اپنی تمام عمر میں مشاہدہ نہیں کیا اور نہ گمان ہے کہ کوئی ایسا کامل دوسرا عالم میں ہو۔ کیا جعفر بھی اس فن میں ایسی ہی مہارت رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اہلبیت کو یہ کمالات ورثہ میں ملے جس کا حق تعالیٰ نے آیہ قرآنی میں جو اپنے نبی پر نازل کی ذکر کیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً دُنیا میں ہمیشہ ہمارے درمیان ایک ایسا صاحب کمال موجود رہتا ہے۔ جس کی کوئی دوسرا ہمسری نہیں کر سکتا۔ یہ سُن کر اس کی چشم احول مارے غصہ کے منقلب ہو گئی اور چہرہ تمتما اُٹھا۔ اور آثار قہر و غضب ظاہر ہوئے۔ پس تھوڑی دیر سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر

سر اُٹھا کر بولا کیا ہم اور تم اولاد عبد مناف نسب میں یکساں نہیں۔ حضرت نے فرمایا درست ہے الا ہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے سرِّ مکنون و علم خالص سے مخصوص کیا ہے جو دوسرے کو نہیں دیا۔ کہا کیا اللہ جلّ شانہ نے محمد کو شجرہ عبد مناف سے کافہ انام سفید سیاہ اور سرخ پر مبعوث نہیں کیا۔ پھر کیونکر تم ان امور کے وارث ہو گئے جو اوروں کو نہیں ملے۔ حال آنکہ رسول اللہ تمام خلائق پر یکساں بھیجے گئے جیسا کہ فرماتا ہے وللہ میراث السمٰوات والارض الخ پھر تم کو ان علوم کی خاص میراث کہاں سے ہاتھ آئی۔ نہ تم نبی ہو نہ محمد کے بعد کوئی نبی ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو امر کیا کہ لا تحرک به لسانك کہ اس کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دے۔ اس سے وہی علوم مکنون مقصود تھا۔ جس کو ہم سے مخصوص کرنا تھا۔ اوروں سے اس کے ذکر و بیان کی ممانعت فرمائی۔ اسی کے لئے رسول اللہ صلعم نے اپنے بھائی علی بن ابی طالب کے ساتھ بغیر شرکت غیروں کے مناجات رکھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بابت قرآن میں خبر دی کہ فرمایا وتعیها اذن واعیه کہ سُنے گا اور دل میں رکھے گا اس کو سُننے والا اور دل میں رکھنے والا کان۔ حضرت رسول خدا صلعم نے اصحاب سے کہا میں نے خدا سے چاہا کہ اذن واعیہ علیؑ کے کان کو گردانے اور آنحضرت کو خبر دی کہ وہ تمہارا کان ہے یا علی۔ اس لئے حضرت علی نے منبر کوفہ پر کہا کہ رسول اللہ نے مجھے ایک ہزار باب علم کے تعلیم کئے کہ ہر ایک باب سے ہزار باب اور میرے اوپر کھل گئے۔ یہ وہی سرِّ مکنون و علم مخزوں تھا جو آنحضرت کے لئے مخصوص ہوا اور کسی دوسرے کو اس میں شریک نہیں کیا گیا۔ وہی علم ہم کو میراث میں ملا ہے۔ ہشام نے کہا علیؑ علم غیب کا دعویٰ کرتے تھے حال آنکہ اللہ نے اپنے علم غیب پر کسی کو مطلع نہیں کیا۔ ان کو غیب کا علم کہاں سے ملا۔ ابو جعفرؑ نے فرمایا کہ حضرت جلّ و علا نے اپنے رسول پر ایک کتاب نازل کی جس میں آئندہ قیامت تک اور گزشتہ زمانوں کا حال بیان فرمایا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ ونزلنا علیك الکتاب تبیانًا

لکل شیٔ وھدیً وموعظۃً للمتقین[51] وارشاد کیا وکل شیٔ احصیناہ فی امام مبین[52]
نیز فرماتا ہے۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ[53]۔ پس حق تعالیٰ نے وحی کی طرف اپنے رسول
کے کہ جو راز یا علم غیب تم کو بھیجا گیا۔ علی کو اس پر مطلع کرو۔ اور آپ نے علی کو امر کیا کہ میرے
بعد قرآن کو جمع کرنا اور میرے غسل وکفن کا متکفل ہونا۔ اور اصحاب سے کہا کہ میرے اصحاب
واہل بیت پر حرام ہے کہ میری عورتین پر نظر کریں۔ بجز علی کے کہ وہ مجھ سے ہے اور میں علی
سے۔ اس کا نفع ونقصان بعینہ میرا نفع ونقصان ہے وہی میرے قرضوں کو ادا کرے گا
اور میرے وعدوں کو وفا فرمائے گا۔ اور جنگ کریگا منافقوں سے تاویل قرآن پر جیسا کہ
جنگ کیا میں نے کافروں سے اس کی تنزیل پر۔ بتحقیق کہ تمام تاویل قرآن سوائے علی کے
کسی دوسرے صحابی کے پاس نہیں۔ اسی وجہ سے حضرت رسولؐ نے فرمایا اقضاکم علیؑ
اے گروہِ صحابہ علی تم سب سے زیادہ علم قضا رکھتا ہے۔ یعنی چاہیئے کہ تمہارا قاضی وحکومت
کنندہ علی ہو۔ اور عمر خطاب بار بار کہتے تھے کہ علی نہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا تھا تعجب ہے
کہ عمر تو حضرت کے علم وفضل کی گواہی دے اور دیگر اشخاص اس کا انکار کریں۔ یہ کلام
صداقت انجام آپ کا سُنکر ہشام نے سر جھکالیا اور دیر تک سرنگوں رہا۔ بعد ازاں کہا
جو حاجت رکھتے ہو بیان کرو۔ فرمایا میرے اہل وعیال میرے یہاں آنے سے متوحش اور
پریشان ہیں چاہتا ہوں کہ وطن جانے کی اجازت ہو۔ ہشام نے کہا تم کو اجازت ہے
بہتر ہے کہ آج ہی چلے جاؤ۔ حضرت اس سے رخصت ہوئے۔

سوال ہشام از آنجنابؑ از علامت قتل علی ایک روایت میں حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ

[51] (ترجمہ) نازل کیا ہمنے تیرے اوپر (اے رسول) کتاب کو جس میں ہر شے کا بیان ہے اور ہدایت اور نصیحت ہے پرہیزگاروں کے لئے۔

[52] اور ہر شے کا احاطہ کیا ہمنے کتاب مبین میں۔

[53] نہیں چھوڑا ہم نے اس کتاب میں کسی شے کو۔

میرے پدر بزرگوار ہشام بن عبدالملک کے پاس داخل ہوئے تو اس نے کہا میں نے تم کو اس لئے یہاں بلوایا ہے کہ مجھ کو ایک سوال کرنا ہے جو مجھ جیسے کو آپ سے دریافت کرنا چاہیئے اور آپ ہی سا شخص اس سے واقف ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا دریافت کرو جو چاہو۔ مجھے معلوم ہو گا تو کہوں گا ورنہ لا ادری (میں نہیں جانتا) کہنے میں کوئی نقص و عیب نہیں۔ راست گوئی ہر حال اولیٰ ہے۔ ہشام نے کہا جس رات کو علیؑ بن ابیطالب قتل ہوئے تو اور شہروں کے باشندوں کو کس طرح اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ یعنی ان کے لئے کون سی علامت دکھائی دی۔ آیا اس سے کسی نے کوئی عبرت حاصل کی۔ میرے باپ نے فرمایا جس شب کو آنحضرتؑ نے شہادت پائی اس رات کو صبح تک اہل زمین سے کوئی پتھر نہیں اُٹھاتا تھا مگر یہ کہ اسکے نیچے خون تازہ جوش زن معلوم ہوتا تھا جیسا کہ اس شب کو جبکہ ہارون برادر موسیٰؑ فوت ہوئے تھے اور اس شب کو جبکہ یوشع بن نون نے وفات پائی اور جس رات کو عیسیٰؑ آسمان پر گئے اور جس شب میں شہادت سیّدالشہداء امام حسینؑ کا واقعہ ہوا تھا۔ یہ سُن کر ہشام کا چہرہ بدل گیا۔ اور رنگ اس کا متغیّر ہوا اور آثار غضب چہرہ سے نمایاں ہوئے۔ حضرت نے کہا اے امیر میں نے تمہارے حکم کی تعمیل کی اور تمہارے سوال کا جواب دیا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ بمقتضائے اطاعت خلیفہ جو بات معلوم ہو بصدق و امانت اس کے سامنے بیان کر دینی چاہیئے۔ امیرالمؤمنین کو چاہیے کہ اپنا حسن ظن ہماری نسبت بدستور قائم رکھے۔ ہشام نے کہا مجھ سے عہد استوار کرو کہ میری زندگی میں یہ حکایت کسی کے آگے بیان نہ کرو گے۔ حضرت نے عہد کیا وہ رضامند ہو گیا اور کہنے لگا تم کو اجازت ہے جب چاہو اپنے گھر کو واپس ہو جاؤ۔ پس آپ شام سے متوجہ حجاز ہوئے۔

کیفیّت ملاقات آنجنابؑ با ہشام خلیفہ بروایت دیگر

بحار میں ۱۹ روایت

ابوبکر حضرمی ذکر ہوا ہے کہ جب جناب ابوجعفر شام میں ہشام کے طلبید سے پہنچے اور اس کے دروازے پر حاضر ہوئے تو اس نے اپنے اہل مجلس سے کہا کہ میں ان کے ساتھ بزجر و عنف پیش آؤں گا۔ خاموش ہوں تو تم زجر و توبیخ شروع کر دینا پس آپ کو اجازت دی۔ اندر آئے تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر بطریق عموم سب کو سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ ہشام کو بخصوصیت خلافت اسکو سلام نکرنا اور بلا اجازت مجلس میں بیٹھ جانا ناگوار ہوا اور غصہ اس کا تیز ہوا۔ بولا اے محمدؐ بن علیؑ تم سے ہمیشہ ایک شخص ایسا نکلتا رہتا ہے جو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتا اور سفاہت و جہالت سے خلائق کو اپنی طرف دعوت کرتا رہتا ہے۔ اور لگا آپ کو برا بھلا کہنے۔ وہ چپکا ہوا تو حاضرین سے ایک ایک نے جو دل میں آیا کہا۔ سب اپنا اپنا بخار نکال چکے تو آپ استادہ ہوئے اور کہا۔ لوگو۔ کدھر جا رہے ہو۔ اور کہاں کا ارادہ رکھتے ہو۔ ہم سے ہی خدا نے تمہاری ہدایت کا کام شروع کیا اور ہمارے ہی اوپر اس کا خاتمہ ہوگا۔ اگر فی الحال تم کو حکومت و بادشاہی حاصل ہے تو انجام کار ہماری سلطنت ہوگی جسکے بعد سوائے خدا کے کسی کی حکومت نہوگی۔ کیونکہ ہم اہل عاقبت ہیں۔ والعاقبۃ للمتقین اس پر ہشام کو تاب ضبط نرہی۔ اور غیظ شدید میں حکم دیا کہ ان کو قید خانے میں لیجائیں۔ حضرت داخل محبس ہوئے تو قیدی آپ کی برکت صحبت سے فیض اٹھانے اور کلام ہدایت التیام سے نصیحت پانے لگے کوئی ان میں باقی نرہا جس نے آپ کی تقریر دلپذیر سے فائدہ نہ پایا۔ یہ صورت دیکھ کر زندان بان ہشام کے پاس آیا اور وہاں کے انقلاب کی خبر دی۔ ہشام نے حکم دیا کہ ان کو بہت جلد مدینہ روانہ کر دیا جائے ۔

سوال و جواب آنجناب با پیر مرد عالم نصاریٰ

بروایت اول جب حضرتؑ ہشام کے پاس سے باہر آئے تو اس کے مکان کے آگے ایک میدان تھا۔ اس کے دوسری جانب کچھ آدمیوں کا ہجوم

دکھائی دیا۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں ہشام کے حاجبوں نے جو دروازہ پر تھے بیان
کیا کہ یہ رہبان و قسیس نصاریٰ ہیں ان کا ایک عالم بزرگ ہے جو ہر سال ایک مرتبہ
نکلتا ہے۔ یہ لوگ اس سے سوالات کرتے ہیں وہ فتویٰ صادر کرتا ہے۔ آپ نے
فرمایا ہم بھی چلیں اور دیکھیں کہ ان میں کیا سوال و جواب ہوتے ہیں۔ بروایت
دیگر یہ مجمع بیرون شہر ایک پہاڑ پر معائنہ کیا جس میں ایک غار تھا وہ پادری اس میں
رہتا اور ہر سال ایک مرتبہ اس غار سے باہر آتا اور نصاریٰ اس کے نکلنے کی عید کرتے
اور سال بھر کے نذر دی اور جمع شدہ مسائل اس سے حل کرتے۔ وہ عالم کبیر اور معمر
شخص تھا حتیٰ کہ حواریین و اصحاب عیسیٰؑ کی فیض صحبت سے مستفید ہو چکا تھا۔
بہر کیف آپ نے سر مبارک اپنا ردا سے لپیٹ لیا ایسا ہی جناب صادقؑ نے چادر
سر پر لے لی۔ اور دونوں بزرگ مجمع نصاریٰ میں ملکر بیٹھ گئے ہشام نے یہ خبر پاکر
کچھ آدمی بھیجے کہ جو کچھ وہاں گزرے اس سے اطلاع دیں۔ پس وہ پیر مرد عالم
نصرانی وہاں آیا تو تمام نصاریٰ سروقد اس کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے
وہ صدر میں آکر بیٹھا۔ اس کے اصحاب نے موہائے ابرو کہ دراز ہو کر حجاب چشم
ہو گئے تھے اٹھا کر ایک پارچہ زرد حریر سے سر پر باندھ دیئے۔ اس کے نیچے سے
آنکھیں سُرخ مانند چشمہ افعی دکھائی دینے لگیں۔ اس نے ادھر اُدھر نظر کی
اور دیکھا۔ پھر حضرت سے مخاطب ہوا کہ اے جوان تو ہم میں سے ہے یا اُمت
مرحومہ سے۔ فرمایا میں مسلمان ہوں دین ختم المرسلینؐ پر۔ کہا ان کے علماء سے ہے
یا جہلا سے۔ آپ نے فرمایا میں جاہل نہیں ہوں اس وقت اس کو سخت اضطراب
لاحق ہوا۔ بولا میں تم سے سوال کروں یا تم مجھ سے۔ فرمایا تو جو چاہے سوال کر۔
اس نے کہا اے معشر مسلمین تم کہاں سے کہتے ہو کہ اہل جنت کھائیں پیئیں گے
مگر پیشاب پاخانہ ان کے نہ ہوگا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے دنیا میں کوئی اس کی مثال ہے

آپ نے فرمایا دنیا میں اس کی مثال بچہ ہے رحم مادر میں غذا اس کو پہنچتی ہے اور بول و غائط نہیں کرتا تھا - اسپر بہت گھبرایا اور بولا - ھلا زعمت انک لست من علمائھا - کیا تو نے نہیں کہا میں ان کے علماء سے نہیں قال بل قلت لست من جھالھا - فرمایا میں نے یہ نہیں کہا بلکہ یہ کہا تھا کہ میں انکے جاہلوں سے نہیں پادری بولا اور کوئی سوال تم سے کر سکتا ہوں - فرمایا پوچھ جو کچھ پوچھنا چاہتا ہے مرزا فصیح اپنی نظم ناک و نمک میں لکھتے ہیں -

شاہ بولے پوچھ تو مجھ سے شتاب ۔ دیکھ تو کیسا میں دیتا ہوں جواب
سُنکے یہ عالم نے ہنسکر یوں کہا ۔ اے نصاریٰ ہے تعجب کی یہ جا
مجھ کو کہتا ہے یہ مسلم کر سوال ۔ مجھ سے عالم سے ہی یہ اس کا مقال
پھر کیا حضرت کی جانب یوں خطاب ۔ کہہ مسائل کا مرے اسدم جواب
پہلے تجھ سے پوچھتا ہوں ہیں بات ۔ دے جواب باصواب اے خوش صفات
کون سی ساعت ہے وہ ای نیکخو ۔ جو نہ دن ہی اور نہ شب واقف ہے تو
شہ نے فرمایا وہ ساعت انتخاب ۔ صبح سے ہے تا طلوع آفتاب
روز یا شب میں نہیں اس کا شمار ۔ ہے یہ ساعت خلد کی ای باوقار
درد اس ساعت میں کم کرتا ہی جوش ۔ سارے بیماروں کو آجاتا ہے ہوش
رات بھر جس کو نہیں آتی ہے نیند ۔ اسکو اس ساعت میں آجاتی ہے نیند
سُنکے وہ بولا کہ اے عالی جناب ۔ واقعی ہے یہ جواب باصواب

پادری اس سوال و جواب کے بعد بہت پریشان ہوا اور بولا ایک سوال اور پوچھتا ہوں ارشاد کیا اسئل ماشئت جو چاہے پوچھ کہا تم کہتے ہو میوہ ہائے جنت ہمیشہ تر و تازہ موجود رہینگے اور جنت والوں سے کبھی مفقود نہوں گے اس پر ایسی دلیل دو کہ شاہد غیر مجہول ہو - فرمایا اس کی دلیل دنیا میں مٹی ہے کہ ہمیشہ سے تر و تازہ موجود غیر

معدوم ہے۔ فصیح لکھنوی نے بروایت دیگر اس کا جواب یوں نظم کیا ہے ؎

پھر کہا ہے تیسرا اب یہ سوال
تب میں جانوں لا و جب اسکی مثال
کہتے ہیں جنت میں اے عالی وقار
سب شجر ہونگے ہمیشہ میوہ دار
میوے انکے کھائینگے اہلِ حرم
پر نہ وہ میوے کبھی ہووینگے کم
ہے مخالف عقل کے یہ گفتگو
کھاویں میوے تا ابد اور کم نہو
شہ نے فرمایا کہ ہے یہ بھی درست
اسکی بھی تمثیل میں دیتا ہوں چُست
ہے سدا پر فاکہہ جنّت کا باغ
اس کا ہر ایک میوہ ہے مثلِ چراغ
ایک سے روشن کریں گر سو ہزار
نور اس کا کم نہو گا زینہار

یہ سُنکر پادری چلایا کہ اب ایک مسئلہ ایسا پوچھتا ہوں کہ واللہ تم اس کا کبھی جواب نہ دے سکو گے۔ فرمایا جو پوچھنا ہے دریافت کر البتّہ تو اپنی قسم میں حانث ہوگا یعنی کفارہ یمین تجھ پر لازم آئے گا۔ کہا دو مولودوں کی بابت خبر دو جو ایک روز پیدا ہوئے اور ایک ہی دن فوت ہوئے اسپر ایک کی عمر پچاس سال کی دوسرے کی ایک سو پچاس کی ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ عزیر و عزیرہ دو بھائی تھے جو ایک دن توام پیدا ہوئے۔ جب پچیس سال کی عمر کو پُہنچے

قصّہ عزیر و عزیرہ

تو عزیر اپنے حمار پر سوار انطاکیہ کے ایک قریہ سے گزرے وَھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا۔ جس کی چھتیں اور دیواریں گری پڑی تھیں اور تمام باشندے بیے مر گئے تھے عزیر اس کو دیکھ کر کہنے لگے۔ انّی یحیی اللہ بعد موتھا۔ کہ اللہ تعالیٰ اُس کے مر جانے کے بعد کیونکر زندہ کرے گا۔ حال آنکہ حق تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمایا اور برگزیدہ کیا تھا۔ یہ کلام ان کا پسندیدہ درگاہ ایزدی نہوا۔ وہ سُبحانہ تعالیٰ غضبناک ہوا۔ تا اینکہ وہ مُردہ ہوکر سو برس وہاں پڑے رہے۔ بعد اس کے خدا نے انکو اور ان کے گدھے کو زندہ کیا۔ اور ان کا طعام و زاد جو کچھ اس وقت ساتھ رکھتے

تھے بعینہ موجود فرمایا اور وہ اپنے گھر گئے۔ عزیرہ آپ کے بھائی سوا سو برس کی عمر میں اس وقت تک زندہ تھے۔ اور ان کے بیٹے پوتوں تک بوڑھے ہو چکے تھے مگر عزیر ہنوز بیست و پنجم سالہ جوان تھے۔ انہوں نے ان کو نہ پہچانا مگر بتقاضاء مروّت ان کی دعوت کی۔ کھانا کھانے میں ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں عزیر اپنی پہلی زندگی کے حالات بیان کرنے لگے۔ عزیرہ یہ سنکر متعجب ہوئے اور بولے۔ ایسا جوان جو میرے ابتدائی کیفیات سے مطلع ہو آجتک دوسرا میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔ بارے یہ تو کہو کہ تو زمین کا رہنے والا ہے یا سکّان سماوات سے ہے کہا میں عزیر تمہارا بھائی ہوں۔ حق تعالیٰ نے مجھ کو ہدایت کی اور برگزیدہ فرمایا۔ پھر ایک کلمہ پر جو میرے مُنہ سے نکلا غضبناک ہوا اور سو برس تک مجھ کو مُردہ رکھا۔ اب زندہ کر کے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ اور بعثت پر ایمان کو کامل کرو۔ بتحقیق کہ اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔ دیکھو یہ میرا وہی حمار ہے اور وہی طعام و شراب موجود ہے جو تمہارے پاس سے لیکر گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر اُنکو ویسا ہی کر دیا جیسا کہ پہلے تھے۔ پس عزیر پچیس سال ان کے درمیان زندہ رہے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ایک ہی روز دونوں بھائیوں کا خاتمہ کر دیا۔ یہ کیفیت سُن کر عالم نصرانی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ اور عیسائی بھی اُٹھے وہ ان سے کہنے لگا کہ تم نے ایک مسلمان عالم کو جوان ہیں بے مثل و یکتا ہے لاکر میرے سامنے بٹھایا اس نے مجھے ذلیل و رسوا کیا۔ وہ ہمارے تمام علوم سے واقف ہے اور ہم ان کی مذہبیات سے نابلد۔ قسم خدا کی میں اب تمہارے ساتھ کلام نکروں گا۔ پس وہ مجمع متفرق ہوا اور راہب بدستور غار میں چلا گیا۔ ہشام کے آدمی جن کو اس نے وہاں مقرر کیا تھا انہوں نے واپس جاکر تمام ماجرا اس کے روبرو بیان کیا۔ اس نے حضرت کے لئے انعام و جائزہ بھیجا اور ساتھ ہی پیغام دیا کہ ابھی وقت روانہ مدینہ ہو جاؤ۔ اصلاً

یہاں توقف نہو۔ یہ اس لئے کہ راہب اور آنحضرت کا قصہ شہر میں شہرت پا گیا تھا اور جا بجا لوگ اس کا تذکرہ کرتے تھے۔ یہ روایت سید علی بن طاؤس علیہ الرحمہ کی ہے اور خرائج میں ہے کہ عالم نصاریٰ معہ اپنے تمام اصحاب کے مسلمان ہو گیا تھا۔

خطبہ آنجناب در ملک شام

مناقب ابن شہر آشوب میں جناب صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب میرے پدر عالی قدر شہر دمشق میں قیام پذیر تھے تو سنا کہ وہ لوگ آپ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ یہ پسر ابو تراب (اس لفظ کو ملاعین امیر المومنینؑ کی مذمت سمجھ کر استعمال کیا کرتے تھے) ہے تو آپ دیوار قبلہ سے پشت لگا کر کھڑے ہوئے۔ اور ایک خطبہ مشتمل بر حمد و صلوٰۃ الٰہی و درود بر حضرت رسالت پناہی بکمال بلاغت ادا کیا اور اس کے بعد ارشاد فرمایا۔

اجتنبوا اهل الشقاق وذرية النفاق وحشو النار وحصب جهنم عن البدر الظاهر والبحر الزاخر والشهاب الثاقب والشهاب المؤمنين والصراط المستقيم من قبل ان نطمس وجوه فترد على ادبارها او يلعنوا كما لعن اصحاب السبت وكان امر الله مفعولا ثم قال بعد كلام - ابصنو رسول الله تستهزؤن ام بيعسوب الدين تلمزون - واى سبيل بعده تسلكون واى حزن بعده تدفعون هيهات

باز رہو اے گروہ اہل شقاق و اولاد و احفاد کفر و نفاق و ہیمہ آتش و ہیزم جہنم مذمت کرنے سے اس شخص کے کہ ماہ تاباں و دریا رمواج و بیکراں ہے اور شہاب درخشاں و شہاب مومناں و صراط راست و مستقیم ہے قبل اس وقت کے کہ ناپدید ہو جائیں چہرے۔ پس رد کئے جائیں اپنی پشتوں کی طرف یا لعنت کئے جائیں وہ لوگ جیسے کہ لعنت کئے گئے اصحاب السبت[۱] اور امر خدا ہو کر رہا پھر تھوڑے سے کلام کے بعد فرمایا آیا تم مثل و شبیہ رسول اللہ پر تمسخر کرتے ہو یا پیشوائے دین امیر المومنین کی عیب جوئی کرتے

(۱) حاشیہ صفحہ ۶۴ پر دیکھو)

هيهات برز والله بالسبق وفاز	ہو۔ کس راستہ پر آنحضرتؐ کے سوا سلوک
بالخصل واستولى على الغاية و	کروگے اور کس کنبہ و قبیلہ کی آپکے بعد حمایت
احرز الخطار وانحسرت عنه الابصار	کروگے افسوس قسم خدا کی وہ جناب
وخضعت دونه الرقاب و	سبقت میں ظاہر و باز رہیں اور کامیاب مراد
فرع ذروة العليا فكذب من رام	ہوئے قہر و غلبہ سے اور منتہائے مقصود پر مستوی
من نفسه السعي واعياه الطلب	ہوئے اور حاصل کیا انہوں نے قدر و منزلت کو
فانّى لهم التناوش من مكان بعيد	پس ضعیف ہوئیں نظریں انکے ادراک سے
وقال ؂	بوجہ دوری مسافت اور جھک گئیں انکے آگے

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۶۳) اصحاب سبت ایک قوم تھی یہود سے۔ قریہ ایلہ کی رہنے والی۔ اللہ تعالیٰ نے شکار ماہی بروز شنبہ اُن پر حرام کیا تھا۔ پس مچھلیاں فربہ رنگ سفید اس روز نظر آتیں اور دنوں میں چھپ جاتیں۔ حتیٰ کہ بہت تھوڑی بدشواری ہاتھ آتیں۔ ایک بار ان سے ایک شخص نے ہفتہ کے روز ایک موٹی مچھلی پکڑی۔ اور رسّی میں باندھ کر اس کا سرا میخ سے کنارہ دریا پر مضبوط کر دیا اور اسکو دریا میں چھوڑ دیا۔ اگلے روز اسکو لیا اور بھون کر نوش جاں کیا۔ اس کے گھر والوں نے یہ صورت دیکھی تو دوسرے ہفتے کو انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ رفتہ رفتہ ہمسایوں کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ بھی یہی کام کرنے لگے۔ ہفتہ کے دن کی پکڑی اور بند کی ہوئی مچھلیاں اور دنوں میں کھاتے تا اینکہ اس کے دو گروہ ہوگئے۔ ایک اس طریق سے مچھلیاں کھاتا۔ دوسرا اس کو منع کرتا اور عذاب خدا اور اسکے دردناک عقاب سے ڈراتا۔ یہانتک کہ وہ لوگ ان سے جدا ہوگئے اور دیوار شہر سے باہر چلے گئے۔ رات کو ماہی خوروں پر عذاب نازل ہوا اور تمام بصورت میمون مسخ ہوگئے۔ دوسرے دن انہوں نے دروازہ کھٹکایا تو اندر سے جواب نہ ملا۔ ایک آدمی دیوار پھاند کر داخل ہوا تو بجز دُمدار بندروں کے وہاں کچھ نہ پایا۔ دروازہ کھول کر اندر گئے تو تمام کو اس عذاب میں مبتلا دیکھا۔ (باقی حاشیہ دیکھو صفحہ ۶۵ پر)

اَقِلّوا علیهم لا اَبا لِاَبیکم
من اللوم وسدّوا مکان الذی سدّوا
اولٰئک قوم ان بنوا احسنوا البناء
وان عاهدوا اوفوا وان عقدوا اشدّوا
فانّی یسُدّ ثلمۃ اخی رسول اللہ
اذ شفعوا وشقیقہ اذ نسبوا
وندیدہ اذ فشلوا وذی قرنی
کنزها اذ فتحوا ومصلّے القبلتین
اذ تحرّفوا والمشهود له بالایمان
اذ کفروا والمدّعی لنبذ عهد
المشرکین اذ نکلوا والخلیفۃ علی
المهاد لیلۃ الحصار اذ جزعوا
والمستودع الاسرار ساعۃ
الوداع الخ

گردنیں اور چڑھ گئے وہ اونچی چوٹی پر، اور جھٹلا دیا اس کو جسنے اپنی طرف سے کوشش کی ہو اور عاجز کر دیا ہو اس کو طلب کرنے سے۔ پس کیا حاصل ہے ان کو ادراک کرنا (ان مراتب کا) جار بعید و دور سے۔ بعد ازاں یہ دو شعر پڑھے۔ کم کرو اے قوم ان سے اپنی ملامت کو۔ تمہارے باپ بے باپ ہوں۔ اور پُر کرو اس جگہ کو جس کو انہوں نے پُر کر رکھا ہے (یعنی ان کے سے کام کرو) وہ ایک قوم ہے کہ اگر بنا کرنی چاہے تو عمدہ بنا بنائیں۔ عہد کریں تو اس کو پورا اور عقد کریں (گرہ لگائیں) تو مضبوط کریں۔ پس کیونکر بند ہو سکتا ہے وہ رخنہ کہ برادر رسول اللہ سے پڑا از رو ہوا خواہی کے اور شقیق انکے ہے بروجہ نسب و رشل و ہمسران کے بوقت جُبن و بزدلی اوروں کی اور صاحب دو قرن اسکے خزانوں کا جبکہ فتح ہوئے۔ نماز پڑھنے والا دو قبلوں کی طرف جبکہ وہ منحرف ہوئے اور ثابت الایمان شہادت و بینہ سے جبکہ وہ کافر تھے اور مشرکوں کے عہد کا توڑنے والا جبکہ اوروں نے اس میں سستی کی اور جانشیں آپ کا مہد میں شب حصار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہ آدمی سے مسخ ہو کر بندر ہو گئے ہیں۔ بندر اپنے عزیزوں کے پاس آتے ان سے اپنے جسموں کو ملاتے پھر پوچھتے کہ تم فلاں ہو۔ وہ سر ہلا کر نعم کہتے اور رو دیتے چنانچہ حق تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا یفسقون اور گرفتار کیا ہمنے ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا بُرے عذاب میں بوجہ اسکے کہ وہ فسق و فجور کرتے تھے ۱۲ منہ

(جبکہ مشرکوں نے شب ہجرت بیت الرسالت کا محاصرہ کر رکھا تھا اور وہ مضطر تھے) اور ودیعت میں لینے والا اسرار کا بوقت وداع و رحلت از دنیا تا آخر خطبہ۔

قول مؤلف

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ جناب باقر کا معہ اپنے فرزند ارجمند حضرت صادق ہشام کے اصرار و اجبار پر شام کا سفر کرنا اور وہاں کے تمام ماجریات جو اوپر مذکور ہوئے ایک سچے تاریخی واقعات میں ثقہ اور معتبر راویوں کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں۔ یہ حکایات آپ کے تاریخ کے اہم تریں واقعات سے ہیں۔ اس موقعہ پر آپ کے شرائف فضائل و ظہار کمالات دوست دشمن پر ہویدا ہوئے وہاں آپ کو خود ہشام و دیگر شامیان شوم و پیر مرد عالم نصاریٰ کے ساتھ گفتگو و بحث و کلام کا اتفاق ہوا۔ ہشام مردود نے کوئی دقیقہ آپ کی کسر شان و ہتک حرمت میں سعی و کوشش کا اُٹھا نہیں رکھا باوجودیکہ آپ آنحضرت کو شام میں طلب کیا تھا۔ تین روز تک اپنے دربار پُر ادبار میں بار ندیا۔ چوتھے روز جو اجازت ہوئی تو بکمال بیحیائی بد کلامی سے پیش آیا اور ندیموں کو بھی اس کا باعث ہوا۔ مگر کلام ہدایت نظام آنجناب کے آگے اس کی تمام سعی بے حاصل ہباءً منثورا ہوگئی۔

تیر اندازی کا آپ سے سوال اور اس پر اصرار کر کے جو خجالت و ندامت اسکو اُٹھانی پڑی اس سے غرق عرق ہو کر تھر تھر کانپنے لگا۔ اس وقت وہ کمال فن آنحضرت سے ظاہر ہوا جو قوت بشری سے باہر تھا۔ ہشام کو تحقیق ہوگیا کہ یہ قدر اندازی آپ کی کسبی نہیں وہبی ہے۔ پاس نہ بلانے اور تخت پر جگہ نہ دینے سے آثار غیظ و غضب چہرہ اقدس پر مشاہدہ کر کے ایسا چراغ پا ہوا کہ اپنے تمام منصوبے بھول گیا اور تخت پر بلایا اور بے اختیار کھڑا ہو کر دونوں بزرگواروں سے معانقہ کیا اور برابر بٹھا کر باتیں کرنے اور مسائل پوچھنے لگا جن کے ایسے شافی دنداں شکن جواب اِدھر سے پائے

کہ آپ کی شجاعت و قوّت قلبی اس کے دل پر کالنقش فی الحجر ہوگئی درایں اثنا بعض وہ باتیں بھی زبان اقدس پر آگئیں جو اس کے سینہ میں تیر کی طرح کھُب گئیں اور وہ اسی وقت سے اس مقدس وجود کے نیست و نابود کرنے کے درپے ہوگیا۔ آہ۔ اس نے خود تو اصرار کرکر مناقب امیر المومنین زبان مبارک سے کہلوائے اور پھر تخمِ عداوت دل میں بویا۔

عیسائیوں کے کلاں پادری پوپ کے ساتھ جو سوال و جواب آپ کے ہوئے انہوں نے جہان کو بتلادیا کہ دُنیا میں ہزار کوئی عالم فاضل گرگ باراں دیدہ ہو مگر لوصیاً انبیاء کے آگے جو علوم ربّانی کے ماہر اور راسخون فی العلم کے سچّے مصداق ہیں کسی کی کچھ حقیقت نہیں۔ سر ڈھانپ کر اس کی مجلس میں داخل ہونے سے آپکا مقصود یہ تھا کہ کوئی آپ کو نہ پہچانے۔ صرف اس مجلس کی کیفیت دیکھ کر واپس آجائیں مگر پیر نصرانی کی دوربین و مردم شناس نظر سے آپ پوشیدہ نہ رہ سکے اور عظیم فضیلت جو عالمگیر دوامی شہرت کی باعث ہوئی ظاہر ہو کر رہی۔ یہ حکایت پیر مرد نصرانی کی ہمیشہ سے مشہور چلی آئی ہے اور علماء اعلام قدیماً و حدیثاً اس کو اپنے دفاتر میں نقل کرتے آئے اور شعراء نے اس کو رشتۂ نظم میں کھینچا ہے۔

شیاطین شام کے مقابلے میں جو مذمّت امیر المومنین کرکے روسیاہی دارین اپنے لئے مہیّا کرتے تھے۔ آپ نے وہ برجستہ خطبہ کہا جس سے حضرت کی منتہائی بلاغت اور امیر المومنین کی اعلیٰ فضیلت شامیوں پر سفیدۂ صبح کی طرح روشن ہوگئی۔ کیا عجب ہے کہ یہ پُر مغز و فصیح کلام سُنکر سب نے نہیں تو اکثروں نے اس زبوں خصلت سے توبہ کرلی ہو۔ اور بوڑھے پادری اور اسکے اہالی موالی کی مانند وہ راہ راست پر آگئے ہوں۔ سُبحان اللہ کیا پاکیزہ کلام ہے اور کس طرح دریاء فضائل نفس رسول و زوج بتول کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ اور کیونکر ان ملاعین کو زجر و توبیخ کیا ہے۔ غرض اس تمام قصے

سے ظاہر ہے کہ جیسے پُردلی و قوّت قلبی میں آپ یکتا تھے ویسے ہی ظاہری فنون سپہگری میں لاثانی۔ اور جس طرح معارف دینی و علوم ربانی سے آراستہ تھے ویسے ہی طلاقت لسانی و فصیح البیانی میں اپنا مثل و نظیر نہ رکھتے تھے اللھمّ صلّ علیٰ محمّد و آل محمّد و بارک علیٰ محمّد و آل محمّد وارحم محمداً و آل محمد کافضل ما صلّیت و بارکت و ترحمت علیٰ ابراھیم و آل ابراھیم انک حمید مجید

حضرت کی مدینہ کو مراجعت اور اہل مدین کی شدید ناصبیّت

ہشام کو عداوت اہل بیت رسالت میں جو ہیجان پیدا ہو گیا تھا وہ آپ کے پادری کے ساتھ گفتگو میں غالب آنے سے ہی فرو ہو جانا چاہیے تھا مگر نہوا بلکہ اور زیادتی ہوئی ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد — عیب نماید ہنرش در نظر

اس نے آنحضرت ع کے شام سے رخصت ہونے پر حکام راہ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اولاد ابو تراب سے دو جادوگر محمد باقر اور اس کا بیٹا جعفر کذاب (اے لعنت خدا ہو تجھ پر) یہاں میرے پاس آئے تھے۔ اب مدینہ کو واپس جا رہے ہیں وہ ظاہر میں اپنے تئیں مسلمان کہتے ہیں در اصل رہبان و قسیسین نصاریٰ سے ملاقات کر کے نصرانی ہو گئے اور دین اسلام چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کر لیا ہے میں نے بوجہ قرابت ان کو سزا نہیں دی۔ تم یہ خط پڑھ کر منادی کرا دو کہ جو کوئی انکے ساتھ بیع و شرا کرے اور آب و طعام ان کو دے یا ان کے ساتھ مصافحہ کرے اس کا خون حلال ہے کیونکہ وہ اسلام سے منحرف ہو گئے۔ امیر المومنین کا منشا ہے کہ وہ اور انکے ہمراہی غلام و چارپائے تمام اثنا راہ میں سختی سے ہلاک ہو جائیں۔ وہ قاصد شہر مدین میں بھی پہنچا۔ حضرت کا معمول تھا کہ چلنے سے بیشتر کچھ آدمی آگے روانہ کر دیتے کہ منزل پر پہنچکر جائے قیام تعین کریں اور رسد بہم پہنچائیں

تاکہ وقت پر تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ آپ کے ملازم شہر مدین میں پہنچے تو شہر کے دروازے بند پائے۔ دستک دی تو شہر والے لسبّ وشتم پیش آئے۔ اور امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب کی نسبت ناسزا کہنے لگے۔ اور کہا اے کافرو۔ اے مشرکو اے بدترین خلائق کذّابو تم کو یہاں ٹھہرنے کا ٹھکانا نہ ملے گا۔ نہ کوئی شئے کھانے پینے کی تمہارے ہاتھ فروخت کی جائے گی وہ ہنوز دروازے پر تھے کہ حضرت باقرؑ بھی آگئے اور بکمال لین ولجاجت ان سے خواستگار ہوئے کہ خدا سے ڈرو۔ اور ہماری نسبت غلط گمان نکرو ہم ہرگز ایسے آدمی نہیں جیسا کہ تم سے کہا گیا ہے۔ بلکہ مومن و مسلمان ہیں اور بالفرض ویسے بھی ہوں تو یہود ونصاریٰ۔ مجوس جانکر ہی دروازہ کھولو اور ہمارے ساتھ خرید وفروخت کرو اور آدمیوں کا طعام چوپاؤں کا گھاس دانا لینے دو۔ آخران اقوام کے ساتھ بھی تو تم یہ معاملات کرتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ تم یہود ونصاریٰ ومجوس سے بدتر ہو۔ کیونکہ وہ جزیہ ادا کرتے ہیں تم نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا تم ہم کو یہاں ٹھہرنے اور ضروریات خورونوش لینے دو۔ پھر ہم سے بھی اسی طرح جزیہ وصول کر لینا جیسا کہ ان لوگوں سے لیتے ہو۔ کہا ہمارے نزدیک تمہاری کوئی حرمت نہیں۔ ہم دروازہ نکھولیں گے۔ تاکہ تم اپنی سواریوں پر بھوکے پیاسے مرجاؤ اور تمہارے دواب ومواشی تمام ہلاک ہو جائیں۔ پس حضرت جس قدر پندونصیحت ان کو کرتے۔ ان کا عتوّ واستکبار زیادہ ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کو غصہ آیا اور اپنی سواری سے اُترے اور جناب صادقؑ سے فرمایا تم یہاں ٹھہرو اور خود پہاڑ پر جسکے دامن میں شہر آباد تھا تشریف لے گئے اور جہاں سے اندر کے لوگ آپ کو دیکھ سکیں اُن کی طرف مُنہ کر کے کھڑے ہوئے اور انگشتہائے مبارک کانوں میں دیکر باآواز بلند کہا۔ والیٰ مدین اخاھم شعیبا؟ تا قول خدا بقیۃ اللہ خیر لکم انکنتم مؤمنین وما انا علیکم بحفیظ۔ کہ بقیہ خدا تمہارے لئے بہتر ہو اگر تم ایمان لاؤ

اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔ پھر فرمایا قسم خدا کی ہم بقیۃ خدا ہیں زمین خدا پر۔
راوی کہتا ہے کہ اس وقت ایک باد سیاہ و تاریک اُٹھی اور اس نے حضرت
کی آواز کو شہر کے چھوٹے بڑوں کے کان میں پہنچا دیا۔ پس تمام مرد و زن صغیر و کبیر
اس شہر کے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور حضرت کی طرف دیکھنے لگے۔ ان میں
ایک بوڑھا آدمی بھی تھا۔ اس نے جو بایں حال حضرت کو مشاہدہ کیا۔ چلّا اُٹھا کمبختو
خدا سے ڈرو۔ یہ شخص اس وقت عین اس جگہ کھڑا ہے۔ جہاں شعیب پیغمبر
اُس وقت کھڑے ہوئے تھے جبکہ انہوں نے اپنی قوم کے لئے بد دعا کی تھی
اگر تم دروازہ نکھولو گے اور اُن کو جگہ ندو گے تو تم پر یقیناً وہی عذاب نازل ہوگا
جو آنحضرت کی دُعا سے ان کی قوم پر نازل ہوا تھا۔ میں نے تمہارا حق نصیحت
ادا کیا۔ اب تم کو اختیار ہے مانو یا نہ مانو۔ بروایتے اس نے کہا لئن لم تخرجوا
الیٰ ھذا الرجل بالاسواق لتوخذن من فوقکم و من تحت ارجلکم فصدقونی
فی ھذہ المرۃ واطیعونی وکذبونی فیما تستانفونی فانی ناصح لکم۔ اگر تم اس
مرد کے پاس اشیاء ضروری لیکر نجاؤ گے تو تم کو عذاب خدا نیچے اوپر سے پکڑے گا
پس اس مرتبہ میرا کلام راست جانو اور اطاعت کرو اس کے بعد آئندہ جھوٹھ سمجھنا تحقیق
کہ میں تمہارا ناصح ہوں۔ بہرکیف اس بیان سے اس مرد پیر کے تمام آدمی ڈر گئے
اور دروازہ شہر کا حضرت کے لئے کھول دیا اور جملہ مایحتاج مہیا کر دیا۔ حاکم شہر
نے یہ ماجرا ہشام کو لکھا۔ اس نے جواب لکھا اس بوڑھے کو پکڑ کر قتل کرو۔ اس
نے اس مرد پیر کو شہید کیا رحمۃ اللہ علیہ۔ نیز ہشام نے حاکم مدینہ کو لکھا کہ جس طرح ہوسکے
امام کو زہر دیکر ہلاک کرو۔ مگر ہشام ہلاک ہوگیا اور اس کی یہ اُمید بر نہ آئی۔

بروایتے ہشام نے عامل مدین کو لکھا کہ شیخ کو گرفتار کر کے اس کے پاس بھیجدو
اس نے اسے روانہ کیا مگر شیخ وہاں تک نہ پہنچا اور راہ میں رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔

مناظرات آنجناب با علمار مخالفان و غیرہم

کافی میں زید شحام سے روایت ہے کہ قتادہ بن دعامہ کہ مشاہیر علمار و مفسرین اہل سنت سے تھا۔ امام محمد باقر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا اے قتادہ تو فقیہ اہل بصرہ ہے۔ کہا ہاں۔ فرمایا۔ میں نے سُنا ہے کہ تو قرآن کی تفسیر بھی کرتا ہے کہا ہاں کرتا ہوں۔ فرمایا علم و معرفت کے ساتھ یا جہل و حماقت سے۔ عرض کی از روئے علم و معرفت کرتا ہوں۔ فرمایا تو بیشک تو عالم و فقیہ ہے۔ بھلا قول خدا تعالیٰ سورہ سبا میں وقدرنا فیہا السیر۔ سیروا فیہا لیالی وایاما آمنین[1] سے کیا مراد خداوندی ہے۔ قتادہ نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے زادراہ وکرایہ سواری حلال کے ساتھ اس خانۂ معظّم کے حج کے ارادہ سے چلے وہ گھر کو واپس آنے تک امان خدا میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے قتادہ میں تجکو خدا کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کیا تو نہیں جانتا کہ بعض اشخاص اپنے گھروں سے زادراہ حلال وکرایہ حلال کے ساتھ حج بیت اللہ کو جاتے ہیں اثنار راہ میں دزد و راہزن ان پر آپڑتے اور ان کو مارتے اور زاد و راحلہ تمام چھین لیجاتے ہیں قتادہ نے کہا ہاں ایسا ہوتا ہے۔ فرمایا وائے ہو تجھ پر اے قتادہ جب تو اپنی رائے

---

[1] مشہور درمیان مفسرین کے یہ ہے کہ یہ آیہ شریفہ بیان حال قریات قوم سبا میں نازل ہوئی ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ معین کیا ہم نے سیر کو درمیان ان قریات کے بقدر سونے اور آرام کرنیکے پس انہیں اپنے اس سفر میں احتیاج زادراہ اور پانی کی نہتی۔ کیونکہ وہ قریے پاس پاس تھے لاجرم منزلیں چھوٹی چھوٹی تھیں اور صیغہ امر سیروا (سیر کرو) بزبان حال انکی طرف متوجہ ہے مگر اخبار کثیرہ سے ثابت ہے کہ تمام امّت کو خطاب عام ہے اُنکو بھی شامل ہے۔

سے تفسیر قرآن کریگا تو خود ہلاک ہوگا اوروں کو ہلاک کریگا۔ علیٰ ہذا عوام سے اس کو اخذ کریگا تب بھی ہلاک ہوگا اور ہلاک کریگا۔ اے قتادہ اس کے یہ معنی نہیں جو تونے بیان کئے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے زاد و کرایہ حلال سے چلے اور ہمارے حق کا پہچاننے والا ہو۔ اور دل سے ہمکو دوست رکھتا ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم۔ یعنی جناب ابراہیمؑ نے دُعا کی کہ پروردگارا تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کردے کہ چاہیں اور محبت کریں انکے ساتھ۔ یعنی آنحضرت کی ذریۂ طاہرہ کے ساتھ جن میں انبیاء و اوصیاء شامل ہیں اس لیئے کہ ضمیر الیھم کی جمع ہے جو ہم اہل بیتؑ کی طرف راجع ہے۔ نہ کہ خانہ کعبہ کی طرف۔ خانہ کی طرف ہوتی تو مفرد ہوتی۔ پس قسم خدا کی ہم ہیں مراد دعاء ابراہیم میں۔ جو ہم کو چاہیگا اس کا حج قبول ہوگا اور عذاب جہنم سے امان میں رہیگا۔ قتادہ نے کہا میں آج سے اس آیہ کی اسی طرح تفسیر کیا کروں گا۔ فرمایا ویحك اے قتادہ قرآن کو صرف وہی لوگ پہچانتے ہیں جن کے خطاب میں نازل ہوا ہے۔

قتادہ کی بار دیگر کی رسوائی

نیز کافی میں ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ میں مسجد رسول اللہ میں بیٹھا تھا کہ ایک مرد آیا اور سلام کیا اور کہا اے بندۂ خدا تو کون ہے کہا میں ایک شخص کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ تیرا اس سوال سے کیا مدّعا ہے۔ کہا مجکو ابوجعفر محمد باقر سے ملنا ہے تو مجھ کو انکے پاس پہنچا سکتا ہے۔ میں نے کہا ان سے ملنے کی کیا ضرورت ہے۔ کہا چالیس مسئلے تیار کئے ہیں ان سے دریافت کروں گا۔ جو حق ہوگا اسے اختیار کروں گا باطل کو چھوڑوں گا۔ ابوحمزہ کہتے ہیں۔ اُس مرد سے میں نے کہا تو حق و باطل کا فرق جان سکتا ہے۔ کہا ہاں جان سکتا ہوں۔ میں نے کہا جبکہ تو حق و باطل میں تمیز کر سکتا ہے تجھے آنحضرت سے ملنے کی کیا ضرورت رہی۔ اس نے

کہا اے اہل کوفہ تم دیکھ نہیں سکتے کہ کوئی ان سے ملے ۔ یا میں ان سے ملاقات کروں گا تو تم دیکھ نہ سکو گے ۔ بہر کیف راوی کہتا ہے کہ ابھی یہی گفتگو تھی کہ حضرت محمد باقر وہاں تشریف لائے اہل خراسان انکے گرد پیش تھے اور مسائل حج دریافت کر رہے تھے ۔ حتیٰ کہ حضرت آ کر اپنی جگہ پر بیٹھے تو وہ شخص بھی ان کے نزدیک بیٹھ گیا ۔ میں بھی ایسی جگہ بیٹھا کہ جہاں سے ان کی گفتگو سن سکوں ۔ انکے گرد خلقت کا ہجوم تھا ۔ جب سب اپنے اغراض و مقاصد حاصل کر کے رخصت ہوئے تو حضرت نے اس سے پوچھا من انت تو کون ہے ۔ عرض کی قتادہ بن دعامہ بصری ۔ ابو جعفر نے فرمایا ۔ فقیہ اہل بصرہ ! کہا ہاں ۔ فرمایا ویحک اے قتادہ حق تعالیٰ نے کچھ لوگ پیدا کئے ہیں جو حجت ہیں اوپر خلق خدا کے ۔ بمنزلہ میخہائے زمین قائمان بامر خدا و برگزیدہ ہیں اس کے علوم میں ۔ چنا ہے ان کو اس جل شانہ نے تمام خلائق سے ۔ اور سب سے پہلے پیدا کیا ۔ اور جانب راست عرش اس کے سایہ میں رکھا ۔ قتادہ یہ سن کر دیر تک غوطہ میں رہا ۔ پھر کہنے لگا اصلحك الله میں بڑے بڑے فقیہوں کے آگے بیٹھا ۔ ابن عباس جیسے شخص کی مجالس میں حاضر ہوا کہیں میرا دل ایسا مضطرب و بیقرار نہیں ہوا جیسا کہ آپ کے سامنے اس وقت ہے حضرت نے فرمایا تو جانتا ہے کہ اس وقت کہاں ہے بَيْنَ يَدَيْ بُيُوتٍ اذن الله ان ترفع ويذكر فيها اسمه يسبح له فيها بالغدو والاصال رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله واقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة (ترجمہ) ان گھروں کے سامنے ہے کہ اذن دیا ہے حق تعالیٰ نے انکے بلند ہونے کا اور اپنے نام کے ان میں بلند ہونے کا ۔ تسبیح کی جاتی ہے وہاں اس جل شانہ کی صبح و شام یہ وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور بیع و شرا یاد خدا سے غافل نہیں کرتے اور برپا کرنا نماز کا اور ادا کرنا زکوٰۃ کا ۔ پس حضرت نے فرمایا واللہ کہ تو اس جگہ ہے اور ہم وہی لوگ

ہیں۔ قتادہ بولا۔ راست کہا تم نے۔ قسم خدا کی خدا مجھ کو تم پر فدا کرے۔ بخدا قسم وہ گھر مٹی و پتھر کے نہیں۔ پھر کہنے لگا مجھ کو جبن یعنی پنیر کی بابت خبر دیجئے۔ اس پر ابو جعفر مسکرائے اور کہا اب تیرے مسائل کی یہانتک نوبت آ پہنچی۔ کہا میں اس کا حکم بھولا ہوا ہوں پھر کہا اسکے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ عرض کی اس میں اکثر ہینہ کا انفحہ[۱] پڑتا ہے۔ فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ انفحہ میں رگ خون و استخوان نہیں ہوتا گو وہ فرث و خون کے درمیان سے نکلتا ہے۔ اس کی مثل ماکیان مُردہ کے مانند ہے کہ اس سے بیضہ نکلے۔ آیا تو اس بیضہ کو کھائیگا۔ قتادہ نے کہا میں اس کو نکھاؤں گا نہ کسی کو اس کے کھانے کی اجازت دوں گا۔ فرمایا کیوں کیا اس لئے کہ مُردہ سے نکلا ہے۔ اگر اسکی حضانت ہو اور اس سے بچہ نکلے تو کیا تو اس بچہ مرغ کو بھی کھائیگا کہا ہاں اس کو تو کھاؤں گا۔ فرمایا یہ کیوں۔ بیضہ حرام ہو اور بچہ اس سے نکلا ہوا حلال پھر فرمایا یہی حال انفحہ کا ہے۔ اے قتادہ تو پنیر کو مسلمانوں کی دُکان سے انکے ہاتھ سے لے اور شوق سے نوش جاں کر اور مطلق تفتیش کے درپے نہ ہو۔ جبتک کہ کوئی تم کو اس کی بابت خلاف خبر نہ دے۔

کلام آنجناب درباب متعہ

کشف الغمہ میں کتاب فلق نثر الدرر سے نقل ہوا ہے کہ عبد اللہ ابن معمر لیثی نے حضرت ابو جعفر سے کہا میں نے سُنا ہے کہ تم حلت متعہ کا فتویٰ دیتے ہو۔ فرمایا حق تعالیٰ نے اس کو کلام مجید میں حلال کیا۔ رسول اللہ نے مسنون و مستحب کہا۔ اصحاب آنحضرت

[۱] بفتح اول و کسر فا و حائے مہملہ بمعنی پنیر مایہ وہ ایک دودھ ہے کہ بچہ شتر یا بھیڑ کے شکم میں جمع ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس بچہ نے ابتک گھاس نہ کھایا ہو پس اس کا پیٹ چاک کر کے وہ شیر کہ زردی مائل ہوتا ہے اس سے نکال لیتے ہیں اور سُکھا کر دواؤں میں ڈالتے ہیں ۱۲ غیاث ۔

عمل میں لائے۔ عبداللہ نے کہا۔ مگر عمر خطاب نے اسے حرام کیا۔ فرمایا تو عمر کے قول پر رہ ہم رسول اللہ کی پیروی کرتے ہیں۔ عبداللہ نے کہا اگر تمہارے گھر کی عورتیں متعہ کرنے لگیں تو وہ تم کو پسند آئے گا۔ فرمایا او احمق گھر کی عورتوں کا یہاں کیا ذکر جس خدائے برتر نے اپنی کتاب مجید میں اس کو حلال کیا اور اپنے بندوں کے لئے مباح فرمایا۔ وہ تیری نسبت اور جسنے از روئے تکلف اس کو حرام بتایا اسکی نسبت زیادہ غیرت دار ہے۔ تیری عورتیں یثرب کے ایک جولاہے کے نیچے (بروئے نکاح دائمی ہوں) ہوں تو تو خوش ہوگا۔ کہا نہیں۔ فرمایا کیوں نہیں۔ آیا تو وہ امر جس کو خدا نے حلال کیا حرام کرتا ہے۔ کہا میں اس کو حرام نہیں کرتا۔ مگر جولاہہ میرا کفو نہیں۔ فرمایا اللہ اس سے راضی وخوشنود ہے اور رغبت دلاتا ہے کہ حورعین سے اس کا نکاح کریگا۔ پس تو ایسے کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کرتا ہے جس کو حق تعالیٰ حوران جنّت کا کفو سمجھتا ہے۔ یہ تکبّر وسرکشی نہیں تو کیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ عبداللہ بن معمر یہ سُن کر ہنسنے لگا۔ اور بولا تمہارے سینے منبت (روئیدگی کی جگہ) اشجار علم ہیں پس تمہارے لئے ہیں ان کے ثمرات اور اوروں کے واسطے پتّے۔

خطاب آنجناب با ابوحنیفہ کوفی

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ کتاب شرح حجج اہل سنّت مؤلفہ ابوالقاسم طبری الکافی سے نقل کرتے ہیں کہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ایک مرتبہ ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین علیہم السّلام کے پاس جبکہ وہ مسجد الحرام میں تشریف رکھتے تھے آیا اور کہا میں آپ کے نزدیک بیٹھ جاؤں۔ ابوجعفر نے کہا تو ایک مشہور آدمی ہے میں نہیں چاہتا کہ میرے پاس بیٹھے مگر اس نے آپکے قول کی پرواہ نکی اور بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا کیا تم امام ہو۔ فرمایا نہیں۔ عرض کی کوفہ میں کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں آپ امام ہیں۔ فرمایا وہ جو چاہیں خیال کریں میں اس کو کیا کروں۔ کہا تم خط لکھ کر ان کو اس سے منع کرو۔ فرمایا وہ کیوں

مانینگے اور غائب کا قیاس حاضر پر ہوتا ہے۔ تو سامنے موجود ہے۔ میں نے یہاں بیٹھنے سے تجھ کو منع کیا تو نے میرا کہنا نہ مانا اور بیٹھ گیا۔ اسی طرح ان کو لکھوں تو کیوں ماننے لگے۔ ابو حنیفہ خاموش ہو گیا اور کوئی بات بن نہ پڑی۔

مباحثۂ آنحضرت با فرقہ کیسانیہ

مناقب میں ہے کہ بعض رؤسا رکیسانیہ نے جناب باقرؑ کے ساتھ محمد بن حنفیہ رضؓ کے زندہ ہونے میں کلام کیا۔ آپ نے فرمایا ویحک وائے ہو تجھ پر یہ کیسی حماقت ہے ان کا حال ہم کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیئے یا تمہیں۔ میرے باپ علی بن الحسین آپکی وفات پر انکے پاس موجود تھے۔ انکے سامنے ان کو غسل دیا گیا۔ نماز پڑھی گئی اور دفن ہوئے۔ کہا تمہارے باپ کو شبہ ہوا جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کے بارے میں یہود کو شبہ ہوا۔ آپ نے فرمایا یہی تیری حجت ہمارے اور تیرے درمیان فصل خصومت کو کافی ہے اگر اس پر قائم رہے کہا ہاں قائم ہوں۔ فرمایا تو اب میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ وہ یہود جن پر عیسیٰ بن مریم کا امر شتبہ ہوا وہ انکے دوست تھے۔ کہا نہیں وہ دشمن آنجناب تھے۔ فرمایا تو میرے باپ کیا محمد حنفیہ رحؒ کے دشمن تھے کہ ان کا کام آنحضرت پر شتبہ رہتا۔ راوی کہتا ہے کہ کیسانی اس پر بند و لاجواب ہو گیا اور اس نے کیسانی مذہب کو ترک کر کے حق کی طرف رجوع کیا۔

لطیفہ۔ کھمش راوی ہے کہ جابر جعفی نے مجھ سے کہا میں جناب ابو جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے پوچھا تو کون ہے۔ میں نے کہا ایک مرد ہوں کوفہ کا رہنے والا کہا کس قبیلہ سے کہا قبیلہ جعف سے۔ فرمایا یہاں کیوں آیا۔ کہا طلب علم کی خاطر فرمایا کس سے عرض کی آپ سے۔ فرمایا تو تو ایسا کرنا کہ جب کوئی تجھ سے پوچھے کہ کہاں کا رہنے والا ہے۔ کہنا مدینہ کا۔ میں نے کہا جھوٹ بولنا مجھ کو روا ہے۔ فرمایا یہ جھوٹ نہیں۔ جو کوئی مدینہ میں ہے اہل مدینہ سے ہے جبتک کہ یہاں سے باہر نجائے۔

مناظرۂ آنجناب با سالم مولائے ہشام بن عبدالملک

احتجاج طبرسی میں ہے کہ سالم مولائے ہشام حضرت ابو جعفر کی خدمت میں حاضر ہوا اور (بکمال خیرہ چشمی) کہا میں تمہارے پاس اس مرد کے بارے میں کلام کرنے آیا ہوں۔ فرمایا کس مرد کے بارے میں کلام کرنا چاہتا ہے کہا علی بن ابیطالب کے باب میں۔ کہا انکے کس امر میں کلام کرے گا۔ کہا اس کے احداث (جنگ با عائشہ وغیرہ) میں۔ فرمایا اے سالم جو اخبار تجھ کو راویان معتبر سے پہنچے ہیں ان کو دیکھ اور ان میں غور کر۔ آیا تو نے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے بروز خیبر سعد بن معاذ کو انصار کا علمبردار کر کے یہود کے مقابلے میں بھیجا وہ شکست کھا کر واپس آئے۔ پس آپ نے عمر خطاب کو مہاجرین و انصار دونوں کا علم دیکر روانہ کیا۔ سعد بن ابی وقاص نے مجروح ہو کر معاودت کی اور عمر واپس آئے درانحالیکہ اپنے اصحاب کو بُزدل کہتے تھے۔ اور اصحاب ان کو بُزدل کہتے تھے۔ رسول اللہ نے فرمایا اَھٰکذا یفعل المھاجرون والانصار۔ کیا مہاجرین و انصار ایسے ہی کام کیا کرتے ہیں۔ اور تین مرتبہ اس کلمہ کا تکرار کیا پھر فرمایا لاعطین الرّایۃ غداً رجلاً یحبّ اللہ و رسولہ و یحبّہ اللہ و رسولہ۔ کہ کل میں علم لشکر اس شخص کو دونگا جو خدا اور رسول کو دوست رکھے اور خدا و رسول اسے دوست رکھیں۔ آیا یہ حدیث صحیح ہے۔ کہا ہاں صحیح ہے اور حاضرین نے بھی تصدیق کی کہ البتہ یہ حدیث معتبر ہے۔ حضرت نے فرمایا تو اے سالم اگر تو کہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی کو دوست رکھا حالانکہ جو احداث (بدعات) ان سے ظاہر ہونے والے تھے وہ سُبحانہ ان سے آگاہ نہ تھا تو بوجہ تجویز جہل کے اس سُبحانہ پر کافر ہو گیا۔ اور جو کہئے کہ اس نے ان باتوں کے علم و واقفیت کے باوجود بھی امیر المومنین علیہ السلام کو دوست رکھا تو وہ احداث احداث نہ ہے۔ سب خدا کے نزدیک روا اور جائز ہیں۔ سالم نے عرض کی اس تقریر کو دوبارہ ارشاد فرمائیے۔ حضرت نے اس کا اعادہ کیا

سالم نے کہا عَبَدتُ اللہ علیٰ ضلالۃٍ سبعین سنۃً۔ میں خدا کو ستّر سال تک گمراہی میں عبادت کرتا رہا۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ اس سے پہلے باب علم و معرفت میں گزرا کہ آپ نے نافع بن ارزق کو بھی اسی طرح ملزم و مبہوت کیا تھا۔

کلام آنجناب بجواب حسن بصری

عبداللہ بن سلیمان نے کہا میں خدمت بابرکت حضرت ابوجعفر علیہ السّلام میں حاضر تھا کہ اہل بصرہ سے ایک شخص نے جس کو عثمان اعمی کہتے تھے کہا حسن بصری کا قول ہے کہ جو لوگ علم کو مخفی رکھینگے۔ انکے ریاح شکم ایسے گندہ و متعفّن ہونگے کہ اہل جہنّم ان سے ایذا پائیں گے۔ حضرت نے فرمایا تو اس صورت میں مومن آل فرعون ہلاک ہوا۔ حال آنکہ حق تعالیٰ ان کی مدح کرتا ہے قرآن میں۔ اسپر جہاں کہ فرماتا ہے۔ وقال رجل من آل فرعون یکتم ایمانہ اور کہا ایک مرد نے آل فرعون سے جو اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ علوم الٰہی مخفی و مکتوم تھے۔ اس وقت تک کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی نوح علیہ السّلام کو مبعوث بہ نبوّت کیا۔ بعد ازاں فرمایا حسن بصری دہنے بائیں جس طرف چاہیں جائیں قسم خدا کی۔ علم (خالص) ان کو یہاں کے سوا کہیں نہ ملے گا۔ اور عادت بھی آنجناب کی کہ ایسے مقام پر فرمایا کرتے تھے۔ بلیۃ النّاس علینا عظیمۃ۔ ان دعوناھم لم یجیبونا وان ترکناھم لم یھتدوا بغیرنا ہم ان لوگوں کے ہاتھوں بڑی مصیبت میں ہیں ان کو اپنی طرف بلاتے ہیں تو قبول نہیں کرتے نہیں آتے۔ بحال خود چھوڑ دیتے ہیں تو کسی دوسرے میں لیاقت نہیں پاتے کہ ان کو ہدایت کرے۔

جواب آنجناب از تحکیم حکمین

نیز ارشاد میں اس نافع بن ہندق کے ساتھ ایک اور گفتگو کی حکایت بیان ہوئی ہے کہ وہ ایک مرتبہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسائل حلال و حرام دریافت کرنے لگا

حضرت نے فرمایا اس فرقہ (خوارج) سے دریافت کرو کہ تم امیرالمؤمنین ع سے کس بات پر جُدا ہوئے۔ وہ کہیں گے کہ انہوں نے دین خدا میں حکم مقرر کئے تو جواب میں کہنا کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کی شریعت میں اپنی مخلوق سے دو حکم مقرر کرنیکا حکم دیا قرآن میں ارشاد ہے فابعثوا حکماً من اھلہ وحکماً من اھلھا ان یریدا اصلاحاً یوفق اللہ بینھما۔ یعنی مقرر کرو ایک حکم مرد کے طرفداروں سے ایک عورت کے اہل سے اگر وہ نیکی و اصلاح کا ارادہ کرینگے تو اللہ تعالیٰ ان کو توفیق خیر دے گا پھر حضرت نے فرمایا کہ یہ خدا کے مقرر کردہ حکم ہیں۔ رسول اللہ نے بروز بنی قریظہ سعد معاذ انصاری کو حکم کیا اسکے فیصلہ کو خدا و رسول نے قبول کیا۔ اور اس پر کاربند ہوئے۔ اور ان سے کہنا کہ تم نہیں جانتے کہ امیرالمؤمنین نے حکمین سے کہدیا تھا کہ وہ قرآن کی موافق حکم کریں۔ اس سے تجاوز نکریں۔ اور شرط کرلی تھی کہ قرآن کے خلاف انسانی حکم نہیں مانا جائے گا وہ مردود ہوگا۔ جب آپ کے حیات میں آپ کے سامنے یہ اعتراض کیا گیا کہ تم نے اپنی طرف سے کیوں حکم مقرر کیا تو فرمایا میں نے کسی مخلوق کو حکم نہیں کیا صرف کلام اللہ کو حکم ٹھہرایا ہے۔ پس خارجی قرآن شریف کو حکم مقرر کرنے والے اور اس کے خلاف کو رد کرنے والے کو بلا ارتکاب کذب و بہتان کیونکر گمراہ بتلا سکتے ہیں۔ نافع نے کہا خدا کی قسم یہ باتیں آجتک میری سمجھ میں نہیں آئی تھیں نہ کسی سے کانوں میں پڑی تھیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ یہی حق حقیقی ہے۔

ابن شبرمہ کے فتوے کی غلطی کا اظہار

علی بن مہریار نے نقل کیا کہ ایک شخص نے دختر صغیرہ کے ساتھ نکاح کیا۔ اس کی زوجہ نے اس لڑکی کو دودھ پلایا پھر اس کی دوسری زوجہ نے ارضاع کیا۔ ابن شبرمہ نے فتویٰ دیا کہ وہ بنت صغیرہ اس مرد پر حرام ہوگئی اور اس کی دونو زوجہ بھی۔ حضرت محمد باقر نے یہ سُنا تو فرمایا۔ ابن شبرمہ نے اس فتوے میں خطا کی وہ لڑکی صغیرہ اور

وہ زوجہ جس نے پہلی بار اس کو دودھ پلایا تھا ضرور حرام ہوئی مگر دوسری زوجہ حرام نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس نے تو اس وقت دودھ پلایا جب وہ لڑکی اس کے دُختر کے حکم میں ہو چکی تھی۔

کلام آنجناب دربارہ سلونی ارشاد امیر المومنین

زرارہ کہتے ہیں۔ کہ میں حاضر خدمت تھا ایک شخص نے اہل کوفہ سے آپ سے قول امیر المومنین سلونی عما شئتم وا تسئلونی من شئ الا انبأتکم بہ کہ سوال کرو تم مجھ سے جس چیز سے کہ چاہو جس امر سے سوال کرو گے میں تم کو اس سے خبر دوں گا کا ذکر کیا (گویا اس کو اعتراض تھا آپ کے ایسے علم کامل پر) حضرت نے فرمایا کسی کے پاس کوئی علم نہیں الا اس کا ماخذ علی ابن ابیطالب ہیں۔ پھر فرمایا کہ لوگ جس طرف چاہیں جائیں قسم خدا کی علم ان کو یہیں سے ملیگا اور دست مبارک سے اپنے سینہ مقدس کیطرف اشارہ کیا۔

قول آنجناب در خلق اللہ آدم علیٰ صورتہ

محمد بن مسلم کہتے ہیں میں نے حضرت سے حدیث ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ۔ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا کیا،، کی بابت سوال کیا گیا۔ فرمایا وہ ایک صورت مخلوق و محدث ہے حق تعالیٰ نے اس کو برگزیدہ کیا اور جملہ صور ہائے مختلفہ سے انتخاب و اختیار فرمایا پس اس کو اپنے نفس کی طرف منسوب فرمایا جیسا کہ کعبہ کو اپنی طرف منسوب کیا کہ اس کو بیتی کہا اور روح کو اپنے سے نسبت دی اور روحی کہا۔ ایسا ہی صورت خاص کو اپنے سے منسوب کر کے صورتہ یعنی صورت اللہ کہا۔

ایضًا۔ حمران بن اعین نے آنحضرت سے قول خدائے تعالیٰ و روح منہ کی بابت سوال کیا۔ فرمایا وہ ایک مخلوق ہے جس کو اس جل شانہ نے اپنی حکمت بالغہ سے حضرت آدم

حضرت عیسٰی کے جسموں میں خلق کیا۔

مکالمات آنجناب باحسن بصری بار دیگر

احتجاج میں ابوحمزہ ثمالی سے نقل ہوا ہے کہ حسن بصری[لہ] ابوجعفر محمد باقرؑ کے پاس آیا اور کہا مجکو چند باتیں حضور سے دریافت کرنی ہیں۔ فرمایا تو ہی فقیہ اہل بصرہ ہے۔ عرض کی لوگ ایسا کہتے ہیں۔ فرمایا بصرہ میں کوئی اور ہے جس سے تو علم دین حاصل کرتا ہے۔ کہا نہیں۔ فرمایا تو کل بصرے والے تجھ سے علم لیتے ہیں کہا ہاں۔ فرمایا تو بار عظیم تو نے سر پر لیا ہے۔ پھر فرمایا ایک امر تیری طرف سے مجھ کو پہنچا ہے۔ معلوم نہیں درست ہے یا تہمت تم پر لگائی گئی ہے۔ کہا وہ کیا ہی فرمایا۔ سنا ہے کہ تو کہتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا کیا اور تمام نیک و بد کو اُن کے سپرد کر دیا۔ حسن یہ سُنکر خاموش ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اے حسن تیرے نزدیک جس کو حق تعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں آمن (محفوظ ماموں) کہے آیا اس کو کوئی خوف مس کر سکتا ہے۔ کہا نہیں۔ آپنے یہ آیہ شریفہ وجعلنا بینھم و بین القریٰ التی بارکنا فیھا قریٰ ظاھرۃً[لہ] الخ کی تلاوت کی اور اسی طرح حجت لائے جیسا کہ بیشتر حدیث قتادہ میں گزرا کہ اے حسن میں نے سُنا ہے کہ تو قریٰ مبارکہ سے مکہ مراد لیتا ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا حج کو جانے والے ہمیشہ ماموں و محفوظ ہوتے ہیں کیا راہ میں راہزن اور قزاق ان کو لوٹ نہیں لیتے۔ کیا خود مکہ والوں کو اندیشہ نہیں رہتا کہ چور و ڈاکو ہم پر آپڑیں اور مال ہمارے سے لوٹ لیں اور جانوں سے مار ڈالیں پس لامحالہ قریات مبارکہ سے ہم اہل بیت رسالت مراد ہیں اور قریٰ ظاہرہ سے انبیاء

[لہ] تتمہ آیہ شریفہ یہ ہی وقدرنا فیھا السیر سیروا فیھا لیالی و ایاما امنین یعنی مقرر کیا ہمنے چلنے پھرنے کو ان قریوں میں پس سیر کرو ان میں راتوں اور دنوں درانحالیکہ امن میں ہو ۱۲

(لہ حاشیہ صفحہ ۸۲ پر دیکھو)

علیہم السلام یا علماء شیعہ کہ شب و روز ہماری طرف طلب علم حلال و حرام و فرائض واحکام کے لئے راتوں دنوں آمد و رفت رکھیں اور یہ علوم ہم سے لیکر دیگر شیعیان کو پہنچائیں۔ حق تعالیٰ نے اس آمد و رفت کو انکے لئے مقدر و مقرر کر دیا ہے اور چونکہ علم کو اس کے معدن و ماخذ سے لینگے جس سے لینے کا حق تعالیٰ سے ان کو حکم دیا گیا ہے تو ہر طرح شک و شبہ و ضلالت و گمراہی سے مامون و مصئون ہونگے۔ کیونکہ ہم وارثان علم خدا ہیں کہ ہم کو علوم دینیہ یقینیہ آدم علیہ السلام سے ورثہ میں ملے ہیں اور برگزیدۂ خدا ہیں کہ یہ اصطفا و برگزیدگی ہمارے سوا کسی کے حصے میں نہیں آئی اور تجھ کو اور تیرے اشباہ و امثال کو نہیں مل سکتی۔ اے حسن میں تجھ سے وہی باتیں کہتا ہوں جو تیری طرف سے مجھ کو پہنچی ہیں یا تیرے بشرے سے مجھ کو ظاہر ہوئی ہیں۔ خبردار تو تفویض کا قائل نہ ہونا۔ بتحقیق کہ حق تعالیٰ کبھی عجز و وہن سے کوئی امر کسی کے سپرد نہیں کرتا نہ اپنے طاعات و معاصی پر کبھی جبر فرماتا ہے۔ پس جبر و تفویض کا مذہب قطعاً باطل ہے صاحب احتجاج علامہ طبرسی یہانتک پہنچکر کہتے ہیں کہ یہ حدیث طولانی ہے ہمنے یہاں اس سے بقدر حاجت نقل کیا۔

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۸۱)

لہ ابو سعید حسن بن ابی الحسن یسار بصری سادات تابعین اور انکے بزرگوں سے تھے علم زہد و ورع عبادت کے جامع تھے۔ ان کا باپ یسار جنگ میسان عراق سے بندی میں آیا۔ زید بن ثابت انصاری کا آزاد کردہ تھا۔ ماں خیرہ کنیز آزاد کردہ ام سلمہ رضہ زوجہ رسول اللہ تھیں۔ بعض اوقات کسی کام کو جاتی تو ام سلمہ بچہ کے بہلانے اور چپکا کرنے کو اپنے پستان اس کے منہ میں دیتیں کہتے ہیں کہ شیر اس سے جاری ہوا اور یہ علم و فصاحت اسی کی برکت تھے۔ ابو عمر بن علا نے کہا مینے حسن بصری اور حجاج یوسف سے زیادہ کوئی فصیح نہیں دیکھا۔ کہا گیا ان دونوں میں کون زیادہ فصیح تھا کہا حسن۔ حسن دو سال خلافت عمر رضہ کے باقی تھے کہ پیدا ہوئے اور رجب ۱۱۰ھ میں وفات پائی ۱۲ ابن خلکان

حسنین علیہما السلام پسران رسول خدا ہیں

ابی الجارود نے کہا کہ مجھ سے حضرت ابو جعفرؑ نے فرمایا کہ یہ لوگ حسنؑ و حسینؑ کے بارے میں کیا کچھ کہتے ہیں۔ میں نے کہا ہمارے اس قول کا کہ وہ حضرات پسران رسول خدا ہیں انکار کرتے ہیں فرمایا۔ تم نے انکے سامنے کیا حجت پیش کی۔ کہا قول خدا کا دربارہ حضرت عیسیٰؑ ومن ذرّیّتہ داؤد سے لیکر اس کے قول وکلٌّ مّن الصّالحین تک پڑھا کہ اس میں حق تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السّلام کو ذریت ابراہیم یعنی ان کی اولاد سے قرار دیا ہے۔ یعنی جیسے عیسیٰؑ اپنی اماں مریمؑ کی وجہ سے اولاد ابراہیم میں داخل ہوئے اسی طرح حسنین فاطمہ زہرا کی جہۃ سے پسرانِ رسول اللہ ہیں۔ نیز ہم نے آیہ مباہلہ قل تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم ونسائنا ونسائکم وانفسنا وانفسکم الخ پیش کی۔ فرمایا انہوں نے کیا جواب دیا۔ میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ دختر زادہ کو بیٹا کہہ دیتے ہیں مگر وہ صلبی بیٹا نہیں ہو سکتا۔ حضرت نے فرمایا اے ابو الجارود قسم خدا کی میں کلام اللہ سے ایسی آیۃ کا تم کو نشان دیتا ہوں جو صلب رسول اللہ سے بنائے اس کو سوائے کافر کے کوئی رد نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا فدا ہوں حضرت پر وہ کونسی آیت ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وحرّمت علیکم امّھاتکم وبناتکم واخواتکم تا قول خدا تعالیٰ وحلائل ابنائکم الّذین من اصلابکم۔ یعنی حرام کی تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں تا قول خدا۔ اور بیبیاں تمہارے بیٹوں کی جو تمہارے اصلاب سے ہیں۔ اب ان سے دریافت کرو اے ابو الجارود کہ آیا رسول اللہ کو حسنین کی ازواج سے نکاح کرنا حلال تھا اگر ہاں کہیں تو وہ جھوٹے ہیں۔ نہیں کہا تو قسم بخدا کہ وہ پسران صلبی رسول اللہ ہیں صلبی ہونے ہی سے وہ عورات آنحضرت پر حرام ہوئیں۔

برخے از مکارم اخلاق و محاسن آداب

پارہ از جود وسخا

حسن بن کثیر نے کہا میں نے آنحضرتؑ کے آگے اپنے فقر و فاقہ و جفاء برادران کا ذکر کیا۔ تو فرمایا بئس الاخ اخ یرعاک غنیاً ویقطعک فقیراً۔ بُرا ہے۔ تیرا وہ بھائی جو تو انگری میں تیری رعایت رکھے اور فقیری میں تجھ کو چھوڑ دے۔ پھر غلام کو اشارہ کیا۔ اس نے سات سو درہم کی ایک ہتھیلی حاضر کی وہ مجھ کو دیکر ارشاد کیا۔ اس کو خرچ کرو ختم ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا۔

عمرو بن دینار و عبداللہ بن عبید اللہ بن عمر نے کہا ہم جب حضرت ابو جعفر کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ہم کو نفقہ۔ صلہ و لباس عنایت فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ تمہارے لئے تیار رکھا تھا قبل اس کے کہ تم یہاں آؤ۔

اور سلیمان قدام نے کہا وہ حضرت پانچ چھ سو سے لیکر ہزار درہم تک کا جائزہ ہم کو عطا کرتے اور اپنے رشتہ داروں پاس آنے جانے والوں اور توقع کرنیوالوں کے صلے دینے سے کبھی نہ اکتاتے۔ اور فرماتے تھے کہ شدید ترین اعمال تین عمل ہیں برادران دینی کے ساتھ مواسات و غمخواری کرنا اور اپنے نفسوں سے اور لوگوں کا انصاف دینا اور ہر حال میں یادِ خدا کو جاری رکھنا۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار خدمت اقدس میں اپنے والد بزرگوار کے حاضر تھا۔ اس روز آنحضرتؑ نے آٹھ ہزار دینار اہل مدینہ پر خیرات کئے تھے اور گیارہ بردے آزاد فرمائے تھے۔

جمعہ کے دن کی خیرات

آپ کا ارشاد تھا کہ صدقہ روز جمعہ کا ثروت و دولت کو مضاعف کرتا ہے۔ وہ حضرت اس روز ایک دینار سے کم کسی کو نہ دیتے تھے۔ جناب صادقؑ نے فرمایا کہ ہمارے باپ

ابو جعفر اپنے خاندان میں مالداری میں کم تھے۔ اور اخراجات آنحضرت کے اوروں سے زیادہ تھے تاہم وہ حضرت ایک دینار کا صدقہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ صدقہ روز جمعہ کا مضاعف ہوتا ہے بباعث فضیلت اس دن کے باقی ایام پر۔

اطعام طعام

ابو خالد کابلی کہتے ہیں کہ میں ایک بار حاضر خدمت ہوا تو کھانا منگایا اور مجھے بھی اپنے ساتھ کھانے کے باعث ہوئے۔ میں نے ہمراہ آنجناب کھانا تناول کیا۔ کھانا ازبس لطیف ولذیذ تھا کہ میں نے پہلے کبھی ایسا نہ کھایا تھا۔ فارغ ہوئے تو فرمایا یا اباخالد کیف رایت طعامنا او قال طعامک۔ اے ابو خالد تو نے ہمارا کھانا کیسا دیکھا یا فرمایا اپنا کھانا کیسا پایا۔ میں نے عرض کی میں نے پہلے کبھی ایسا کھانا نہ کھایا تھا۔ مگر مجھ کو اس وقت یہ آیہ کلام اللہ کی یاد آئی ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم۔ اور البتہ تم سوال کئے جاؤ گے اس روز ان نعمات سے۔ مطلب یہ کہ ان عمدہ کھانوں کا بروز قیامت حساب دینا پڑیگا۔ فرمایا انما تسئلون عما انتم علیہ من الحق۔ یعنی اس کا یہ مطلب نہیں جو تو نے سمجھا۔ یہ سوال اس حق کی بابت ہوگا جو ہمارا تم پر ہے۔ یعنی ائمہ جیسی بزرگ نعمت جو تم کو عطا ہوئی ہے۔ اس کی بابت پوچھا جائیگا کہ تم نے انکے ساتھ کیا سلوک کیا اور کیونکر ان سے پیش آئے۔ بعد ازاں فرمایا اللہ تعالیٰ بزرگتر ہے اس سے کہ طعام لذیذ کی بابت جو اس نے حلال کئے ہیں مواخذہ کرے یا حساب کتاب لے۔

اور بزیع نے کہا میں حاضر خدمت ہوا تو روغن زیتون و سرکہ کے ساتھ کہ پیالہ سیاہ رنگ میں جسکے اندر زرد روشنائی سے سورہ قل ہو اللہ تحریر تھا۔ طعام نوش فرما رہے تھے۔ فرمایا اے بزیع یہاں آؤ اور ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو۔ میں تعمیل ارشاد کر کے بیٹھ گیا۔ روٹی ختم ہوئی تو تین گھونٹ پانی کے پیئے اور پیالہ مجھے عنایت کیا۔ بقیہ میں نے پی لیا۔

آپ کا ارشاد تھا کہ تین آدمیوں کی مومنین سے ضیافت کروں تو یہ میرے نزدیک سات بندے آزاد کرنے سے بہتر ہے۔ نیز فرمایا کہ وہن و سبکی ہے کہ کوئی تیرے ساتھ احسان کرے اور تو اس کا بدلہ نہ دے۔ اور خلاف ادب ہے۔ خدمت لینا مہمان سے اور فرمایا مہمان تمہارے گھر آئے تو اترنے میں اس کی مدد کرو۔ اور جب جانا چاہے تو اسباب بندھوانے اور بار کرنے میں اس کے معین و مددگار ہو اور جانے کے وقت توشہ اس کے ہمراہ کرو جو خوب و خوشبو ہو۔

اور اکثر فرماتے تھے۔ اللّٰھمّ اعنّی علی الدّنیا بالغنی و علی الاٰخرۃ بالعفو۔ پروردگارا دنیا میں میری غنا و تونگری سے اعانت کر اور آخرت میں مغفرت گناہاں سے۔

سلمٰی زن آزاد کردہ آنجناب کہتی ہے کہ حضرت کے پاس اکثر اوقات برادران آنجناب آتے کبھی آپ ان کو نجانے دیتے۔ جبتک کہ نفیس کھانا نہ کھلا لیتے اور عمدہ لباس نہ پہنا دیتے اور نقدی درہم و دینار سے عنایت نفرماتے۔ گاہ گاہ میں اس میں کمی کو کہتی تو فرماتے اے سلمٰی خوبی دنیا و آخرت اس میں ہے کہ برادران اور جان پہچان اشخاص کو نفع پہنچایا جاوے۔ اکثر اوقات وہ حضرت پانسو چھ سو سے لیکر ہزار تک کا جائزہ عطا فرماتے۔ اور بھائیوں کے دیر تک پاس بیٹھے رہنے سے ملول نہوتے اور فرماتے کہ بھائی کے دل کی دوستی اسی سے پہچانی جاتی ہے کہ جو کچھ اس کی طرف سے تیرے دل میں ہو۔ آپکے دروازے پر کسی سائل کو یہ نہیں کہا جاتا تھا کہ اے فقیر پھر آئیو۔ یا اے سائل یہ لو۔ بلکہ آپ کا حکم تھا کہ ان کو اچھے سے اچھے اسماء کے ساتھ یاد کرو۔

آنحضرت کا قول تھا کہ اگر سائل جانے کہ سوال میں کس قدر خواری ہے تو کوئی کسی سے سوال نکرے اور جو دینے والے کو علم ہو کہ حاجت براری کے کیا کیا مدارج ہیں تو کبھی کوئی کسی کا سوال رد نکرے۔

مصافحہ

حضرت محمد باقر کا ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا

کہ جب کوئی تم سے کسی دوسرے سے ملے تو چاہیئے کہ سلام کرے اس پر اور مصافحہ کرے اس کے ساتھ بتحقیق کہ حق تعالیٰ نے مصافحہ سے ملائکہ کا اکرام کیا۔ پس تم بھی ملائکہ کا کام کرو۔ نیز۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جس وقت تم باہم ملاقات کرو تو سلام و مصافحہ کے ساتھ کرو۔ جب جدا ہو تو استغفار کہکر جدا ہو۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ احادیث ہذا سے جس قدر تاکید شدید مصافحہ کی بحسب شرع شریف ہے ظاہر ہے۔ نیز یہ امر کہ دو مومنوں کا باہم مصافحہ کرنا موجب اجر و ثواب بیحساب ہے۔

رواج مصافحہ بصور مختلفہ در اقطار عالم

واضح ہو کہ رسم مصافحہ کم و بیش ہر ملک و ہر ایک قوم میں کسی نہ کسی طریق پر رائج ہے۔ ہندوؤں میں رام رام کے ساتھ سر جھکانا۔ ہاتھ ماتھے تک پہنچانا پرانا رواج ہے۔ انگریز فی زماننا بایکدگر ملتے ہیں تو بڑے شوق سے ہاتھ ملاتے اور دباتے ہیں اور اس کو شیک ہینڈ کہتے ہیں۔ بعض کتب میں دیکھا گیا کہ زمانہ قدیم میں انکے یہاں دستور تھا کہ ایک دوسرے سے ملتا تو موئے سر کسی قدر اُکھاڑ کر اسکی نذر کرتا۔ علیٰ ہذا وہ اس کے جواب میں کچھ بال نوچ کر اس کو دیتا۔ یہ طریقہ تحیّہ کا انکے درمیان جاری تھا گو اب متروک و معیوب ہے۔ نیز لکھا ہے کہ بعض جزائر شمال میں معمول ہے کہ ایک دوسرے سے ملتا ہے تو اپنا پاؤں اُٹھا دیتا ہے۔ دوسرا اسپر مُنہ ملتا اور مسح کرتا ہے۔ یہ طریقہ تعظیم کا انکے یہاں جاری و ساری ہے اور ایک ملک کا دستور ہے کہ دو کس عند الملاقات اپنی اپنی ناک دوسرے سے ملاتے ہیں اور ان کو باہم رگڑتے ہیں۔ اور شمالی ہند ملک تبت کا یہ عجیب و غریب ڈھنگ ہے کہ جو کوئی اپنے عزیزوں دوستوں وغیرہ شناساؤں و دیگر اہل سوابق سے ملتا ہے تو سفید ریشم کا ایک رومال اس کو دیتا ہے۔ علیٰ ہذا وہ لوگ خطوط و مراسلات بھی ریشمین

پارچوں میں دوسروں کو بھیجتے ہیں اور مکتوب الیہ انکے جوابات قطعات حریر میں ملفوف کرکے انکی طرف روانہ کرتے ہیں اور راہ باٹ میں جو باہم گر ملاقات ہوتی ہے تو اپنا رومال ایک دوسرے کی طرف پھینکتے ہیں جس کے جواب میں وہ بھی رومال اسکی طرف پھینکتے ہیں۔ یہی ادل بدل کرنا رومالوں کا ٹکڑوں اور راستوں پر ان کا مصافحہ ہے اور یہ رسم اس قدر انکے درمیان رواج پائے ہوئے ہے اور اتنی اس کی تاکید ہے کہ اگر احیاناً ترک ہو جائے گو سہواً ہی سہی۔ تو معاملہ طول پکڑتا اور باہمی بغض و عداوت کا باعث ہوتا ہے حتیٰ کہ جدال و قتال کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور غریب تران سب مین اہل افریقیہ کا دستور ہے کہ وقت ملاقات ایک دوسرے کے کپڑے کا سرا لیکر اپنی کمر پر لپیٹنے لگتا ہے اور بدترین یعنی سب سے فحش اور خبیث طریقہ ایک جزیرے کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہاں کی عورات اپنے بزرگوں کے سامنے بدن کھولتی یعنی کپڑے اُتار کر بالکل ننگی ہو جاتی ہیں اور یہ انکے نزدیک بڑوں کی تعظیم اور اپنی ذلّ و انکسار کی علامت ہے۔ وللناس فیما یعشقون مذاہب۔ لوگ اپنی اپنی رسم و راہ کے دلدادہ اور اس پر فریفتہ ہیں۔ بہر کیف مسلمانوں میں شیعوں کا صاف و سیدھا طریقہ مصافحہ کا یہ ہے کہ دونوں شخص اپنے اپنے ہاتھ آگے بڑھا کر ایک دوسرے کے ہاتھوں کے درمیان داخل کرتے ہیں جس سے ایک کے ہاتھ کا شکم دوسرے کے شکم سے اور دوسرے ہاتھ کا بطن دوسرے کی پشت سے۔ بہیئت مجموعی ملصق و مماس ہو جاتا ہے۔ سُنّی دہنے ہاتھ سے دہنا اور بائیں سے بایاں جُدا جُدا ملا کر مقراضی شکل پیدا کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ شیعوں کا طریق مصافحہ ربط و مس میں سنّیوں سے بہتر ہے

یہاں تک دین اسلام کی رو سے مصافحہ کی فضیلت اور عالم میں اسکے رواج کا بیان تھا آگے وہ روایات و حکایات ذکر ہوتی ہیں جن سے موضوع کتاب جناب ابو جعفر محمد باقر کا اس عمل خیر کا شوق و شغف ظاہر ہو اور دو مصافحوں کے درمیان

حدفاصل مذکور ہوئی ہے مومنین ناظرین ان کو دیکھ کر انشاء اللہ اس سنت مؤکدہ کی بجاآوری میں ضرور ترقی کرینگے۔ ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ میں ایک بار سواری شتر میں ابو جعفر محمد باقر کا عدیل تھا پہلے میں سوار ہو لیتا تو وہ حضرت سوار ہوتے جب ہم درست بیٹھ جاتے تو آپ سلام کرتے۔

نیز۔ آنحضرت ع نے فرمایا کہ جس وقت دو مومن باہم ملاقات اور مصافحہ کرتے ہیں تو حق تعالیٰ ان دونوں کے ہاتھوں کے درمیان اپنا ہاتھ داخل کرتا ہے اور ان میں جو کوئی دوسرے کے ساتھ زیادہ محبت کرتا ہے وہ سبحانہ اسکے ساتھ مصافحہ کرتا ہے۔

نیز۔ آنحضرت ع نے فرمایا جب دو مومن باہم ملتے اور مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دستِ شفقت اپنا انکے ہاتھوں کے درمیان داخل کرتا ہے۔ اور جو ان میں سے اپنے صاحب کے ساتھ زیادہ الفت رکھتا ہے وہ جل شانہ اسکی طرف بنظر رحمت نگاہ کرتا ہے۔ اس وقت ان دونو سے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے برگ ہائے شجر موسم خزاں میں جھڑتے ہیں۔

دیگر۔ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی ہاتھ کو مصافحہ میں دیر تک مشغول رکھے۔ اسکا ثواب دوسرے سے زیادہ ہے۔ اور آنحضرت کا ارشاد ہے کہ باکید کرتا ہے کہ ہاتھ ملاؤ اور مصافحہ کرو کہ ایسا کرنا کینے کو سینوں سے نکالتا ہے۔

دیگر۔ ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ ایک بار میں سواری شتر میں حضرت کا عدیل تھا اس کی پشت سے سامان اُتار اگیا تو حضرت ذرا وہاں سے دور گئے۔ واپس آئے تو میرا ہاتھ پکڑ کر زور سے دبایا۔ عرض کی فدا ہوں آپ پر کیا میں ابھی محمل میں حضور کے ساتھ نتھا۔ فرمایا تجھے معلوم نہیں کہ مومن ذراسی بھی گردش کرتا ہے اور اسکے بعد اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف بروئے رحمت متوجہ ہوتا ہے اور اپنی توجہ کو ادھر سے نہیں ہٹاتا۔ تا اینکہ گناہوں کو کہتا ہے کہ ان سے دور ہو جاؤ

پس اے ابوحمزہ وہ اس طرح گرتے ہیں جیسے موسم خزاں میں درخت کے پتے گرتے ہیں یہانتک کہ دونو جُدا ہوتے ہیں تو کوئی گناہ ان پر باقی نہیں رہتا۔

نیز۔ آنحضرت علیہ السّلام نے ابوعبیدہ سے فرمایا کہ مومن کو چاہیئے اپنے برادر مومن سے درخت کی آڑ میں بھی ہو جائے اور پھر ملے۔ تو اسکے ساتھ مصافحہ کرے اور جناب صادق علیہ السّلام اس بارے میں فرماتے ہیں۔ حدّ المصافحۃ دور النخلۃ کہ مصافحہ کی حد کھجور کے پیڑ کا پھیر ہے یعنی اس کے درمیان میں آجانے سے مصافحہ لازم ہو جاتا ہے۔

خواب قیلولہ طعام چاشت کے بعد قبل ظہر تھوڑی دیر سونے اور خواب کرنے کی تاکید فرماتے اور اس کو نعمت بتلاتے تھے اور خواب اوّل روز کو سفاہت اور عصر کے بعد سونے کو حماقت کہتے اور قول تھا آنحضرت عہ کا کہ مغرب و عشا کے درمیان خواب کرنا آدمی کو روزی سے محروم کرتا ہے۔

استعمال حنا حنا کا استعمال ازبسکہ مسنون ہے اور حضرت رسول خداؐ نے اس پر حث و ترغیب فرمائی ہے۔ لاجرم وہ حضرت ائمہ اس کار بند تھے۔ احمد بن عبدوس بن ابراہیم نے کہا میں نے حضرت ابوجعفر کو حمّام سے نکلتے دیکھا وہ حضرت اثر حنا سے سر سے پا تک گلاب کے پھول کی طرح گلگوں تھے اور حکم بن عیینہ نے اثر حنا ناخنہائے مبارک پر دیکھا۔ حضرت نے اس سے کہا تو اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ عرض کی میں کیا کہہ سکتا ہوں جبکہ حضرت خود اس کا استعمال کرتے ہیں ہمارے یہاں تو لڑکے قرب شباب میں ایسا کرتے ہیں۔ فرمایا نورہ کے اثر سے ناخنوں کا رنگ بدل جاتا ہے مثل مُردہ کے ہو جاتے ہیں تو ہم حنا سے اس کو درست کر لیتے ہیں۔

مہندی و نیل کا خضاب معاویہ بن عمار نے کہا۔ میں نے حضرت ابوجعفرؑ کو حنا سے خضاب کرتے دیکھا اور امام جعفر صادقؑ

نے فرمایا کہ ہمارے باپ محمد باقرؑ وسمہ کا خضاب کرتے تھے۔ نیز آنحضرت سے بالوں کے خضاب کی بابت دریافت کیا گیا تو فرمایا۔ امام حسینؑ اور ابوجعفر محمد باقرؑ نے وسمہ و حنا دونو کا خضاب کیا ہے۔

جناب ابوالحسن موسیٰؑ نے فرمایا۔ کچھ لوگ حضرت ابوجعفرؑ کی خدمت میں داخل ہوئے دیکھا کہ آپ نے خضاب کر رکھا ہے۔ اس مقدمے میں آنحضرتؑ سے سوال کیا تو فرمایا ہم اپنی عورات کو دوست رکھتے ہیں انکی خاطر رنگ کرتے ہیں۔ نیز آنحضرت نے فرمایا کہ عورات اپنے مردوں کو اسی طرح زینت سے دیکھنا چاہتی ہیں جیسا کہ مرد اپنی عورتوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

دیگر۔ ابوبکر حضرمی نے کہا میں اور ابو علقمہ و حارث بن مغیرہ و ابوحسان جناب صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابو علقمہ مہندی حارث وسمہ کا خضاب کئے تھے ابوحسان کی ریش سفید تھی سب نے اپنی اپنی ڈاڑھیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا حضور اس میں کیا فرماتے ہیں۔ حضرت نے سب کی تحسین کی۔ انہوں نے کہا حضرت ابوجعفرؑ وسمہ کا خضاب کرتے تھے۔ فرمایا ہاں جب آپ نے (ام حکیم ثقفیہ) کے ساتھ شادی کی تھی تو کنیزوں نے آپ کو خضاب کر دیا تھا۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ خضاب وسمہ و حنا کی فضیلت میں احادیث کثیرہ حضرت رسول اللہؐ سے وارد ہوئی ہیں۔ شیخ رضی الدین طبرسی مکارم الاخلاق میں نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ افضل ان چیزوں کا جن سے تم اپنے بڑھاپے کو تغیر دو وسمہ و حنا ہے۔ نیز۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حنا سیّد و سردار ہے خوشبوہائے جنّت کی۔ مہندی لگا کر سو رہنے والا ایسا ہے جیسا کہ راہِ خدا میں جہاد کرنے والا اپنے خون میں لوٹے۔ نیز۔ آپ کا ارشاد ہے کہ حنا خضاب اسلام ہے۔ مومن کو زینت دیتی ہے اور درد سر کو دور کرتی ہے۔ بصارت کو تیز کرتی ہے اور قوت جماع کو بڑھاتی ہے

اس کی نیکی دس نیکیوں کی برابر ہے اور ایک درہم اس میں خرچ کیا ہوا سات سو درم کا مساوی۔ لازم کرو اپنے اوپر سیّد و سردار خضابات کو بتحقیق کہ قوّت جماع اس سے زیادہ ہوتی ہے۔ بشرہ کو سنوارتی ہے۔ نیز۔ آپ نے فرمایا۔ حنا سے خضاب کرو کیونکہ وہ شباب کو جمال کو اور قوّت نکاح کو اور چہروں کی حسن و خوبی کو زیادہ کرتی ہے اور حق تعالیٰ اس کی وجہ سے ہمسے فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ بتحقیق کہ ایک درم راہِ خدا میں خرچ کرنا سات سو درم کی برابر ہے اور خضاب میں خرچ کرنا سات ہزار کی برابر۔ کوئی تم سے مرتا ہے اور قبر میں رکھا جاتا ہے۔ تو جب نکیرین اس کے پاس داخل ہوتے ہیں اور اسکے خضاب کو دیکھتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ یہاں سے چلے چلو۔ ہمارا اس پر قبضہ و قابو نہیں اور احادیث اہل بیت علیہم السلام میں ثابت ہے کہ رسول اللہؐ نے خضاب کیا اور حسینؑ بن علی و علی بن الحسین و محمد باقرؑ و دیگر ائمہؑ خضاب کرتے تھے۔ الا امیر المومنینؑ نے نہیں کیا آہ وہ حضرت اس خضاب کے منتظر تھے جس کی رسول اللہؐ نے خبر دی تھی کہ ستخضب ھذہ من ھذہ یا علیؑ عنقریب تمہاری ڈاڑھی خون سر سے خضاب ہوگی۔ نیز کسی نے حضرتؑ سے کہا یا امیر المومنینؑ آپ خضاب نہیں کرتے فرمایا۔ نحن فی ماتم رسول اللہؐ۔ ہم رسول اللہؐ کے سوگوار ہیں۔ الحاصل حضرت صادقؑ کا قول ہے کہ ہر چند امیر المومنینؑ سفید ریش رہے الا ہمارے دیگر آبا و اجداد اس کے عامل ہوئے ہیں۔ ان اخضبت فحسن وان ترکت فحسن۔ پس خضاب کروں تو خوب ہے نکروں تب بھی کوئی عیب نہیں تاہم نظر بہ ترغیب و تحریصہائے بالا شاید ترجیح اسکی تعمیل ہی کو ہو و اللہ اعلم۔

اصلاح ریش مقدس

محمد بن مسلم نے کہا میں نے دیکھا کہ حجام آپ کی ریش مطہر کی اصلاح کر رہا ہے اس وقت حضرت نے ارشاد کیا دوّرھا دوّرھا۔ اس کو گول کرو۔ اور سدیر صیرفی نے کہا میں نے دیکھا کہ وہ حضرت

چہرے کے پہلوؤں پر ڈاڑھی کو تنگ رکھتے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ حضرت ڈاڑھی کو ہلکی رکھتے تھے۔ زیادہ گنجان نہونے دیتے تھے اور آپ کا قول تھا آدمی کی سعادت سے ہے کہ اسکی ڈاڑھی خفیف اور ہلکی ہو۔

دانتوں کی حفاظت

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؑ کو دیکھا کہ کُندر (ایک قسم کا گوند مشابہ بہ مصطگی) چبا رہے ہیں مجھے دیکھ کر فرمانے لگے۔ اے محمد وسمہ سے میری ڈاڑھیں ہلنے لگی تھیں انکی مضبوطی کے لئے اس کا استعمال کرتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ دندان مبارک ڈھیلے ہو گئے تھے۔ ان کو سونے کے تاروں سے کس رکھا تھا۔

سُرخ لباس نماز میں خوب نہیں عروسی وغیرہ میں پہن سکتے ہیں

مالک بن اعین نے کہا میں حضرت ابو جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ ایک چادر بالاپوش سُرخ رنگ کی اوڑھے ہوئے تھے میں نے تبسم کیا۔ فرمایا گویا میں جانتا ہوں جس لئے تو ہنسا۔ اس چادر سے ہنسا ہوگا۔ اس کو میں نے اپنی زوجہ ثقفیہ کی خاطر اوڑھ لیا ہے۔ میں اس سے مانوس ہوں اس نے اس کے اوڑھنے کی خواہش کی تھی۔ پھر فرمایا ہم اس میں نماز نہیں پڑھتے تم بھی بحالت نماز اس کا استعمال نکرو۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد جو پھر میں حاضر خدمت ہوا تو آپ اس عورت کو طلاق دے چکے تھے۔ فرمایا وہ ناصبیہ دشمن امیر المؤمنین علیؑ نکلی۔ میں نے اس کو طلاق دیدیا۔

رنگین لباس عروسی کے موقعہ پر مضائقہ نہیں رکھتا

حکم بن عینیہ نے کہا میں آنحضرتؑ کی خدمت میں داخل ہوا تو ایک مکان آراستہ و پیراستہ میں تشریف رکھتے تھے اور پیراہن وچادر رنگین زیب بدن تھی۔ میں مکان کو اور حضرتؑ کے اس لباس کو دیکھنے لگا۔ فرمایا تو اس میں کیا

کہتا ہے۔ عرض کی میں کیا کہوں جبکہ آپ نے اس کو پہن رکھا ہے۔ ہمارے یہاں تو جوانان نامقید اس کا استعمال کرتے ہیں۔ حضرتؑ نے اس آیہ شریفہ کو قرائت کیا قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ الخ کہدے اے محمدؐ ان سے کہ کس نے زینتہائے خدا کو حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں اور عمدہ ولطیف رزق کو۔ پھر فرمایا یہ مکان جو تو دیکھتا ہے عورت کا مال ہے۔ میرا اپنا مکان وہی ہے جس کو تو جانتا ہے۔ اور آگاہ رہ کہ میں نے تازہ شادی کی ہے۔

روایت دیگر ہمیں مطلب

حسن زیات بصرہ کا رہنے والا کہتا ہے کہ میں اور ایک اور شخص اہل بصرہ سے جس نے میری تعلیم و تربیت میں مذہب حق قبول کیا تھا حج کو گئے۔ واپسی میں مدینہ آئے تو حضرت ابو جعفر محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ایک مکان مزین و آراستہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اور ایک چادر گلابی رنگ کی آپ کے اوپر تھی اور ریش مقدس میں تازہ خضاب اور آنکھوں میں سرمہ لگایا تھا۔ میرے رفیق نومومن نے آپ کو دیکھا اور آرائش مکان میں نظر کی۔ دل میں اسپر معترض ہوا۔ آپ بعلم امامت اس کے اعتراض پر آگاہ ہوئے۔ مجھ سے فرمایا اے حسن کل تم معہ اپنے رفیق کے پھر ہمارے پاس آنا۔ اگلے روز میں اسے ہمراہ لیکر دوبارہ در دولت پر حاضر ہوا۔ تو اس مکان میں سوائے سنگریزوں کے اور کچھ ساز و سامان نہ تھا۔ انہی پر ایک بوریا بچھا تھا۔ تھوڑی دیر میں حضرت تشریف لائے تو موٹے کپڑے کا کرتہ پہنے تھے اور دیروزہ حالت کا کچھ اثر نہ تھا۔ ہمارے پاس آکر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا جس گھر میں کل تم نے مجھ کو دیکھا تھا۔ وہ میری زوجہ کا مکان تھا۔ کل اس کی باری کا دن تھا۔ میں نے اسکی خاطر زینت کی تھی جیسا کہ وہ میرے لئے آراستہ ہوئی تھی۔ میرا اپنا یہ گھر ہے۔ اے برادر بصری اس کا خیال دل میں نہ لانا۔ اس نے

کیا فدا ہوں حضرت پر واقعی میرے دل میں یہ خیال آیا تھا۔ مگر اس وقت خدا کی قسم وہ نکل گیا اور جانتا ہوں کہ جو کچھ حضرت نے فرمایا حق و درست ہے۔

قول مؤلف۔ امام کا کام ہے کہ جیسا زہد و تقویٰ و عبادت خدا کی خلائق کو تعلیم و تلقین کرے۔ اسی طرح جہاں تک خوش عیشی و زینتہا حلال کو حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے جائز رکھے ہیں اس کے اظہار و اعلان میں بھی دریغ نہ فرمائے۔ حضرت ابو جعفرؑ نے جو اپنی شادی کے موقعہ پر لباس رنگین و آرائش مکان وغیرہ زینتہائے دنیا اختیار کیں تو در اصل ہدایت خلق کی خاطر اختیار کیں۔ گو ظاہراً زوجہ کی خواہش اور اپنی طرف سے اسکی خاطر داری کو کہ وہ بھی عند الشرع ایک حد تک جائز روا بلکہ راجحات سے ہے ان امور کا باعث کہتے تھے۔ لیکن جب ابن عیینہ نے شوخ چشمی سے اس کو نامقبول کا کام بتایا۔ تو حضرتؑ نے اس بارے میں صریح وصاف آیہ قرآنی قرات کر کے اسکو بتلا دیا کہ یہ زینتیں ہمارے اور تمہارے لئے حق تعالیٰ نے حرام نہیں کیں مباح ہیں الحق امام کا منصب مقتضی ہے کہ زہد خشک کے ساتھ ساتھ توسّعات شرعیہ کی بھی تعلیم و تلقین فرمائے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم ان امور کو بلا روک ٹوک عمل میں لا رہے ہیں اگر شرع میں ان کی ممانعت ہوتی یا کم از کم پیشوایان دین ہم کو ایسا نمونہ نہ دکھاتے تو زندگی دوبھر ہو جاتی اور دُنیا کے کاروبار میں خلل پڑ جاتے۔

دعا و التجا بجناب کبریا

حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جب میرے باپ کسی امر میں محزون و ملول ہوتے تو تمام عورات و اطفال کو جمع کرتے اور دعا مانگتے۔ اور ہم سب آنحضرتؑ کے ساتھ آمین کہتے۔

دیگر۔ آنحضرت صلوات اللہ علیہ سے نقل ہے کہ میں ہر شب اپنے باپ کے لئے بستر خواب بچھایا کرتا تھا۔ پھر آپ کا انتظار کرتا تا وقتیکہ وہ تشریف لا کر بستر پر لیٹ جاتے

اور سو جاتے اس وقت میں اپنی خواب گاہ کو جاتا۔ ایک روز آپ کے آنے میں دیر ہوئی تو میں انتظار دیکھ کر مسجد میں گیا۔ اس وقت لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تھے۔ دیکھا کہ حضرتؑ تن تنہا مسجد میں تشریف رکھتے ہیں اور رو رہے ہیں میں نے کان لگا کر سنا کہ روتے ہیں اور یہ دعا پڑھتے ہیں سُبحانک اللّٰھم انت ربی حقاً سجدت یا ربّ تعبّداً ورقاً اللّٰھم ان عملی ضعیف فضاعفہ لی اللّٰھم قنی عذابک یوم تبعث عبادک وتب علیّ انک انت التواب الرحیم۔

گریہ وزاری بدرگاہ باری

کشف الغمہ میں افلح آزاد کردہ ابو جعفرؑ سے نقل ہے کہ میں محمد بن علی بن الحسین ع کے ساتھ حج کو گیا مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور نظر مبارک خانہ کعبہ پر پڑی تو گریاں ہوئے۔ حتیٰ کہ صدائے گریہ آپ سے بلند ہوئی۔ میں نے عرض کی فدا ہوں میرے ماں باپ حضرت پر لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں اگر صدائے گریہ کو ذرا کم کرتے تو بہتر تھا۔ فرمایا وائے ہو تجھ پر اے افلح کیونکر پکار کر نہ روؤں کاش اللہ تعالیٰ مجھ پر نظر رحمت کرے اور میں فردائے قیامت اس کے نزدیک کامیاب مراد ہوں۔ اس کے بعد سات بار طواف کعبہ بجا لائے پھر مقام ابراہیمؑ میں آکر نماز پڑھی۔ سجدے سے سر اٹھایا۔ تو موضع سجود اشکوں کی زیادتی سے تر ہو گیا تھا۔

ادب و تعظیم خانہ کعبہ

ابو عبیدہ کی روایت ہے کہ میں ایک بار سفر حج میں ایک سواری میں شریک آنحضرتؑ تھا۔ حرم کعبہ کے پاس پہنچے تو غسل کیا اور نعلین دونوں ہاتھوں میں لئے اور داخل حرم ہوئے۔

لہ پاک ہے تو اے پروردگار میرے میرا رب ہے از روئے حق و صدق کے۔ سجدہ کرتا ہوں تیرے سامنے براہ عبودیت و بندگی۔ یا اللہ میرا عمل ضعیف ہے اس کو میرے لئے مضاعف فرما۔ الٰہی مجھ کو اپنے عذاب سے بچا اس دن جبکہ تو اپنے بندوں کو مبعوث کرے۔ اور میری توبہ قبول کر۔ بتحقیق کہ تو توّاب و رحیم ہے ۱۲

محاسن عادات آنجناب سے تھا کہ اگراحیاناً خندہ فرماتے تو کہتے اللھم لا تمقتنی خداوندا تو مجھ کو دشمن نہ رکھنا۔ اور فرماتے کہ متابعت کرو اسکی جو تم کو رولائے کہ وہ خیر خواہ ہے اور متابعت نکرو اسکی جو تم کو ہنسائے۔ کیونکہ وہ فریب دینے کے درپے ہے۔

دیگر۔ امام جعفر صادق عؑ نے فرمایا کہ میرے باپ شبہا تاریک میں ہنگام گریہ وزاری بدرگاہ جناب باری عرض کرتے تھے۔ امرتنی فلم ائتمر ونھیتنی فلم انزجر فھا انا عبدک بین یدیک ولا اعتذر۔ الٰہی تو نے مجکو حکم دیا میں تیرے حکم پر کاربند نہوا اور نہی کی میں باز نرہا۔ اس وقت تیرے آگے حاضر ہوں تیرا بندہ ہوں۔ کوئی عذر خواہی تجھ سے نہیں کرسکتا۔

اور دستور تھا آپ کا جب کسی کو مبتلاء بلا دیکھتے تو آہستہ سے اس طرح پر کہ وہ نہ سُن سکے استعاذہ فرماتے یعنی حق سُبحانہ تعالیٰ کی طرف پناہ لیجاتے اس مصیبت آفت سے جس میں وہ پھنسا ہوا تھا۔

ہنگام سفر یہ دُعا پڑھتے تھے

حلیۃ المتقین مجلسی علیہ الرحمہ میں لکھا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام ارادہ سفر کا کرتے تو اپنے عیال کو ایک حجرے میں جمع فرماتے۔ اور یہ دُعا پڑھتے۔ اللّٰھمّ انّی استودعک الغداۃ نفسی ومالی واھلی وولدی والشّاھد منّا والغائب اللّٰھم احفظنا واحفظ علینا اللّٰھمّ اجعلنا فی جوارک اللّٰھمّ لا تسلبنا نعمتک ولا تغیّر ما بنا من عافیتک وفضلک۔

سفر وسواری کی کیفیت

عبداللہ بن عطا نے کہا کہ حضرت ابوجعفر نے مجھ سے کہا کہ اٹھو اور دو چارپائے یعنی حمار و استر کو زین کرلو۔ میں نے خر و خچر کو زین کیا۔ خچر حضرت کے سامنے لے گیا بدین خیال

کہ یہ دونوں میں آپ کے نزدیک دوست تر ہوگا۔ فرمایا تو اس کو میرے پاس کیوں لایا
کس نے کہا تھا۔ عرض کی میں نے ہی اس کو حضور کے لئے انتخاب کیا تھا۔ فرمایا
میرے نزدیک سواریوں میں حمار محبوب تر ہے۔ میں نے اس کو آگے کیا اور رکاب
تھام کر کھڑا ہوگیا۔ آپ اس پر سوار ہوئے اور یہ دُعا پڑھی الحمد للہ الذی

دعاء سواری

ھدانا للاسلام وعلمنا القران ومن علینا بمحمد
صلی اللہ علیہ وآلہ والحمد للہ الذی سخر لنا ھذا وما کنا

لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون والحمد للہ رب العالمین۔ پس وہاں سے
روانہ ہوئے اور میں بھی خچر پر ہمراہ رکاب تھا۔ حتیٰ کہ ایک مقام پر پہنچکر میں نے
عرض کیا۔ فدا ہوں حضرت پر۔ یہاں نماز پڑھینگے۔ فرمایا یہ وادی نمل (چیونٹیوں
کی زمین) ہے۔ یہاں نماز نہیں پڑھینگے۔ پس رفتہ رفتہ ایک اور مقام میں پہنچے۔ میں نے
پھر نماز یاد دلوائی۔ فرمایا یہ زمین شور ہے اس میں نماز نہیں پڑھی جاتی۔ پس آگے
بڑھے یہانتک کہ خود ہی ایک مقام پر اُترے۔ فرمایا تو نے نماز سبحہ (نافلہ) پڑھ لی ہے
یا پڑھے گا۔ میں نے کہا یہ وہ نماز ہے جس کو عراق کے لوگ نماز زوال کہتے ہیں۔ فرمایا
جو لوگ اس نماز کو پڑھتے ہیں وہ شیعیان امیر المؤمنین علی بن ابیطالب ہیں اور یہ نماز
نماز ہائے روز سے ہے۔ پس حضرت نے وہ نماز پڑھی اور میں نے بھی پڑھی۔ پھر میں نے
رکاب پکڑی۔ آپ نے وہی دُعا جو اول پڑھی تھی پڑھی اور سوار ہوئے۔ اور فرمایا
اللّٰھم العن المرجئۃ۔ خداوندا تو فرقہ مرجئہ کو لعنت کر۔ تحقیق کہ وہ دُنیا و آخرت
میں ہمارے دشمن ہیں۔ میں نے عرض کی فدا ہوں۔ مرجئوں کے ذکر کا یہاں کیا
موقعہ تھا۔ فرمایا ویسے ہی میرے دل میں انکی یاد آگئی۔

مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں بعد نقل روایت مذکورہ کہتے ہیں کہ شاید عبد اللہ نے
از روئے استخفاف یہ کہا تھا کہ اس نماز کو تو اہل عراق پڑھتے ہیں اور مراد اسکی نماز

چاشت بھی جسے سنّی قبل از زوال پڑھتے ہیں۔ حضرت نے اسکی عظمت بیان کی اور کہا اس کو شیعیان امیر المومنینؑ ادا کرتے ہیں اور وہ نماز بعد زوال ہے۔

نیز۔ مجلسی رح کہتے ہیں کہ مراد مرجیوں سے اس مقام پر وہ لوگ ہیں جو امیر المومنینؑ کو بلا فصل خلیفہ کہنے کی بجائے چوتھے درجہ پر شمار کرتے ہیں۔

ذکر خدا و کلمہ توحید

کافی میں حضرت ابو عبداللہ سے نقل ہے کہ فرمایا میرے باپ کثیر الذکر تھے یعنی یاد خدا بہت کرتے تھے کہیں جاتے میں ان کے ساتھ ہوتا۔ وہ ذکر خدا کرتے ساتھ کھانا کھاتا۔ وہ ذکر خدا میں مصروف ہوتے۔ لوگوں کے ساتھ باتیں کرتے مگر یہ باتیں کرنا ان کو ذکر خدا سے نہیں روکتا تھا۔ میں دیکھتا تھا کہ زبان مبارک تالو کو لگی ہے برابر لا الٰہ الا اللہ کہتے جاتے صبح کے وقت اکثر اوقات ہم کو اکٹھا کرتے اور یاد خدا کرتے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہتے جاتے اور ہم کو اس کے کہنے کا امر کرتے جبتک کہ آفتاب طلوع ہوتا۔ پھر ہم سے جو قاری قرآن ہوتا اسے قرآن پڑھنے کا حکم دیتے۔ اور باقیوں کو زبانی یاد خدا کرتے رہنے کا حکم فرماتے۔

فضیلت لا الٰہ الا اللہ

اس کلمہ طیبہ کے فضائل خود بیان فرماتے اور رسول اللہ سے نقل فرماتے۔ ابو حمزہ ثمالی نے کہا۔ میں نے حضرت ابو جعفرؑ سے سنا کہتے تھے۔ کوئی شے نہیں جس کا ثواب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے ثواب سے زیادہ ہو۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی برابر کوئی شے نہیں اور کوئی دوسرا اسکے کام کا شریک نہیں۔

دیگر۔ بروایت جابر جعفی آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ کوئی شے ایسی نہیں کہ اسکے مساوی دوسری شے نہ ہو سوائے اللہ تعالیٰ کے کہ اس کے برابر کوئی شے نہیں اسی طرح کلمۂ توحید کی برابر کوئی کلمہ نہیں بتحقیق کہ ایک آنسو کہ خوف خدا سے نکلے کوئی شے اسکے برابر وزن دار نہیں اور اگر وہ منہ پر رواں ہو تو لمبر پرھقہ فاتر

ولا ذلۃ بعدھا ابدا نہ پاس جائے گی اسکے مفلسی اور نہ ذلت کبھی ۔
اور کتاب ثواب الاعمال شیخ صدوق علیہ الرحمہ میں آنحضرتؐ سے منقول ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جبرائیل صفاو مروہ کے درمیان میرے پاس نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ خوشا حال اس کا جو تمہاری امت سے از روئے اخلاص لا الہ الا اللہ کہے ۔ بروایت جابر جعفی فرمایا طوبے ہے اس کے لئے جو اس امت سے لا الہ الا اللہ وحدہٗ وحدہٗ کہے ۔

نیز ۔ جابر نے بروایت آنحضرت صلوات اللہ علیہ رسول خدا سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا اپنے مرنے والوں کو کلمۂ توحید تلقین کرو ۔ کیونکہ وہ گناہوں کو منہدم کرتا ہے ۔ صحابہ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ اس کو کوئی حالت صحت میں کہے ۔ فرمایا وہ زیادہ منہدم کرنے والا ابنا ٔ عصیان کا ہے ۔ البتہ کلمہ لا الہ الا اللہ مومن کے لئے باعث انس ہے ۔ اس کی زندگی میں اور بوقت مرگ ۔ اور آپکا ارشاد ہے کہ جبرئیل امین نے مجھے کہا اے محمد جنکو تو دیکھے گا بوقت بعثت کے انکے چہرے سفید ہیں تو وہ لا الہ الا اللہ باواز بلند کہتے ہوں گے اور جن کے چہرے سیاہ ہونگے وہ واویلاہ وا ثبوراہ کا شور مچاتے ہونگے ۔

کلمہ الحمد للہ تمام محامد حق تعالیٰ پر شامل ہے

کشف الغمہ میں حضرت جعفر صادق سے نقل ہوا ہے کہ حضرت نے فرمایا میرے باپ ابو جعفر کا ایک مرتبہ خچر سواری کا گم ہو گیا ۔ فرمایا میرا خچر واپس آجائے تو میں حق تعالیٰ کی ان محامد عالیہ سے مدح کروں گا جو اسکی رضامندی کی باعث ہوں ۔ کچھ عرصہ گزرا تھا کہ خچر حضرت کا معہ زین و لگام اپنے مقر و مقام پر واپس آگیا ۔ حضرت اس پہ سوار ہوئے اور اپنے دامن ہائے لباس کو سمیٹ کر درست بیٹھے اور سر مبارک آسمان کی طرف بلند کر کے فقط الحمد للہ کہا

ایک حرف اس پر زیادہ نکیا - فرمایا میں نے تمام انواع محامد خدائے عزوجل کو ادا کر دیا - اور ذرا اس سے باقی نہیں چھوڑا کچھ ترک نہیں ہونے دیا - کیونکہ جو قسم حمد و ثنا رحق سبحانہ تعالیٰ سے ہے اس کلمہ میں داخل ہے - صاحب کشف الغمہ اسکے بعد کہتے ہیں کہ راست کہا آنحضرت نے اور عہدِ خداوندی کو پورا کیا کیونکہ الف لام کلمۂ الحمد میں استغراق کا ہے اور تمام جنس محامد کا گھیرنیوالا اور اس سبحانہ کو اس میں متفرد کرنے والا ہے -

قربانی کے گوشت کی قسمت

فضیل کنانی نے کہا - میں نے حضرت ابوعبداللہ جعفر صادقؑ سے قربانی کے گوشت کی تقسیم کی بابت سوال کیا - فرمایا میرے جدامجد علی بن الحسین و والد ماجد محمد بن علی اسکے تین حصے کرتے تھے - ثلث ہمسایوں کو ثلث فقرا و مساکین کو دیتے تھے اور تہائی باقی گھر والوں کے لئے رکھ لیتے تھے -

مال غنیمت ملک امام ہے

مناقب ابن شہر آشوب میں بکر بن صالح سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مبارک ابوجعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی ہم کو تمہارے آباء طاہرین سے حدیث پہنچی ہے کہ جو فتح اسلام میں اہل ضلالت کے ہاتھ پر ہووے اسکی غنیمت مال امام ہے - فرمایا یہ درست ہے - عرض کی میں بھی ایک فتح ضلال میں اسیر ہو کر آیا تھا جسکے حصے میں لگا تھا کسی طور سے اس کے ہاتھ سے آزادی پائی - اب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور اعتراف ہے کہ حضرت کا مال و ملک ہوں - فرمایا میں نے قبول کیا - مکہ کو جانے لگے تو عرض کی میں نے اس عرصہ میں حج کیا ہے اور عقد نکاح عمل میں لایا - اور عزیز و اقارب میرے ساتھ مسلوک ہوتے رہتے ہیں یہی میرا کسب ہے اور وجہ معیشت اسکے سوا اور کوئی شے میری ملکیت میں نہیں - فرمایا

اپنے وطن کو جا اور تیرا حج اور نکاح اور جو کسب کیا سب حلال ہے۔ چھ سال بعد پھر حاضر ہوا اور اُس عبودیت کا مذکور درمیان میں لایا جس کا پیشتر اقرار کر چکا تھا حضرت نے فرمایا انت حرّلوجہ اللہ تو آزاد کردہ راہ خدا ہے۔ عرض کی سند آزادی دستِ مبارک سے لکھ دی جائے۔ آپ نے تحریر کیا:۔

آزادی غلام کا وثیقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم۔ یہ ایک کتبہ ہے جس کو محمد بن علی ہاشمی علوی نے عبداللہ بن مبارک اپنے فتے کے واسطے لکھا۔ تحقیق کہ میں نے تجھ کو راہِ خدا میں ثواب آخرت کے لئے آزاد کیا۔ اب تیرا کوئی مالک و آقا پروردگار عالم کے سوا دوسرا نہیں۔ تو میرا اور میری اولاد و اعقاب کا مولے (آزاد کردہ) ہے۔ ماہ محرم سنہ ۱۱۳ھ میں لکھا گیا اور محمد بن علی نے بقلم و خط خود اسکو لکھا اور اپنی مہر اسپر ثبت کی۔

آزادی غلاماں

محاسن برقی سے نقل ہوا ہے کہ امام جعفرؑ نے فرمایا ہمارے باپ محمد باقرؑ نے اپنی وفات کے وقت ایک ثلث اپنے غلاموں سے آزاد کئے اور دو ثلث کو باقی رہنے دیا۔ کل ساٹھ بردے اس وقت آپ کی ملکیت میں تھے۔ بیس آزاد ہوئے چالیس بدستور قید رقیت میں رہے۔

دوسری حدیث میں ابو بصیر نے آنحضرتؑ سے روایت کی کہ میرے باپ نے اپنی وفات کے وقت شریر غلاموں کو آزاد کیا۔ نیکوں کو رہنے دیا۔ میں نے عرض کی۔ اے پدر ان کو آزاد کرتے ہو اور ان کو رکھتے ہو۔ فرمایا ہاں انہوں نے کبھی کبھی کسی جرم پر میرے ہاتھ سے سزا پائی ہے یہ آزادی اس کا بدلہ ہے۔

غلاموں کے ساتھ کام میں شریک ہونا

ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ جب تم غلاموں سے کوئی کام کراؤ جو ان پر

گراں و دشوار ہو تو آپ بھی انکے ساتھ اس کام میں شریک ہو۔ اس سبب سے میرے باپ جب کسی کام کو کہتے تھے فرماتے ہم تم برابر ہیں۔ پس خود جا کر ملاحظہ کرتے کام ثقیل و دشوار ہوتا تو بسم اللہ کر کے انکے ساتھ کام میں لگ جاتے۔ خفیف ہوتا تو علیحدہ ہو جاتے۔

نزول بلا سے پہلے قلق و اضطراب اس کے وقوع پر سکون و اطمینان

کافی میں بعض اصحاب سے نقل ہوا ہے کہ کچھ لوگ حضرت ابو جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک بچہ آپ کا اس وقت بیمار تھا اسی وجہ سے بےچین و پریشان تھے کہ مطلق سکون و قرار نہ تھا۔ وہ باہم کہنے لگے کہ اگر صورت دگرگوں ہوئی تو ہم کو اندیشہ ہے کہ آپ کی حالت بدتر نہ ہو جائے۔ تھوڑی دیر میں لڑکے نے قضا کی۔ گھر والے رونے چلانے لگے۔ مگر آپ برخلاف اس کے باروئے خنداں و منبسط اندر سے برآمد ہوئے انہوں نے کہا فدا ہوں حضرت پر۔ جو طبیعت حضور کی ابتدا میں دیکھی تھی اندیشہ تھا کہ وقوع حادثہ پر حالت بدتر نہ ہو جائے۔ فرمایا ہم جس کو دوست رکھتے ہیں اسکے لئے طلبگار عافیت ہوتے ہیں۔ مگر امر خدا کے نازل ہو جانے پر اسکو تسلیم کرتے اور خاموش ہو جاتے ہیں۔

دیگر۔ تذکرہ احمد بن حمدون میں لکھا ہے کہ محمد بن علی بن الحسین نے کہا انا ندعو اللہ فیما نحب اما اذا وقع الذی نکرہ لم نخالف اللہ فیما احب کہ ہم خدا سے اس امر میں جس کے خواہاں ہیں دعا کرتے ہیں مگر کوئی امر مکروہ طبع واقع ہو جاتا ہے تو مرضی خدا پر راضی ہوتے اور اسکی مخالفت نہیں کرتے۔

دیگر۔ زرارہ سے نقل ہے کہ جناب جعفر کا ایک بچہ اپنے آخر وقت دم توڑ رہا تھا۔ اور ابو جعفرؑ علیحدہ ایک گوشہ میں (غمگین) بیٹھے تھے جو اس کے پاس

جاتا۔ اس کو کہتے اس کو چھونا نہیں ایذا و ضعف زیادہ ہوگا۔ وہ مرگیا تو حکم دیا کہ آنکھیں بند کردو اور ایک پارچہ سے دونو جبڑے کس دو۔ اور غسل دو اس کے تئیں۔ اور ہم سے کہا جبتک حکم خدا نازل نہیں ہوتا ہم کو کرب و بیچینی رہتی ہے۔ اس کے نازل ہونے پر راضی برضاء خدا ہو جاتے ہیں اور مزید اظہار رضا بقضا کی خاطر روغن و سُرمہ کا استعمال کیا اور کھانا منگا کر سب کے ساتھ نوش فرمایا۔ اور کہا ھٰذا ھو الصّبر الجمیل کہ صبر جمیل اس کو کہتے ہیں پھر پورا لباس پہنکر اور عمامہ خز سر پر رکھ کر باہر آئے اور نماز جنازہ پڑھائی۔

نیز۔ زرارہ سے بروایت دیگر منقول ہے کہ ابو جعفر اپنے ایک طفل میّت کی نماز کو نکلے حال آنکہ اس وقت ایک جبّہ زرد رنگ خز کا اور ایک ردا دھاری دار زرد رنگ کی زیب بدن فرمائے ہوئے تھے۔

تشییع جنازہ کا شوق

کافی کلینی علیہ الرحمہ میں زرارہ سے نقل ہوا ہے کہ حضرت ابو جعفر قریش سے ایک مرد کے جنازے پر تشریف لائے۔ میں حضرت کے ہمراہ تھا اور عطا بھی وہاں موجود تھا۔ ایک عورت چیخیں مار کر رونے لگی۔ عطا نے کہا خاموش رہو ورنہ ہم یہاں نہ ٹھہرینگے چلے جائینگے۔ لیکن وہ چلائے گئی باز نہ آئی۔ عطا اٹھا اور وہاں سے چلدیا۔ میں نے حضرت سے کہا عطا واپس چلا گیا۔ فرمایا کیوں چلا گیا۔ عرض کی یہ عورت جو چیختی چلاّتی ہے۔ اس نے منع کیا اور کہا اس کو بند کرو ورنہ ہم نہ ٹھہرینگے اس لئے رونا چلانا بند نہ کیا وہ چلا گیا۔ فرمایا ہم اسکی معیّت نہ چھوڑینگے کیا ایک امر حق کے ساتھ باطل ہو تو باطل کی وجہ سے حق کو چھوڑ دیں اور حق مسلم ادا نہ کریں۔ نماز جنازہ پڑھی جا چکی تو ولی میّت خود خدمت میں عرض رساں ہوا کہ رحمت خدا ہو تم پر۔ آپ زیادہ پیادہ پا نہیں جا سکتے۔ واپس تشریف لیجائیں

زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا آپ کو واپسی کی اجازت مل گئی۔ مجکو حضور سے کچھ دریافت بھی کرنا ہے گھر کو واپس چلئے۔ فرمایا چلے چلو میاں۔ ہم کیا کوئی اسکے اذن و اجازت سے یہاں آئے تھے کہ اس کے کہنے سے پلٹ جائیں۔ ہماری غرض اتباع جنازے سے اکتساب اجر و ثواب بحساب ہی سو وہ جتنا زیادہ دور ساتھ جائینگے اتنا زیادہ حاصل ہوگا۔

اور جابر جعفی سے فرمایا کہ جو شخص تشئیع جنازہ کرے تا اینکہ اس پر نماز پڑھی جائے اس کے لئے ایک قیراط ثواب کا ہے اور جو قبر تک ساتھ جائے تا اینکہ وہ دفن ہو

ثواب تشئیع وتربیع جنازہ

اس کے لئے دو قیراط ہیں۔ پھر فرمایا کہ قیراط برابر ہے کوہِ احد کے۔ نیز حمل جنازہ میں آپ نے فرمایا کہ جو کوئی جنازہ کو ہر چہار جانب سے اُٹھائے۔ یعنی پہلے دست راست پھر پایۂ راست پھر پایۂ چپ پھر دستِ چپ کو اُٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس گناہ گناہانِ کبیرہ سے بخشے گا۔

قلوب شیعیان میں آپ کی وقعت

نیز۔ کافی میں ایک مرد بنی حنیف سے کہ اہل بست و سیستان سے ہے روایت ہے۔ اس نے کہا میں ایک سال شروع خلافت معتصم میں سفر حج میں ہمراہ رکاب تھا۔ ایک موقعہ پر جبکہ دسترخوان پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے میں نے عرض کی فدا ہوں حضرت پر۔ ہمارے یہاں جو آجکل حاکم ہے محبان اہل بیت سے حضور کا شیعہ اور دوست ہے۔ میرے اوپر خراج چڑھ گیا ہے جس کو ادا نہیں کر سکتا۔ اگر اس کو ایک شقّہ لکھ دیا جائے تو اس کا کامل اثر ہوگا۔ وہ ضرور میری رعایت کریگا۔ فرمایا میں اس سے واقف نہیں۔ عرض کی جعلت فداک جیسا میں نے عرض کیا وہ شیعیان و محبان اہل بیت سے ہے۔ آپ کی تحریر یقیناً مجھے نفع بخشے گی۔ پس کاغذ لیا اور یہ

الفاظ تحریر کئے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امّا بعد موصل کتاب ہذا نے تمہارے حسن عقیدت کی خبر دی۔ تحقیق کہ حاصل تمہارے اس عمل و حکومت کا وہی نیکی ہے جو اس وقت کرو گے پس اپنے برادران مومن کے ساتھ احسان کرو۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے رائی کے دانے کے برابر شے کا حساب لے گا۔ راوی کہتا ہے کہ میں یہ خط لیکر روانہ وطن ہوا تو میری خبر مجھ سے پہلے اس کو پہنچ لی تھی۔ شہر سے بقدر دو فرسخ میری پیشوائی کو نکلا۔ خط دیا تو اس کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ اور کہا جلد اپنی حاجت بیان کر۔ میں نے کہا تمہارے دیوان کا خراج میرے ذمّے واجب الادا ہے امر کیا کہ اس کو منسوخ کر دو اور کہا میرے دورانِ حکومت میں ایک حبہ خراج کا تجھ سے نہیں لیا جائے گا۔ پھر میری عیالداری کی بابت دریافت کیا۔ جب معلوم ہوا کہ کثیر العیال ہوں۔ بقدر ہمارے گزارے کے بیت المال سے رقم مقرر کر دی۔ چنانچہ اس کے ایام حکومت میں میں نے ایک کوڑی خراج کی نہیں دی اور برابر اپنا وظیفہ معیّنہ لیتا رہا۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ معتصم خلیفہ جسکی ابتدا خلافت کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے پسر ہارون عباسی ۲۱۸ھ میں تخت نشین ہوا۔ حال آنکہ ابو جعفر محمد باقر اس سے سو برس سے زیادہ پیشتر ۱۱۴ھ میں وفات پا چکے تھے۔ پس یا تو راوی سے سہو ہوا اور معاصرین آنجناب ولید وغیرہ کے مقام پر معتصم کا نام لیا۔ یا یہ حکایت امام محمد تقی کے زمانے کی ہے ان کی کنیت بھی ابو جعفر تھی۔ بہر کیف چونکہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار میں بذیل حالات محمد باقر ع اس کو وارد کیا ہے حقیر نے تاسیاً للجناب یہاں نقل کر دیا اگر ابو جعفر تقی الجواد کے حالات میں کہیں دیکھنے میں آئی تو وہاں انشاء اللہ مکرر نقل ہو جائے گی۔ ھو المسک ما کررتہ یتضوّع۔

قلوب اعدا میں آپ کی ہیبت

پہلے باب مناظرات میں گزرا کہ عکرمہ مولائے ابن عباس کہ مشاہیر اعداء

اہل بیت سے ہشام بن عبد الملک کا مقرب بنا ہوا تھا۔ حرم میں حضرت کے گرد ہجوم خلائق دیکھ کر آتش حسد میں جل گیا۔ اور ہشام کے خوش کرنے اور اپنا دل ٹھنڈا کر نیکو بہ نیت فاسد حضرت کے امتحان اور بند و لاجواب کرنے کو بے دھڑک سامنے آیا لیکن آگے آتے ہی رعب امامت اسپر چھا گیا۔ سامنے بیٹھا تو تھر تھر کانپنے لگا اور ضبط نہو سکا سر نہوڑا کر بولا یا ابن رسول اللہ میں بہت سی مجالس میں شریک ہوا اور عبد اللہ عباس کے سامنے بیٹھتا رہا کبھی ایسا مرعوب نہیں ہوا۔ فرمایا ویحك ای عبید اہل شام (شامیوں کے غلامچے) انت بین یدی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ تو اس وقت ان گھروں کے سامنے ہے کہ اذن دیا ہے اللہ نے کہ انکا رتبہ بلند ہو اور ذکر الٰہی ان میں کیا جائے۔

حلم و درگزر

سلیمان بن قوم نے کہا ابو جعفر ہم کو پانسو سے لیکر چھ سو درم بلکہ ہزار درم تک جائزہ عنایت کرتے تھے۔ ایک بار ایک نصرانی نے ان کو کہا تم بقر ہو فرمایا انا باقر نہیں میں تو باقر ہوں۔ کہا تم پسر طباخہ (باورچن) ہو۔ فرمایا ذالك حرفتھا۔ اس کا پیشہ ہے۔ کہا انت ابن السوداء الزنجیۃ البذیۃ۔ تو پسر زن سیاہ حبشیہ زبان دراز ہے۔ فرمایا اگر راست کہتا ہے تو خدا اسکی مغفرت کرے۔ جھوٹ بولتا ہے تو خدا تجھ کو بخشے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ حلم و بردباری اس خاصہ باری کی دیکھ کر نصرانی ایمان لے آیا۔

جو بات بولتے تھے بموجب قرآن بولتے تھے

کافی میں ابو الجارود سے منقول ہے کہ حضرت ابو جعفر ع نے ہم سے کہا کہ جب کوئی بات تم سے کہوں تو اس کی دلیل قرآن سے طلب کرو۔ اس کے بعد ایک بار باتوں باتوں میں فرمانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ممانعت کی ہے قیل و قال سے اور مال کے فاسد و خراب کرنے سے اور بکثرت سوال کرنے سے۔ اس وقت کسی نے یاد دلوایا کہ یا ابن

رسول اللہؐ ان باتوں کو قرآن سے مدلل فرمایا ہے۔ فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
لاخیر فی کثیر من نجویھم۔ ان کی بہت سی باتوں میں کوئی بھلائی نہیں یہ زیادتی
قیل وقال سے ممانعت ہے۔

دیگر۔ اس سبحانہ کا ارشاد ہے لا تؤتوا السفھاء اموالکم التی جعل اللہ
لکم قیاما۔ اپنے اموال جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری اوقات بسری کا سبب قرار
دیا ہے وہ احمقوں کے ہاتھ میں دیکر برباد نکرو۔ یہ فساد مال کی نہی ہوئی۔

نیز۔ اس جل شانہ کا ارشاد ہے ولا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم۔
ایسی باتوں کی بابت سوال نکرو کہ اگر وہ تمہارے آگے ظاہر کر دی جائیں تو تم کو آزردہ
کریں۔ اس میں کثرت سوال سے منع کیا ہے۔

جواب از سوال کیف اصبحت

بحار میں شقیق بلخی سے روایت ہے کہ اس نے دیگر اہل علم
سے نقل کیا کہ کسی نے محمد بن علی باقر صلوات اللہ علیہ سے
سوال کیا۔ کیف اصبحت یا ابن رسول اللہ۔ اے
اے فرزند رسول خدا کس حال میں صبح ہوئی۔ فرمایا اَصْبَحْنَا غرقی فی النّعمۃ موفورین
بالذّنوب یتحبّب الینا الٰھنا بالنّعم ونتمقّتُ الیہ بالمعاصی ونحن
نفتقر الیہ وھو غنیّ۔ یعنی صبح کی ہم نے درانحالیکہ نعمات الٰہی میں مستغرق ہیں
اور گناہان کثیر کے مرتکب۔ محبّت رکھنا چاہتا ہے ہم سے ہمارا معبود نعمات سے
اور دشمنی چاہتے ہیں ہم اس سے ساتھ گناہوں کے اور ہم اس کے محتاج ہیں اور وہ
ہم سے مستغنی۔ اس جواب میں حضرت نے عام دُنیا داروں کی کیفیّت بیان کر دی
جس میں وہ مبتلا ہیں اور اشارہ کیا اس طرح کی صبح نکریں۔

شکایت از امّت جفا کار

منہال بن عمر سے روایت ہے کہ میں ایک روز
آنحضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس وقت

ایک شخص آیا اور سلام کیا اور کہا کیا حال ہے تمہارا یا ابن رسول اللہ - فرمایا کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم کو معلوم ہو ہمارا کیا حال ہے - ہماری مثال اس امّت میں بنی اسرائیل کی مثال ہے قبطیوں میں یذبحون ابنائھم ویستحیون نسائھم - انکے بچّوں کو ذبح کرتے تھے عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے - عرب کہتے ہیں کہ ہم کو عجم پر فضیلت ہے - عجم پوچھتے ہیں کہ کیوں کاہے کی فضیلت ہے - وہ کہتے ہیں کہ محمد عربی ہم سے ہیں - کہا درست ہے - بیشک تمہارا یہ فخر مسلّم ہے - قریش نے کہا ہم کو باقی عرب پر فوقیت ہے عرب نے کہا کس لئے - کہا اس لئے کہ محمّد مصطفٰے قریشی ہیں وہ تسلیم کرتے ہیں کہ سچ کہتے ہو - ہم نے کہا ہم کو آدمیوں سے فضیلت ہے کیونکہ ہم ذرّیت محمد ص اور انکے اہل بیت اور خاص وعترت ہیں کوئی دوسرا ان امور میں ہمارا شریک نہیں (تو اس کو قبول نہیں کرتے) اس مرد نے کہا قسم خدا کی میں تم اہل بیت کو دوست رکھتا ہوں جناب باقر علیہ السّلام نے فرمایا فاتخذ للبلاء جلبابًا - تو تو بلا کے لئے چادر بنالے - یعنی فقر وفاقہ وغیرہ آفات دُنیا کی برداشت کے لئے آمادہ ہوجا قسم خدا کی مصائب وآفات ہماری طرف وادی کی رو سے بھی زیادہ سُرعت سے آنیوالے ہیں بلاء ومصیبت ہم سے شروع ہوتی ہے - پھر تم پر آتی ہے اور ناز ونعمت بھی پہلے ہم کو ملے گا - پھر تم کو -

جنازہ دیکھ کر کھڑے ہوجانا ضرور نہیں

زرارہ سے نقل ہوا ہے کہ انہوں نے کہا میں ایک مرتبہ حاضر خدمت ابوجعفر ع تھا - ایک مرد انصاری بھی وہاں موجود تھا - وہاں سے ایک جنازہ گزرا - وہ مرد انصاری جنازے کو دیکھ کر کھڑا ہوگیا مگر ابو جعفر کھڑے نہوئے اور میں بھی حضرت کے ساتھ بیٹھا رہا - حتّٰی کہ جنازہ اس مقام سے گزر گیا - اس وقت بیٹھا - جناب باقر ع نے پوچھا کیوں تم کھڑے ہوئے - عرض کی میں نے حضور کے

جد امجد امام حسینؑ کو دیکھا کہ وہ جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ فرمایا بخدا قسم کہ نہ امام حسینؑ جنازے کے لئے کھڑے ہوتے تھے نہ کوئی اور شخص ہم اہلبیت سے اس کے لئے اُٹھتا ہے۔ انصاری بولا اصلحک اللہ آپ نے مجھے شک میں ڈالدیا۔ پہلے میں جانتا تھا کہ میں نے ایسا دیکھا ہے۔

مروی ہے کہ آنجناب جب جنازے کو مشاہدہ کرتے تو یہ کلمات کہتے الحمد للہ الذی لم یجعلنی من السواد المخترم۔ حمد و سپاس اس خدا کو جس نے مجھ کو سواد مخترم یعنی مردہ نہیں بنایا۔

مرور جنازہ کے وقت بموجب طریقۂ حقّہ امامیہ بجائے کھڑے ہونے کے اپنی جگہ پر بیٹھا رہنا راجح ہے۔ الّا جنازہ یہودی کے گزرنے پر اُٹھ کھڑا ہونا چاہیئے۔ جبکہ اندیشہ ہو کہ نہ اُٹھیگا تو جنازہ اسکے سر کے اوپر سے گزرے گا ۱۲ رسالہ زینت العباد مؤلفہ شیخ زین العابدین مجتہد عراق۔

ہاتھی دانت کی کنگھی

عبد اللہ بن سلیمان نے کہا میں نے ابو جعفر محمد باقرؑ سے عاج دندان فیل کے شانے کے استعمال کی بابت سوال کیا۔ فرمایا لا بأس بہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں میرے پاس بھی اس کی ایک کنگھی ہے۔ اس سے پہلے کشف الحقائق میں گزرا کہ جناب صادق اور دیگر حضرات ائمہ اس کا استعمال کرتے تھے البتہ نقرہ کے شانے سے کراہت فرماتے تھے۔

سریانی و عبرانی زبانوں میں مناجات

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو جعفرؑ سے سُنا فرماتے تھے انا علمنا منطق الطیر و اوتینا من کل شیٔ۔ ہم کو پرندوں کی بولی بتائی گئی ہے اور ہر علم و ہر زبان سے واقف کیا گیا ہے۔

اصحاب آنجناب سے ایک شخص ناقل ہے کہ ہم بارادہ زیارت درِ دولت پر حاضر ہوئے۔ دہلیز میں پہنچے تو آنحضرت کو سُریانی زبان میں کچھ پڑھتے سُنا کہ باآوازِ حزین پڑھ رہے ہیں اور زار قطار روتے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہم بھی آپ کو دیکھ کر رونے لگے۔

موسیٰ بن الیاس نمیری نے کہا ہمنے دروازہ ابو جعفر پر حاضر ہو کر اذن دخول طلب کیا اس وقت صدائے حزیں ہمارے کانوں میں آئی جیسا کہ کوئی عبرانی زبان میں کچھ پڑھ رہا ہے اندر داخل ہوئے تو دریافت کیا کہ یہاں عبرانی زبان کون پڑھ رہا تھا۔ فرمایا مجکو الیا نبی کی مناجات یاد آئی اس کو پڑھتا اور روتا تھا۔

مبارکباد طفل مولود

کسی مرد کو اس کے یہاں بچہ پیدا ہونے پر مبارکباد دی فرمایا اسئل اللہ ان یجعلہ خلفاً معک وخلفاً بعدک کہ سوال کر خدا سے کہ وہ مولود تیرے سامنے تیرا جانشین ہو اور تیرے مرنیکے بعد بھی ہو۔ بتحقیق کہ آدمی اپنے باپ کا خلیفہ وجانشین ہوتا ہے اس کی حیات میں بھی اور بعد وفات کے۔ یعنی اولاد سعید وہ ہے کہ باپ کی حیات میں اسکی نیابت میں وہ کام کرے جو اسکی خوشنودی کے باعث ہوں اور بعد وفات ایسے اعمال بجالائے جس کا ثواب اس کو پہنچتا رہے۔

پارۂ از معجزات جناب محمد باقر صلوات اللہ علیہ

بحار میں اسعد بن سعید سے روایت ہے کہ آنحضرت ع نے اس سے فرمایا اے سعد ہم حجۃ خدا ہیں اور وجہ خدا وعین (آنکھ) خدا اسکی خلقت پر ہم والیان امر خدا ہیں اسکے بندوں میں ہمارے درمیان اور تمام ممالک روئے زمین کے درمیان ایک علاقہ ہے جس وقت ہم کو کسی قطعۂ زمین میں کوئی کام پیش آتا ہے تو اسی علاقہ سے اس کو اپنے سامنے کر لیتے ہیں معہ اسکے شہروں بازاروں اور عمارتوں کے حتیٰ کہ اس میں حکم خدا کا نفاذ

کرتے ہیں تحقیق کہ ہوا جیسے حضرت سلیمان کے حکم میں تھی ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کو محمد و آل محمد کے لئے تسخیر کیا ہے۔

حضور ملائکہ واجنہ بخدمت آنجناب ع

بحار میں معتب غلام ابو عبداللہ علیہ السلام سے نقل ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک روز صبح کے وقت اپنے پدر عالی قدر حضرت ابوجعفر کے ساتھ نماز صبح پڑھی بعد نماز حضرت بیٹھ کر تسبیح پڑھنے لگے تو ایک شخص طویل القامت جس کے تمام سر کے بال سفید تھے آپ کے پاس داخل ہوا اور سلام کیا آنحضرت پر اسکے پیچھے پیچھے ایک جوان رعنا وہاں آیا وہ بھی سلام بجالایا اور بوڑھے کا ہاتھ پکڑ کر بولا اٹھ کھڑا ہو کہ تجھ کو اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ دونو وہاں سے چلے گئے تو میں نے آپ سے پوچھا اے پدر یہ مرد جوان اور پیر کون تھے۔ فرمایا بوڑھا ملک الموت تھا اور جوان جبرئیل ہیں۔

دیگر۔ خرائج والجرائح میں محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ ابوجعفر محمد باقر ع نے فرمایا اگر تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم تم کو (غیبت میں) نہیں دیکھتے اور تمہاری باتیں نہیں سُنتے تو یہ تمہاری بدگمانی ہے۔ اگر ہم کو تمہارے حالات سے آگاہی نہ ملے تو کیونکر تمہارے پیشوا ہو سکتے ہیں اور کیا فوقیت تم پر رکھیں۔ میں نے عرض کی کہ کوئی ایسی بات دکھائیے جس سے ہم اس پر دلیل لاسکیں۔ فرمایا ہاں میرے اور تیرے عدیل کے درمیان ربذہ کے مقام پر تنازعہ ہوا تا اینکہ اس نے ہماری محبت و معرفت کا طعنہ دیا۔ میں نے کہا خدا کی قسم ایسا ہوا تھا۔ فرمایا تو میں کوئی ساحر کاہن و مجنون نہیں یہ خدا کی دی ہوئی اطلاع متعلق بعلم نبوت ہے۔ اور ہم کو آئندہ کی بھی خبر دی جاتی ہے۔ عرض کی کون آپ کے تئیں یہ خبریں دیتا ہے۔ فرمایا کبھی ہمارے دل میں پڑ جاتا ہے کبھی کانوں میں آواز آجاتی ہے۔ نیز ہمارے خدمتگزار کچھ مومنین

جنات سے ہیں جو ہمارے شیعہ ہیں اور تم سے زیادہ مطیع و فرمانبردار ہیں وہ تمہارے تمام حالات کی خبر دیتے رہتے ہیں۔

دیگر۔ سعد اسکافی نے کہا۔ میں نے حضرت ؑ باقر کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کی تو مجھ سے کہا گیا کہ ذرا ٹھہرو ابھی حضرت کے پاس اور برادران مومن حضوری میں ہیں۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ بارہ اشخاص زطوں (زط معرّب جٹ مخفف جاٹ ہندی) کے مشابہ برآمد ہوئے جو عمدہ قبائیں پہنے اور نفیس چادریں اوڑھے اور موزے پاؤں میں ڈالے تھے انہوں نے ہم سے سلام علیک کی اور گزر گئے۔ میں حضرت کی خدمت میں داخل ہوا تو عرض کی میں نے ان لوگوں کو جو ابھی حضرت کے پاس سے نکل کر گئے نہیں پہچانا۔ یہ کون لوگ تھے۔ فرمایا یہ تمہارے برادران مومن جنات سے تھے۔ عرض کی جن تمہارے پاس آتے ہیں۔ فرمایا ہمیشہ صبح کے وقت آتے ہیں اور مسائل حلال و حرام اسی طرح دریافت کرتے ہیں جیسا کہ تم پوچھتے ہو۔

دیگر۔ ابوحمزہ ثمالی نے جناب ابوجعفر سے روایت کی ہے کہ فرمایا ہم ایک بار ادائے عمرہ کی خاطر مکّہ معظمہ گئے تھے۔ دریں اثنا کہ حجر اسمٰعیل میں بیٹھا تھا۔ ایک جن (بشکل مار عظیم سیاہ چشم کے کہ اکثر گھروں میں رہتا ہے کسی کو ایذا نہیں دیتا) مشرق کی طرف سے حرم میں داخل ہوا اور آتا آتا حجر اسود تک پہنچا۔ میں ٹکٹکی باندھے اسکی طرف دیکھ رہا تھا دیر تک کھڑے رہنے کے بعد سات بار طواف خانہ کعبہ بجا لایا۔ پھر مقام ابراہیم میں آکر دو رکعت نماز پڑھی۔ اس وقت دن ڈھل چکا تھا۔ عطا اور اس کے اصحاب نے اسے دیکھا اور میرے پاس آکر بولے یا اباجعفر۔ تم نے اس سانپ کو دیکھا میں نے کہا ہاں دیکھ رہا ہوں اس کو اور اس کے افعال کو۔ پھر اس نے کہا اس کے پاس جاؤ اور میری طرف سے اسے کہو کہ محمّد بن علیؑ نے کہا ہے کہ خانہ کعبہ کی زیارت کو

غلامانِ سیاہ آنے والے ہیں۔ یہ ان کی خلوت کا وقت ہے۔ تو اپنے مناسک ادا کر چکا۔ ہم کو اندیشہ ہے انکے آنے سے پہلے یہاں سے چلا جائیے تو بہتر ہے یہ پیغام سُنکر اس نے سنگریزہ ہائے مسجد کی ایک ڈھیری لگائی اور اس پر دُم ٹیک کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ پھر ہوا میں پرواز کر گیا۔

دیگر۔ سدیر صیرفی سے نقل ہے کہ جناب ابو جعفر نے ان کو چند کام مدینہ کے بتائے وہ اپنے شتر پر سوار ہو کر روانہ ہوئے مقام فج الروحا پر پہنچے تھے کہ ایک شخص کو کنار راہ کھڑا دیکھا کہ کپڑا اہلا رہا ہے وہ اسکی طرف متوجہ ہوئے۔ اور یہ خیال کر کے کہ تشنہ ہے اپنا ظرف آب اسکی طرف بڑھایا۔ کہا مجھ کو اس کی ضرورت نہیں اور ایک خط ان کو دیا جسکی مُہر ہنوز خشک نہوئی تھی۔ غور سے دیکھا تو حضرت باقرؑ کی مُہر تھی۔ انہوں نے حامل خط سے پوچھا صاحب خط سے کب جُدا ہوا۔ کہا اسی وقت۔ کھولکر پڑھا تو چند امور کی نسبت ارشاد کیا تھا۔ پھر جو دیکھا تو وہاں کوئی دکھائی ندیا۔ اس کے بعد جب حضرت مدینہ واپس ہوئے اور سدیر ان سے ملے۔ تو عرض کی فدا ہوں آپ پر حضور کا خط ملا تھا حالانکہ مہر کی تری ہنوز خشک نہوئی تھی۔ فرمایا ہاں جب ہم کو ایسی ہی جلدی ہوتی ہے تو ان کو یعنی جنوں کو تعینات کرتے ہیں اور بروایت محمد بن الحسین فرمایا۔ اے سدیر ہمارے کچھ خادم جنّہ سے ہیں جس کام میں شتابی منظور ہوتی ہے وہاں ان کو مقرر کرتے ہیں۔

دیگر۔ نعمان بن بشیر نے کہا۔ میں ایک سفر حج میں جابر جعفی کا شریک سواری شتر تھا۔ مدینہ پہنچے تو وہ حضرت ابو جعفرؑ کے پاس حاضر ہوا اور آنحضرتؑ کو وداع کیا اور خوشی خوشی وہاں سے روانہ ہوا۔ فید سے اس طرف احرجہ کی منزل پر پہنچے تو جمعہ کا دن تھا۔ ظہر کی نماز پڑھ کر سوار ہوئے۔ اس وقت ایک مرد طویل القامت گندم گوں نے آکر جابر کو خط دیا۔ اس نے لیکر اس کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔ کیونکہ دیکھنے

سے معلوم ہوا کہ خط ابو جعفر محمد باقرؑ کا بنام جابر بن یزید تھا اور سیاہی اس کی ہنوز خشک نہوئی تھی - جابر نے پوچھا تجھ کو میرے مولیٰ سے جُدا ہوئے کتنا عرصہ ہوا کہا الساعۃ - یعنی اسی دم کہا قبل نماز ظہر یا اس کے بعد کہا اسکے بعد - جابر نے اسے کھولکر پڑھا اور کوفہ پہنچکر تعمیل ارشاد میں مصروف ہوا -

اطلاع بر مغیبات

کشی علیہ الرحمہ و دیگر اہل علم نے اسمٰعیل بن ابی حمزہ سے روایت کی ہے - اس نے کہا ایک روز جناب ابو جعفر اپنے ایک باغ میں با غہاء مدینہ سے جانے کو سوار ہوئے میں بھی ہمراہ رکاب تھا اور سلیمان بن خالد بھی ہمارے ساتھ تھے - راہ میں سلیمان نے عرض کی فدا ہوں حضرتؑ کیا امام کو ہر روز کے واردات سے اطلاع ہو جاتی ہے - فرمایا اے سلیمان قسم ہے اس خدائے عز و جل کی جس نے محمدؐ کو نبوت و رسالت کے لئے برگزیدہ کیا - امام ہر روز و ہر ماہ و ہر سال کے واقعات سے مطلع ہوتا رہتا ہے - پھر فرمایا - اے سلیمان تجھے خبر نہیں کہ شبہاء قدر میں روح ان پر نازل ہوتا ہے - اور اگلی شب قدر تک کے رات دن کے تمام حادثات کی اطلاع دیتا ہے - کیا تو چاہتا ہے کہ اس وقت تجھ کو وہ امر دکھاؤں کہ تیرا قلب مطمئن ہو جائے - راوی کہتا ہے کہ قسم خدا کی ہم وہاں سے کوئی ایک میل یا بیش و کم دور گئے ہونگے کہ آپ نے فرمایا کہ ابھی دو آدمی ہمارے آگے آتے ہیں جنہوں نے چوری کر کے اس کو چھپا رکھا ہے - ذرا آگے بڑھے تو فی الواقع دو شخص آرہے تھے - حضرت نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ ان چوروں کو پکڑ لو - انہوں نے گرفتار کر لیا - وہ قسمیں کھانے لگے کہ ہمنے کوئی چوری نہیں کی - فرمایا خدا کی قسم اگر جو کچھ تم نے چرایا ہے نہ نکالو گے تو میں اپنے آدمی بھیجکر وہ تمام مال اس جگہ سے نکلوالوں گا جہاں تم نے چھپایا ہے اور صاحب مال کو بلواؤں گا - وہ حاکم شہر کے آگے یہ معاملہ پیش کریگا اور سزا دلوائے گا اب تم کو اختیار ہے - انہوں نے مال دینے سے انکار کیا - حضرت نے غلاموں کو حکم دیا

کہ ان کو مضبوط پکڑے رہو۔ بھاگنے نہ پائیں اور سلیمان کو کہا تم ان غلاموں کو ہمراہ لیکر پہاڑ پر جاؤ۔ اور اس (ہاتھ سے اشارہ کرکے بتایا) راستہ سے جاکر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھو وہاں ایک غار ہے۔ اس غار میں جاکر جو شے وہاں ملے نکال لاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ میں چلا اور ان باتوں نے میرے دل میں گہرا اثر کیا تھا۔ تا اینکہ پہاڑ پر گیا اور غار میں اُترا۔ وہاں دو صندوق سنگین جن میں ایک ایک کو دو دو مرد اُٹھا سکیں موجود پائے۔ ان کو اُٹھا لایا۔ اور حضرت کی خدمت میں حاضر کیا۔ فرمایا اے سلیمان تو کل مدینہ میں عجیب کیفیت مشاہدہ کرے گا۔ اس کے بعد ہم سب شہر میں آئے۔ صبح ہوئی تو جناب ابو جعفر ہمارا ہاتھ پکڑے والی شہر کے پاس داخل ہوئے۔ آپ سے پہلے مالکِ مال چند بیجرم اشخاص کو حاکم کے پاس لایا تھا کہ انہوں نے میرا مال چُرایا ہے۔ حاکم تفتیش کر رہا تھا کہ اتنے میں حضرت وہاں پہنچے اور والی سے کہا یہ لوگ چور نہیں سرقہ کرنے والے میرے پاس ہیں۔ اور مدعی سے کہا تیری کیا کیا شے چوری گئی ہے۔ کہا ایک صندوق جس میں فلاں فلاں سامان ہے اور ان اشیاء کا نام لیا جو چوری نگئی تھیں۔ فرمایا جھوٹھ کیوں بولتا ہے۔ کہا تو آپ کو اس کی کیفیت خوب معلوم ہے۔ والی نے صاحب مال پر سختی کرنا چاہا۔ حضرت نے اسے روکا اور غلام سے کہا فلاں صندوق حاضر کرو وہ حاضر ہوا تو فرمایا یہ صندوق اور جو کچھ اس میں ہے اس کا مال ہے اس سے زیادہ طلب کرے تو کاذب و مفتری ہے۔ اور ہمارے پاس ایک اور صندوق مال مسروقہ کا ہے۔ جس کا مالک اور شخص ہے وہ چند روز بعد اس کی تلاش میں یہاں آئے گا۔ بربر کا رہنے والا ہے جب آئے اس کو میرے پاس بھیجدینا۔ لیکن ان دو چوروں کے جبتک ہاتھ نہ کاٹے جائینگے میں یہاں سے نہ جاؤں گا۔ ان کا خیال تھا کہ تنہا ابو جعفر کے کہنے سے اجراء حد نہیں ہو سکتا۔ بولے ہمنے چوری کا اقرار نہیں کیا۔ قطع ید کیونکر ہو سکتا ہے۔ والی نے کہا وائے ہو تم پر ابو جعفر وہ شخص ہیں کہ اگر تمام اہل مدینہ پر شہادت دیں تو انکی شہادت

مجری ہوگی۔ قطع ید وجریان حد کے بعد ایک نے ان سے کہا اے ابوجعفر تم نے بحق
حد جاری کی اور مجھ کو اس بات سے کہ حق تعالیٰ نے حد شرعی میرے اوپر آپ کے ہاتھ سے
جاری کرائی اور توبہ میری حضرت کے حضور میں واقع ہوئی اتنی خوشی ہوئی ہے کہ کوئی
تمام مدینہ مجھ کو بخشدیتا تو ایسی خوشی نہ ہوتی۔ میں یہ خوب جانتا ہوں کہ تم کو علم غیب
نہیں مگر اہل بیت نبوت ہو اور معدن علم و حکمت۔ ملائکہ تمہارے اوپر نازل ہوتے
ہیں۔ حضرت کو اس پر رحم آیا اور فرمایا انت علیٰ خیر۔ تو بھلائی پر ہے۔ پھر حاکم شہر اور
حاضرین سے خطاب کیا۔ واللہ اس کا ہاتھ بیس سال اس سے پہلے بہشت میں پہنچ
گیا۔ خرائج والجرائح میں ہے کہ وہ مرد اس واقعہ کے بعد بیس سال تک زندہ رہا۔
سلیمان نے ابن ابی حمزہ سے کہا اس سے زیادہ روشن دلیل امامت اور کیا ہوگی
اس نے کہا دوسرے صندوق کا معاملہ اس سے بھی عجیب تر ہے۔ راوی کہتا ہے کہ
قسم خدا کی اس کو بہت زمانہ نہ گزرا تھا کہ بربری حاکم کے پاس آیا۔ اس نے اسے حضرت
کے پاس بھیجدیا۔ آپ نے فرمایا اے بربری قبل اس کے کہ تو بیان کرے میں تبلادوں
کہ تیری کیا کیا شے صندوق میں ہے عرض کی اگر آپ یہ تبلادیں کہ اس میں کون کون
شے کس کس سے متعلق ہے تو فی الحقیقت آپ امام مفترض الطاعۃ ہیں۔ فرمایا۔ اسمیں
ایک ہزار دینار تیرے اور ایک ہزار دوسرے شخص کے ہیں۔ فلاں فلاں پارچہ ہے
عرض کی اس مرد کا جسکے ہزار دینار ہیں کیا نام ہے۔ فرمایا محمد بن عبدالرحمٰن۔ وہ مرد
صالح کثیر الصدقہ و نماز گزار ہے اور اس وقت دروازے پر کھڑا ہے۔ بربری نے کہا
شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں اور محمدؐ اس کا بندہ و رسول
ہے اور تم اہل بیت رحمت ہو اذھب اللہ عنکم الرجس وطھرکم تطھیراً۔ حضرت
نے فرمایا رحمتِ خدا ہو تیرے اوپر سلیمان نے کہا میں نے اس واقعہ کے بعد دس حج کئے
دست بریدہ کو ہر مرتبہ اصحاب ابوجعفر کے درمیان دیکھتا تھا۔

دیگر۔ خرائج میں عبداللہ بن معاویہ جعفری سے نقل ہے کہ انہوں نے کہا میں تم سے وہ حدیث بیان کرتا ہوں جس کو میرے کانوں نے ابو جعفرؑ سے سُنا اور میری آنکھوں نے دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ مدینہ پر آل مروان سے ایک مرد حاکم تھا ایک روز اس نے مجھ کو بلوایا۔ اس وقت کوئی آدمی اس کے پاس نہ تھا۔ کہنے لگا۔ اے معاویہ میں نے تم کو بوجہ اس اعتماد کے جو تم پر رکھتا ہوں طلب کیا ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرا پیغام کوئی دوسرا نہیں پہنچائیگا۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے اعمام محمد بن علی (امام باقرؑ) وزید بن الحسن بن الحسنؑ سے ملو اور ان سے کہو کہ جو باتیں میں نے ان کی نسبت سُنی ہیں ان سے باز رہیں ورنہ سزایاب ہو جائینگے۔ پس میں بارادۂ ملاقات ابو جعفرؑ وہاں سے نکلا۔ راہ میں ملاقات ہوئی۔ آپ اس وقت مسجد کو جا رہے تھے۔ میں پاس گیا تو متبسّم ہوئے اور فرمایا اس مردود نے تجھ کو بھیجا ہے کہ اپنے چچوں سے ایسا اور ایسا کہنا۔ یہ کہہ کر جو کچھ ان سے کہا تھا لفظ بلفظ نقل کیا گویا کہ اس وقت وہاں حاضر تھے اور اس کا کلام سُن رہے تھے۔ پس ارشاد کیا کہ برادرزادے اللہ تعالیٰ نے اسکی شرارت کو ہم سے دفع کیا۔ پرسوں تک وہ یہاں سے معزول ہو کر مصر کو جلاوطن کیا جائے گا۔ قسم خدا کی میں ساحر و کاہن نہیں ہوں مگر مجھے اس کی خبر دی گئی ہے راوی کہتا ہے قسم خدا کی دوسرے روز اسکے معزول ہو کر مصر کی طرف اخراج کئے جانے کی خبر مدینہ میں آئی۔ اور اس ملک کے لئے ایک اور حاکم مقرر ہو گیا۔

حدیث الخبط یوں اسمعہ انت منسوب بسیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ میں جابر جعفی سے نقل ہے کہ بنی امیہ نے اپنے عہدِ حکومت میں بہت ظلم و ستم کئے اور حرام خون گرائے اور ایک ہزار ماہ کامل منبروں پر چڑھ کر امیر المؤمنین علی بن ابیطالب علیہ السلام پر لعن و تبرا کیا کئے۔ اور بلاد اسلام میں شیعیان آنجنابؑ کو ایذائیں و آزار دیتے اور قتل و تباہ کرتے رہے اور علماء بدسیر نے حطام دُنیا کے لالچ میں ان کو ان امور

برانگیختہ کیا۔ شیعوں پر جو امر زیادہ سخت و ناگوار تھا۔ وہ مذمت حضرت امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کی تھی۔ جو کوئی آپ کی لعن سے انکار کرتا تو اس کو مار ڈالتے جب شیعوں میں یہ امر شائع ہوا اور اس کو طول و شدت ہوئی تو ان لوگوں نے امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی۔ یا ابن رسول اللہ ہم کو اوطان سے جلا کیا اور قلع و قمع کر کے قریباً نیست و نابود کر دیا۔ عین مسجد رسول اللہ میں آنحضرت کے منبر پر علانیہ امیر المومنین پر لعن و تبرا کرتے ہیں کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ احیاناً کسی نے کچھ کہا تو کہتے ہیں۔ یہ ترابی ہے۔ اور حاکم کو خبر دیتے ہیں کہ ابو تراب کو بھلائی سے یاد کرتا ہے وہ پکڑ کر سزا دیتا قید کرتا ہے یہاں تک کہ مار ڈالتا ہے۔ حضرت نے یہ کلام ان کا سنا تو نظر مبارک آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا سبحانک ما اعظم شانک تو پاک ہے اور تیری شان بہت عظیم ہے۔ اس طرح اپنے بندوں کو مہلت دیتا ہے کہ گمان کرتے ہیں کہ ہم کو بحال خود چھوڑ دیا ہے یہ سب امور تیرے سامنے اور زیر نظر ہیں۔ کیونکہ کوئی تیری قضا پر غلبہ نہیں پا سکتا اور کوئی تدبیر تیرے حتمی ارادہ کو نہیں روک سکتی جیسا تو چاہتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ کیونکہ تو اسکے نیک و بد سے ہم سے زیادہ آگاہ ہے۔ یہ مناجات کر کے اپنے فرزند ارجمند محمد بن علی باقر علیہ السلام کو بلایا اور فرمایا اے فرزند صبح کو مسجد رسول اللہ میں جاؤ اور وہ ڈورا جو جبریل امین خدائے عالمین سے رسول اللہ کے پاس لائے تھے اپنے ساتھ لو۔ اس کو کھول کر تھوڑی سی حرکت دو۔ زنہار کہ زیادہ متحرک کرو کہ تمام ہلاک ہو جائینگے جابر کہتے ہیں کہ میں آنحضرت کا یہ کلام سن کر حیران رہ گیا۔ کوئی کلمہ میرے منہ سے نہ نکلا۔ گھر گیا تو رات مجھ پر دراز ہو گئی اس شوق میں کہ کہیں جلد صبح ہو اور میں اس تحریک خیط کے آثار کو ملاحظہ کروں۔ صبح سویرے اٹھا اور اس طرف کو روانہ ہوا۔ دروازہ دار الامامت پر حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ فرمایا اے جابر اس وقت

کیسے آنا ہوا۔ تم تو ایسے سویرے نہیں آتے۔ عرض کی کل جو امام عالی مقام نے ارشاد کیا تھا کہ وہ دھاگا جس کو جبرئیل رسول اللہؐ کے لئے لائے تھے اسے لیکر مسجد رسول اللہؐ میں جاؤ اور اس کو آہستہ سے ہلاؤ زور سے حرکت نہ دینا نہیں تو تمام آدمی ہلاک ہو جائینگے۔ اس کے دیکھنے کے اشتیاق میں آیا ہوں۔ جناب باقرؑ نے فرمایا قسم خدا کی اے جابر اگر وقت معیّن و اجل محتوم اور قدر مقدر نہ ہوتے تو زمین اس خلق منحوس کو لیکر ایک طرفۃ العین میں اندر دھنس جاتی۔ مگر ہم بندگان اکرام کردہ خدا ہیں بولنے میں اس سُبحانہ پر سبقت نہیں کرتے اور بموجب اس کے حکم کے عمل گستر ہوتے ہیں۔ جابر نے عرض کی اے سیّد و سردار میرے کس لئے انکے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے۔ فرمایا تو نے نہیں سُنا جو کل شیعوں نے میرے والد سے اسکی شکایت کی۔ حضرت نے مجھے حکم دیا ہے کہ ان کو ڈراؤں اور مرعوب کروں شائد وہ ان حرکات سے باز آئیں اور کچھ اشخاص کی ہلاکت بھی ہو گی کہ دُنیا ان کی غلاظت سے پاک و صاف ہو جائے۔ جابر نے عرض کی وہ کیونکر مرعوب ہو سکتے ہیں۔ باوجود اپنی اس کثرت کے کہ احصار و شمار سے باہر ہے۔ جناب باقرؑ نے فرمایا اے جابر تم ہمارے ساتھ مسجد میں چلو۔ کہ قدرتِ خدا اور اسکی طاقت و قوّت کو جس سے اس سُبحانہ تعالٰی نے ہم کو مخصوص کیا ہے مشاہدہ کرو۔ جابر حضرت کے ساتھ ساتھ مسجد میں آئے۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور رخسار ہائے مبارک کو خاک پر رکھا اور کچھ کلمات زبان معجز بیان سے ارشاد کئے۔ اور اُٹھ کر وہ دھاگا آستین سے نکالا۔ بوئے مشک اس سے فائح تھی۔ دیکھنے میں سوئی کے ناکے سے بھی باریک تھا اور ایک سرا اس کا جابر کو دیکر کہا کہ اسے لئے دور چلے جاؤ اور خبردار ذرا حرکت ندینا۔ جابر کا بیان ہے کہ میں اسے لیکر قدرے دور گیا اور ایک جگہ ٹھہر گیا اس وقت آپ نے اس کو ایک خفیف سی حرکت دی کہ مجھ کو اچھی طرح سے محسوس بھی نہ ہوئی۔

پھر اس کا سر امیرے ہاتھ سے لے لیا۔ عرض کی یا سیّدی یہ کیا بات ہوئی۔ فرمایا باہر جاکر ذرا شہر کی کیفیّت ملاحظہ کر۔ میں نے مسجد سے نکل کر دیکھا تو ایک تلاطم شہر میں برپا تھا۔ فریاد و زاری کی آوازیں ہر طرف سے بلند تھیں۔ زلزلہ سے لرز کر اکثر مکانات منہدم ہو گئے تھے اور بے تعداد زن و مرد صغیر و کبیر انکے تلے دب کر راہی ملک عدم ہوئے تھے۔ چاروں طرف سے چیخ پکار اور صدائے انا للہ آرہی تھیں لوگ باہم کہہ رہے تھے کہ فلاں عمارت برباد ہو گئی۔ ایک گروہ خائف و ترساں مسجد رسول اللہ کو آرہا ہے کہ توبہ و انابت کرے کچھ یہ کہتے آتے ہیں کہ ہم نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر چھوڑ دیا۔ فسق و فجور اختیار کیا۔ اہل بیت رسول اللہ پر ظلم و ستم روا رکھتے ہیں ہم اس قابل ہیں کہ زمین میں اتر جائیں ان امور کو نہ چھوڑینگے اور اپنی اصلاح نکرینگے تو اس سے شدید تر مصائب میں مبتلا ہونگے۔ ایسا عظیم زلزلہ آئے گا کہ تمام خاک میں مل جائینگے۔ میں حیرت سے دیوانہ واران کو دیکھتا تھا۔ حتیٰ کہ رقت مجھ پر طاری ہوئی اور انکے ساتھ رونے لگا۔ پھر ان کو چھوڑ کر مسجد میں آیا تو دیکھا لوگوں نے چار طرف سے امام باقرؑ کو گھیر رکھا ہے اور کہتے ہیں یا ابن رسول اللہ ہمارے لئے دعا رخیر کریں آپ دیکھتے ہیں کہ کیا مصیبت ہم پر نازل ہو رہی ہے۔ حضرت نے فرمایا نماز۔ دعا۔ صدقہ و خیرات سے پناہ گیر ہو۔ پس میرا ہاتھ پکڑ کر علیحدہ تشریف لے گئے اور پوچھا کیا حال خلقت کا تو نے دیکھا۔ عرض کی کچھ نہ پوچھئے مکانات گر گئے۔ مکیں مر گئے۔ انکا حال زار دیکھ کر مجھ کو رحم آتا تھا۔ فرمایا خدا انپر رحم نکرے۔ سحقاً سحقاً۔ و بعداً للقوم الظالمین قسم خدا کی اگر مصلحت خدا اسکی خلاف نہوتی اور میرے والد ماجد اسکی ممانعت نکرتے تو میں اس قدر اس کو حرکت دیتا کہ عالم تہ و بالا ہو جاتا اور دشمنان خدا تمام ہلاک ہو جاتے۔ پھر حضرت منارہ مسجد پر چڑھے۔ میں ان کو دیکھتا تھا۔ اوروں کو دکھائی نہ دیتے تھے اور وہ دھاگا منار کے گرد لپیٹا۔ اسپر مدینہ میں ایک اور زلزلہ آیا مگر پہلے سے خفیف جنا

باقرؑ نے اس آیہ کی تلاوت کی ذٰلک جزینٰھم ببغیھم وھل نجازی الا الکفور۔
یہ وہ ہے جو ہم نے ان کی بغی وجہالت کا بدلہ دیا اور آیا ہم کسی کو سوائے ناشکروں کے
اور کو بھی یہ بدلہ دیتے ہیں۔ پھر فرمایا فلمّا جاء امرنا جعلنا عالیھا سافلھا۔
جب ہمارا امر آیا ہم نے اسکی بلندیوں کو پستیاں بنادیں۔ نیز اس کو تلاوت فرمایا۔
فخر علیھم السّقف من فوقھم واتٰھم العذاب من حیث لا یشعرون۔ گر پڑی
ان پر چھتیں انکے اوپر سے اور آیا ان پر عذاب۔ اس طرح پر ان کو شعور نہوا۔ جابر
کہتے ہیں کہ دیکھا میں نے کہ اس زلزلہ ثانیہ پر زنانِ پردہ دار پردے پھاڑ کر سروپا برہنہ
روتی پیٹتی نکل پڑیں۔ جناب باقرؑ نے جو انکے حال زار پر نگاہ کی تو ان پر رحم آیا اس
ڈورے کو اکٹھا کر کے جیب میں رکھ لیا۔ اور مینارے سے اتر آئے۔ اس وقت زلزلے
میں سکون ہوا۔ آپ مجھ کو ساتھ لئے دولت خانہ کو واپس ہوئے۔ راہ میں ایک آہنگر
کی دوکان پر آدمیوں کا جمگھٹا لگ رہا تھا۔ وہ کہتا تھا تم نے ہمہمہ کی آواز سنی۔ کسی
نے کہا بڑا ہمہمہ تھا۔ بعض کہتے تھے خدا کی قسم وہ کلام کثیر تھا۔ مگر ہم اسکا ادراک
نکر سکے۔ جابر کہتے ہیں کہ آپ نے میری جانب دیکھا اور تبسم فرمایا۔ پھر کہا اے جابر
باعث ان مصائب کا ان کی بغاوت وطغیان ہے۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ
یہ عجیب وغریب ڈورا جس کو حضور نے خفیف سی حرکت دی کیا شے ہے۔ فرمایا یہ
بقیہ ہے ان اشیاء کا جس کو آلِ موسیٰ وآل ہارون ورثہ میں چھوڑ گئے۔ اس کو
فرشتے لے گئے تھے۔ جبرئیل پھر اس کو رسول اللہ کے پاس لائے۔ ویحک یا جابر
ہم خدا کے نزدیک بہت جاہ ومنزلت رکھتے ہیں۔ ہم نہوتے تو وہ سبحانہ آسمان وزمین
جنت ونار شمس وقمر جن وانس کسی شے کو نہ پیدا کرتا۔ اے جابر ہم پر کسی کا قیاس نہیں
ہو سکتا۔ تم عذاب جہنم سے ہماری جہت سے چھوٹو گے۔ ہم ہی سے زندہ ہو اور ہم ہی سے
ہدایت پائی۔ قسم خدا کی ہم نے تم کو خدا کی طرف رہنمائی کی۔ پس ہمارے امر ونہی کی پیروی

کرو۔ اور ہمارے قول کو رد نکرو کیونکہ ہم بفضل خدا اس سے عظیم تر ہیں کہ ہماری بات
رد کی جائے۔ جو کچھ تم کو پہنچتا ہے ہماری طرف سے پہنچتا ہے جس کو سمجھو اس پر
حمدِ خدا بجالاؤ جو سمجھ میں نہ آئے اُس کو ہماری طرف رد کرو اور کہو کہ ہمارے اماموں
نے جو کچھ کہا وہ اسکے زیادہ جاننے والے ہیں۔ جابر کہتے ہیں کہ اس وقت امیر مدینہ
کہ بنی اُمیہ کی طرف سے حکومت رکھتا تھا۔ وہاں آیا۔ حال آنکہ اس تہلکہ میں اس کے
اور اسکے آس پاس کے گھروں کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ وہ فریاد کرتا تھا لوگو۔ فرزند
رسول اللہ علی بن الحسین کے پاس پہنچکر نالہ وزاری کرو۔ اور توبہ وانابہ عمل میں لاؤ
کہ اللہ تعالیٰ یہ عذاب تم سے دفع کرے۔ حضرت کو دیکھا تو چلایا یا ابن رسول اللہ دیکھتے
ہو کہ تمہارے جدامجد محمد مصطفےٰ کی امّت پر کیا آفت ٹوٹ رہی ہے وہ تباہ وبرباد ہوگئے
اپنے پدر بزرگوار سے کہئے کہ دعا بدرگاہِ خدا کرے اس بلا کو امّت کے سروں سے دفع
کریں۔ جناب باقرؑ نے فرمایا وہ ضرور ایسا کرینگے مگر تم کو بھی لازم ہے کہ توبہ کرکے
اپنے نفوس کی اصلاح کرو اور ناہنجار حرکات سے جن میں غرق ہو باز آؤ۔ بتحقیق کہ عذاب
خدا سے ایمن نہیں ہوتی مگر قوم زیانکار۔ جابر کہتے ہیں کہ اسکے بعد ہم سب حاضر خدمت
سید سجّادؑ ہوئے۔ آپ اس وقت تک مشغول نماز تھے۔ ہمنے توقف کیا تا اینکہ فارغ
ہوئے۔ تو آہستہ سے جناب باقرؑ سے فرمایا یا محمد کدت ان تھلك الناس جمیعاً کیا
تم نے اے محمد تمام خلقت کے ہلاک کرنیکا ارادہ کرلیا تھا۔ جابر نے کہا اے سید میرے
آپ نے دھاگہ کو ایسی خفیف حرکت دی تھی کہ مجھ کو اس کا احساس بھی نہوا۔ فرمایا
اے جابر اگر اس قدر حرکت ہوتی کہ تجھکو اس کا احساس ہوتا تو ایک متنفس روئے زمین
پر زندہ نرہتا۔ فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے۔ تھوڑا سا اس سے بیان کیا۔ فرمایا
انہوں نے محرّمات خدا کو حلال سمجھا۔ اور ہماری ہتک حرمت کو مباح جانا۔ اسکی یہ جزا
ہے۔ عرض کی یا ابن رسول اللہؐ والیِ شہر دروازے پر حاضر ہے اور مستدعی ہے کہ

حضور مسجد رسول اللہ میں چلکر اور لوگوں کے ساتھ دعا و زاری میں شریک ہوں تا کہ حق تعالیٰ آپ کی برکت سے ہم پر رحم کرے۔ اسپر تبسم کرتے ہوئے اس آیہ شریفہ کو تلاوت کیا۔ اولمتک[1] تاتیکم رسلنا بالبینات قالوا بلیٰ قالوا فادعوا وما دعاء الکافرین الا فی ضلال۔ راوی کہتا ہے میں نے کہا۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ نہیں جانتے کہ کس وجہ سے ان مصائب میں مبتلا ہوئے۔ فرمایا۔ ہاں یہ بھولے ہوئے ہیں اور یہ آیہ تلاوت کی۔ الیوم ننسٰاھم کما نسوا لقائھم یومھم ھٰذا و کانوا بایٰتنا یجحدون۔ اے جابر قسم خدا کی کہ اس سے ہمارے آیات و نشان مراد ہیں اور یہ ان سے ایک آیہ و نشان ہے اور یہ وہ ہے جس کا حق تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ذکر کیا ہے۔ بل[3] نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق ولکم الویل مما تصفون۔ پھر فرمایا اے جابر تو ان لوگوں کی نسبت کیا کہتا ہے جنہوں نے ہماری سنّت کو برباد کیا۔ ہمارے عہد کو ضائع کیا۔ ہمارے دشمنوں کے ساتھ دوستی کی اور ہماری آبرو ریزی کے درپے ہوئے ہمارے حقوق پر دست تعدّی دراز کیا۔ ہماری میراث غصب کی۔ ہم پر ظلم کرنے والوں کی اعانت کی اپنی سنّت کو پسند کیا۔ اور فساد دین و اطفاء نور یقین میں فاسقین و کافرین کا رویّہ اختیار کیا۔

ل۱ آیا نہیں آئے ہمارے پیامبر تمہارے پاس ساتھ گواہوں کے کہا ہاں۔ پس کہا دُعا کرو نہیں ہے دُعا کافروں کی مگر ضلالت و گمراہی میں ۱۲

ل۲ آج بھلا دینگے ہم ان کے تئیں جیسا کہ بھلا دیا تھا انہوں نے ملاقات کو آج کے دن کی اور تھے وہ کہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے ۱۲

ل۳ بلکہ سنگسار کرتے ہیں ہم حق سے اوپر باطل کے اور اس کا سر توڑتے ہیں پس ناگہاں وہ جاتا رہتا ہے اور ویل عذاب ہے تمہارے اوپر اس سے جو کچھ تم کرتے ہو ۱۲

جابر نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہاری معرفت سے مجھ پر منّت رکھی۔ اور تمہاری فضیلت کا اذعان کرایا اور تمہاری اطاعت کو دل میں القا کیا اور تمہارے دوستوں کی دوستی اور دشمنوں کی دشمنی کی توفیق بخشی۔

اخبار از اخبار آئندہ

اہل خبرت پر ظاہر ہے کہ آپ نے امور عظام کی جنسے دُنیا کے کاروبار میں انقلاب ہوا قبل انکے وقوع کے جبکہ کوئی اثر و علامت ان کی ظاہر نہتھی دُنیا کو خبر دی مثلاً بنی اُمیہ کے جور و ظلم کا خاتمہ و بنی عباس کے تغلب و حکمرانی کی ابتدا و زید شہید کی شہادت وغیرہ وغیرہ۔

کشف الغمہ میں دلائل حمیری سے نقل ہوا ہے کہ زید بن حازم نے روایت کی کہ میں حضرت ابو جعفر محمد باقر کے ہمراہ جا رہا تھا۔ چلتے چلتے ہمارا گزر دار ہشام بن عبد الملک پر ہوا جو نیا تعمیر ہو رہا تھا۔ حضرت نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ قسم خدا کی یہ مکان منہدم کیا جائیگا اور اس کا ملبہ یہاں سے ایک ایک کرکے اُٹھا لیا جائیگا۔ حتیٰ کہ سنگہائے زیت نمودار ہونے لگیں گے۔ بتحقیق کہ یہ محل و مقام نفس زکیہ محمد بن عبد اللہ بن الحسن کا ہے (جو لڑائی درمیان نفس زکیہ و افواج منصور مقام احجار زیت میں ہوئی اسکی کیفیت اس سے پہلے کشف الحقائق میں مذکور ہوئی) راوی کہتا ہے کہ مجھ کو یہ سُن کر تعجب ہوا۔ دل میں کہنے لگا کہ ہشام کا مکان تعمیر ہو رہا ہے کون اس کو گرائے گا۔ میرے کانوں نے یہ خبر جناب ابو جعفرؑ سے سُنی بعد ازاں اپنی آنکھوں دیکھ لیا کہ ہشام فوت ہوا تو ولید نے حاکم مدینہ کو لکھا کہ وہ مکان گرا دیا جائے اور اس کی اینٹ مٹی وہاں سے نقل کی جائے۔ پس وہ اُٹھائی جا رہی تھی تا اینکہ احجار زیت دکھائی دینے لگے۔

دیگر۔ نیز دلائل میں ہے کہ ابو بصیر نے کہا کہ حضرت ابو عبد اللہ نے ارشاد کیا

میرے باپ نے مجھے وصیتیں کیں۔ ایک ان میں سے یہ تھی کہ فرمایا اے فرزند جب میں فوت ہوں تو مجھے سوائے تمہارے کوئی غسل نہ دے کیونکہ امام کو امام ہی غسل دیتا ہے۔ اور اے فرزند تجھے معلوم رہے کہ عبداللہ تیرا بھائی ہے وہ اپنی طرف خلائق کو دعوت کریگا۔ اس سے درگزر کرنا۔ کیونکہ اس کی عمر کوتاہ ہے۔ حضرت نے وفات پائی تو میں نے حسب الوصیت آپ کو غسل دیا۔ عبداللہ نے بمقابلہ آنحضرت دعوائے امامت کیا مگر جیسا کہ آپ نے خبر دی تھی انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ بعد وفات پائی یہ اخبار آنحضرت کے دلائل قطعی امامت سے ہیں کہ پہلے سے کسی امر کے وقوع کی خبر دیں اور وہ اس طرح پر واقع ہو اسی سے امام کی شناخت ہوتی ہے۔

دیگر۔ بُرسی علیہ الرحمہ نے مشارق الانوار میں روایت کی ہے کہ ابو بصیر نے کہا کہ مجھ سے میرے مولیٰ میرے امام محمد باقرؑ نے فرمایا تو کوفہ کو واپس جائے تو تیرے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام عیسیٰ رکھا جائیگا اور ایک اور پسر محمد نام ہوگا۔ یہ دونوں شخص ہمارے شیعوں سے ہیں۔ ان کا نام ہمارے صحیفہ میں درج ہے اور جو نسل ان سے روزِ قیامت تک پیدا ہوں گی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کیا تمہارے شیعہ تمہارے ساتھ محشور ہونگے۔ فرمایا ہاں جبکہ وہ تقوے و خوفِ خدا کو قائم رکھینگے۔

اخبار از شہادت زید شہید رضؓ

دلائل میں زید بن حازم سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں حضرت ابو جعفر کی خدمت میں حاضر تھا۔ زید بن علی ہمارے نزدیک سے گزرے۔ حضرتؑ نے فرمایا قسم بخدا کہ یہ کوفہ میں خروج کریگا۔ اور قتل ہوگا۔ اور اس کے سر کو جسم سے جدا کر کے شہر بشہر پھرائینگے اور ایک نیزہ پر فلاں مقام میں نصب ہوگا ہم کو (نیزہ) بانس کا نام سنکر تعجب ہوا کیونکہ مدینہ میں نیزہ اسکو اپنے ہمراہ لائے تھے۔

دیگر۔ مروی ہے کہ زید بن علی بن الحسینؑ نے آپ کے زمانے میں بیعت ستانی کا ارادہ کیا۔ تو حضرت نے منع فرمایا اور کہا اے زید ہم اہل بیت میں ظہور مہدیؑ سے پہلے امر خلافت پر کھڑا ہونے والا ایسا ہے جیسا کہ بچۂ مرغ انڈے سے نکلتے ہی قبل اسکے کہ اسکے بال و پر درست ہوں گھونسلے سے نکل پڑے تو وہ نیچے گریگا اور اطفال اسے پکڑ کر اسکے ساتھ بازی کرینگے۔ پس اے زید خدا سے ڈرو۔ اور اپنی جان پر رحم کرو۔ ایسا نہو کہ کناسۂ کوفہ میں مصلوب ہونیوالے تم ہی ہو پس جیسا حضرت نے خبر دی تھی زید نے خروج کیا اور قتل ہوئے اور کناسۂ کوفہ میں دار پر لٹکائے گئے۔

نیز۔ جابر نے کہا آپ کے سامنے بنی امیہؐ کی سلطنت کا ذکر تھا ارشاد کیا کہ ہشام کے اوپر کوئی خروج نکریگا۔ الاؔ یہ کہ قتل ہوگا اور اسکی بادشاہی بیس سال تک طول کھینچے گی)۔ میں نے یہ ارشاد حضرت کا زید کے آگے نقل کیا تو انہوں نے کہا میں نے بچشم خود دیکھا کہ ہشام کے آگے رسول اللہ کی مذمّت کی گئی اس نے رد نکیا۔ قسم خدا کی اگر میرے ساتھ میرے پسر کے سوا کوئی دوسرا نہو گا تب بھی اس پر خروج کئے بغیر نرہونگا۔ گو اسمیں مارا جاؤں۔

دیگر۔ حسین بن راشد نے کہا کہ امام جعفر صادق کی حضور میں زید شہید کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا خدا رحمت کرے زید کو میرے والد ماجد اُن کو کہا تھا کہ زنہار خروج نکرنا کیونکہ خروج سفیانی سے بیشتر جو کوئی اولاد فاطمہ سے بادشاہِ وقت پر خروج کرنگا قتل ہوگا۔ مجھ کو اے زید تمہارا اندیشہ ہے کہ مصلوب ہو مگر انہوں نے نہ سُنا اور جس طرح ہم انہوں نے خبر دی تھی وقوع میں آیا۔

اخبار از خلافت بنی عباس

یہ امر مشہور ہے۔ اور السنہ ثقات رواۃ پر مذکور کہ جناب ابو جعفر محمد باقر نے بنی امیہ

کی تباہی اور عباسیوں کی بادشاہی کی اس سے برسوں پہلے اس وقت خبر دی جبکہ اوّل الذکر کا آفتاب اقبال پورے عروج پر تھا۔ اور آخرین کی امارت وحکومت کا کہیں نام ونشان بھی نہ تھا اور اس پر حضرت کو ایسا وثوق تھا کہ ہشام بن عبدالملک جیسے جبّار کے حضور میں اسکے اظہار سے باز نہ رہے۔

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے کتاب نزہۃ القلوب ثعلبی سے نقل کیا ہے کہ جناب باقرؑ نے فرمایا کہ مجکو ہشام بن عبدالملک نے شام میں بلوایا۔ میں اسکے دربار میں گیا تو بنی امیہ اسکے گرد وپیش جمع تھے۔ مجکو دیکھ کر بولا۔ اے ترابی (منسوب بابو تراب بنی امیہ آنحضرات کو اور شیعوں کو اس وقت اسی نام سے پکارتے تھے) میرے پاس آؤ۔ حضرت نے فرمایا تراب (مٹی) ہی سے ہم پیدا ہوئے ہیں اور اسی میں چلے جائیں گے پس وہ نزدیک تر بلاتا تھا۔ تا اینکہ اپنے پاس بٹھالیا۔ پھر کہنے لگا تو ہی وہ ابو جعفر ہے جو بنی امیہ کو قتل کریگا۔ کہا نہیں۔ کہا پھر وہ کون ابو جعفر ہے۔ فرمایا وہ ہمارا پسر عم زاد عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہے۔ اسپر تھوڑی دیر میری طرف (بچشم احول) گھورتا رہا۔ پھر کہا قسم خدا کی میں نے تجھ کو کبھی دروغ گو نہیں پایا۔ بھلا ایسا کب تک ہوگا میں نے کہا واللہ ماھی ببعیدۃ۔ بخدا قسم کہ وہ زمانہ قریب ہے دور نہیں۔

مروی ہے کہ جابر جعفی (حسب تلقین آنجنابؑ) کہا کرتے تھے کہ بنی امیہ کی سلطنت اس وقت تک ہے جبتک کہ ہماری اس مسجد کی دیوار قائم ہے۔ یہ گر جائے گی تو ان کی بناء امارت بھی منہدم ہو جائے گی۔ راوی کہتا ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ ادہر دیوار گری۔ اس طرف ان کا خاتمہ ہوا۔

دیگر۔ ابو بصیر سے نقل ہے کہ مسجد مدینہ میں حضرت محمد باقر کی خدمت میں حاضر تھا کہ منصور دوانیقی و داؤد بن سلیمان وہاں داخل ہوئے۔ سلطنت بنی امیہ اس وقت تک اپنے عروج پر تھی۔ بس داؤد تو حضرت کے پاس آکر بیٹھے دوانیقی نہ آیا۔ فرمایا کون شے

مانع ہوئی دوانیقی کو ہمارے نزدیک آنے سے۔ داؤد نے معذرت کی وہ حضرت کے پاس بیٹھنے کے قابل نہیں[1]۔ امام نے فرمایا وہ عنقریب شرق و غرب عالم کی بادشاہی پر بطول عمر فائز ہونے والا ہے۔ اس قدر اموال و خزائن اس کے لئے جمع ہونگے کہ اس سے پہلے کسی کے واسطے جمع نہیں ہوئے تھے۔ داؤد نے وہاں سے اٹھکر دوانیقی سے حضرت کا یہ ارشاد نقل کیا۔ وہ دوڑا آیا اور عذرخواہ ہوا کہ آپ کی عظمت و جلال کی وجہ سے حاضری سے مقصّر رہا۔ اپنے میں قابلیت نہیں پاتا کہ حضور میں بیٹھوں۔ جو کچھ داؤد کو میرے مقدمے میں خبر دی گئی چاہتا ہوں کہ زبان مبارک سے اپنے کانوں سُنوں۔ فرمایا جو کچھ تونے اس سے سُنا درست ہے۔ عرض کی ہم کو تمہارے ہوتے ملک و بادشاہی پہنچ سکتی ہے۔ فرمایا ہاں۔ کہا کیا میرے بعد میری اولاد سے بھی کسی کو یہ فخر حاصل ہوگا۔ کہا البتہ ہوگا۔ اور تمہارے اطفال ملک و حکومت سے اس طرح کھیلینگے جیسے گیند سے بچّے کھیلتے ہیں۔ کہا بنی امیّہ کی بادشاہی کی مدّت زیادہ ہے یا ہماری زیادہ ہوگی۔ فرمایا تمہاری مدّت زیادہ ہوگی۔ یہ وہ امور ہیں

---

[1] روایت میں اس مقام پر داؤد کی عربی عبارت فیہ جفاء ہے جس کی شرح میں مجلسی علیہ الرحمہ البعد عن الآداب لکھتے ہیں۔ یعنی بقول داؤد دوانیقی بزرگوں کی مجلس میں بیٹھنے اٹھنے کے آداب سے واقف نہیں۔ اور مولانا اردبیلی رح حدیقۃ الشیعہ میں جفاء کا ترجمہ عسرت پریشانی و دلگیری کرتے ہیں۔ حقیر نے ایک جامع لفظ ناقابل اس جگہ لکھ دیا ہے۔ الا دوانیقی کے اگلے پچھلے حالات کا غور و فکر کی عینک سے دیکھنے والا کہے گا۔ کہ داؤد نے اس عبارت سے اسکی شدت تکبر و تنمر کا اظہار کیا تھا جو اسکی جبلّت میں داخل تھا اور جو اپنی نسبت بادشاہی کی پیشین گوئی سُنتے ہی روباہ جیسے تملق و لابہ گری سے بدل گیا کہ دوڑا آیا اور عذرخواہی کی! اور عموماً دُنیاداروں کا یہی حال ہے کہ جہاں مطلب نکلتا نہیں دیکھتے اکڑ جاتے ہیں۔ اور غرض ہوئی اور یہ لوگ پانی ہو گئے ۱۲

جن کی میرے باپ نے مجھ کو خبر دی ہے۔ منصور یہ سُن کر بہت مسرور ہوا اس کے بعد کچھ عرصہ میں بادشاہی عباسیوں کے سلسلے میں منتقل ہوئی تو حضرت کے اس قول سے تعجب کیا کرتا تھا۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ یہ روایت خرائج والجرائح کی ہے۔ مگر کافی میں کلینی علیہ الرحمہ نے اس کو مبسوط تر نقل کیا ہے۔ وہاں داؤد بن سلیمان ایک مرد نہیں داؤد بن علی و سلیمان بن خالد دو شخص ہیں جو حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نیز بروایت کلینی رح جب داؤد و سلیمان سلطنت عباسیہ کی خوشخبری پاکر خوشی خوشی یہ مژدۂ جاں فزا منصور کو پہنچانے کے لئے چلے تو حضرت باقرؑ نے ان کو آواز دے کر واپس بلالیا۔ اور فرمایا۔ اے سلیمان یہ لوگ شاہی عیش و طرب میں بسر کرینگے جبتک کہ ہم (اشارہ کیا اپنے سینہ مبارک کی طرف) سے ایک خون بحرام نگرائیں۔ ایسا کرینگے تو شکم زمین ان کے لئے روئے زمین سے بہتر ہوگا۔ اس وقت زمین میں کوئی ان کا ناصر آسمان میں مددگار نہیگا بعدازاں منصور سے اس خبر کا اعادہ کیا اور مکرر فرمایا کہ تم اغد عیش میں رہو گے جبتک کہ ہمارا خونِ ناحق نہ بہاؤ۔ ایسا کروگے تو حق تعالیٰ تم پر غضبناک ہوگا اور تمہارا بخت واقبال تم سے رخصت ہو جائے گا۔ حکومت و فرماں روائی تمہاری جاتی رہیگی

پیشینگوئی امام محمد باقرؑ دربارہ انقراض دولت عباسیہ

اور پروردگار عالم ایک مرد اعور (ایک چشم) کو کہ آل سفیان سے نہیں تم پر مسلط کریگا جو درحقیقت بھی اعور ہوگا وہ تمہاری ہستی کو بیخ و بُنیاد سے اُکھاڑ پھینکیگا اور تمہاری سلطنت و شہنشاہی کو تباہ و برباد کردے گا۔ انتہیٰ۔

مجلسی علیہ الرحمہ شرح حدیث میں فرماتے ہیں کہ اس خونِ حرام سے مراد یا عموماً قتل اہلِ بیت علیہم السّلام ہے جو منصور و ہارون وغیرہ خلفاء عباسیہ کے عہد میں واقع ہوتے رہے خواہ زہر ہی سے کیوں نہوئے یا اشارہ ہے طرف قتل خاص ایک مرد علوی کے

جسکو قریب بزمانۂ انقضاءِ دولت انہوں نے قتل کیا۔ جس کا ذکر ابن علقمی وزیر نے اس خط میں کیا ہے جو خواجہ نصیر الدّین طوسی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا۔ اور اعور زبان عرب میں جیسے یک چشم کو کہتے ہیں ویسے ہی انکے محاورات میں مردِ دنی الطّبع کج خلق پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہاں اس سے مراد ہلاکو خاں[ف۵] تاتاری ہے جس نے خاندان بنی عباس کا استیصال اور مستعصم انکے آخری خلیفہ کو قتل کیا۔ مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے

ف۵ روضۃ الصفا میں ہے کہ ہلاکو خاں بن تولی خاں بن چنگیز خاں امیر ترکان ان کے بادشاہ منگو خاں کی طرف سے فتح بلاد قتل و اسر عباد کے لئے ممالک غرب پر مقرر ہوا تو وہ سیدھا ایران کو روانہ ہوا اس وقت بغداد میں ابو احمد عبد اللہ مستعصم باللہ بن المستنصر خلیفہ صاحب تاج و سریر تھا اور موئد الدّین بن محمد بن عبد الملک علقمی کہ مرد کریم الطبع سخی صاحب فہم و فراست و علم و حکمت تھا اس کا وزیر۔ یہ شخص فقہ و عربیت میں اپنا ثانی نرکھتا تھا اور کلام نظم و نثر اسکا بے نظیر و عدیل ہوتا تھا۔ وہ نظم امور سلطنت و رتق دفتق مہمات میں منہمک رہتا۔ اَمّا ارکان سلطنت و امرار پایہ تخت کما ینبغی اس کا احترام نکرتے تھے اور قانون ادب و مروّت سے اسکے ساتھ بیش نہ آتے تھے۔ لاجرم اسکی بنار عقیدت خلیفہ میں خلل آگیا۔ طرّہ اس پر یہ ہوا کہ ابوبکر پسر خلیفہ نے باقتضار اس تعصّب و کے جو سُنّیوں کو فرقہ شیعہ سے ہے۔ محلہ کرخ بغداد پر کہ شیعوں کا مسکن و ماویٰ تھا لشکر کشی کر کے اس بقعہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا اور وہاں کے باشندوں خصوصًا سادات بنی ہاشم کو اسیر کر کے خالی پشت اسپان و قاطران پر بٹھا کر بازاروں میں پھرایا اور تشہیر کیا اسکے بعد مصنّف روضۃ الصّفا کہتے ہیں کہ چونکہ وزیر مذہب تشیع میں رسوخ و غلو رکھتا تھا اس سے سخت آزردہ خاطر و متوحش ہوا۔ والحق جائے آں داشت کہ اہل سنت و جماعت نیز ازیں حرکت ناملائم پسر خلیفہ را لعنت و نفریں کنند۔" بعد ازاں کہتے ہیں کہ ہلاکو خاں اس وقت

(بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۱۳۲ پر)

بنی ہاشم کو جمع کر کے اسلام کی ہدایت کی تو ابولہب اس پر معترض ہوا۔ ابو طالب رضہ نے اسے جھڑکا کہ مَا اَنْتَ وَذَاكَ يَا اَعْوَرُ۔ اے یک چشم تجھ کو اس میں کیا دخل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۱) تسخیر ممالک اسلامیہ و قلع قلاع ملاحدہ سے فارغ ہوا تھا کہ وزیر علقمی نے خفیہ اس کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر بادشاہ باعلم و سپاہ اس طرف توجہ کرے تو مظنون بلکہ متیقّن ہے کہ یہ ملک بے خلش خار مسخر ہو جائے۔ اور اسپر قناعت نکرکے بار بار نامہ و پیام سے اس کو ترغیب و تحریص کرتا تھا۔ تا اینکہ باشارہ بادشاہ خواجہ نصیر الدین طوسی رح نے کہ اسکے یہاں مقرّب خاص اور جملہ امور میں اسکے معتمد و مشار الیہ تھے اوضاع فلکی و قواعد نجومی سے دریافت کیا کہ یہ وقت تسخیر بغداد کے لئے بہت ہی انسب ہے لاجرم ہلاکو لشکرہائے افزوں از مور و ملخ کے ساتھ متوجہ تسخیر بغداد ہوا۔ انتہے ایسٹر امیر علی جج ہائی کورٹ کلکتہ نے تاریخ اسلام انگریزی زبان میں لکھی ہے۔ مولوی انشاء اللہ خاں ایڈیٹر اخبار وطن لاہور نے اُردو میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اس میں تحریر ہے کہ مورخین عرب ابن خلدون و ابو الفدا وغیرہ وزیر کو نمک حرام بتاتے ہیں۔ الّا رشید الدین صاحب جامع التاریخ برخلاف اسکے اس کو نمک حلال اور شاہی خاندان کو آنیوالی مصیبت سے بچانے کا خواہاں بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بادشاہ خود نالائق تھا۔ وزیر کیا کر سکتا تھا اصل معاملہ کچھ ہی ہو۔ ہلاکو نے قلعوں کی تباہی و بربادی کے بعد مستعصم کے پاس قاصد بھیجکر پیام دیا کہ جب ہم رودبار پر حملہ کرنے گئے تو تیری طرف قاصد بھیجکر خواہان امداد ہوئے اور تو نے مدد بھیجنے کا وعدہ بھی کر لیا مگر وقت پر کوئی آدمی نہ بھیجا اب ہم تجھ کو ہدایت کرتے ہیں کہ اپنا رویّہ تبدیل کر اور شرارتوں سے باز آ۔ ورنہ تیری سلطنت تیرے خزانے ہمیشہ کے لئے تجھ سے جدا ہو جائینگے۔ کم عقل خلیفہ نے ملاطفت و خوشامد کرنے کی بجائے اسکو مغرورانہ جوابدیا۔ اسکے جواب سے وحشی ہلاکو غیظ و غضب میں آگیا اور اس قدر فوج کے ساتھ جو

(بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۱۳۳ پر)

یعنی اے کمینے ردی الاخلاق تو اس قابل نہیں کہ ان امور میں دخل دے۔ کیونکہ ابولہب یقیناً ایک حشیم نہیں تھا۔ پس یہاں بھی اس سے کمینہ کج خلق ہلاکو مقصود ہے اور یہ کہ وہ اعور آل سفیان سے نہیں مراد یہ کہ وہ ترک تاتاری ہوگا۔ انتہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۲) سارے بغداد کو گھیرے میں لے سکتی تھی۔ اس خلفاء کے شہر کی طرف روانہ ہوا۔ انتہے۔ غرض تاتاری فوجوں نے بغداد پہنچکر اس کا محاصرہ کرلیا اور چار طرف سے منجنیقیں لگاکر اس قدر آتش و سنگ برسائے کہ تمام زیب و زینت اس شہر لطافت بھر کی خاک میں مل گئی۔ افواج خلیفہ نے حتی المقدور مدافعہ و مقابلہ کیا۔ مگر وحشی تاتاریوں کے آگے ایک پیش نہ گئی اور شہر فتح ہوگیا۔ سید امیر علی لکھتے ہیں کہ دوسرے دن طلوع آفتاب کے وقت ہلاکو نے شہر کو لوٹنے اور اہل شہر کے قتل و قمع کا حکم دیا۔ بغداد کی تباہی و بربادی کا خاکہ کھینچنے کے لئے گبن جیسے جید عالم کی قلم ہونی چاہیئے۔ عورات و اطفال جو پناہ مانگنے کے لئے قرآن ہاتھوں میں لیکر گھروں سے نکلے تھے۔ موت کے آغوش میں دھکیل دئے گئے۔ وہ نازپروردہ خاتونیں جنہوں نے کبھی غیر مردوں کی شکل نہ دیکھی تھی کشاں کشاں گھروں سے نکالی اور بہت بیدردی سے ان کی بیحرمتی و پردہ دری کی گئی۔ تین دن تک گلیوں میں خون کے دریا بہا کئے اور دریائے دجلہ کا پانی میلوں تک ارغوانی رنگ کا بن گیا۔ قتل و غارت ولوٹ مار کا بازار چھ ہفتہ تک گرم رہا۔ وحشیوں نے محلات۔ مساجد یا تو آگ کی نذر کئے یا انکے سنہری کلس اتار نے کو زمین کی برابر کردئے۔ ہسپتالوں میں مریض۔ کالجوں میں پروفیسر و طلبہ سب موت کے گھاٹ اتار دئے گئے۔ مزاروں میں شیخوں اور مقدس اماموں کی عرفانی یادگاریں۔ کتب خانوں میں عالموں فاضلوں کے نہ مٹنے والے کارنامے یا تو آگ کی نذر ہوکر خاک کا ڈھیر بنے یا جہاں دریا نزدیک تھا پانی کی آغوش میں پنہاں کردئے گئے۔ پانچ صدیوں کی محنت شاقہ سے جمع کئے ہوئے علمی خزانے جہالت کی نذر ہوگئے اور قوم کا چمنستان

(بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۱۴۴ پر)

وانا اقول خلافت عباسیہ ۱۳۲ھ میں ابوالعباس سفاح سے شروع ہو کر ۶۵۶ھ تک ممتد رہی۔ اس سلسلہ کے سینتیسویں ۳۷ خلیفہ مستعصم پر اس کا خاتمہ ہوا۔ جناب محمد باقر نے بنی امیہ کے عین عروج و اقبال و میمنت و اجلال کے زمانے میں جبکہ کسی کو اس کا خیال بھی نہ ہو سکتا تھا انکے منقرض ہونے کی اور عباسیوں کے خلافت پر پہنچنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۳) علم و ہنر ہمیشہ کے لئے اُجڑ گیا۔ اور ایوان ترقی و تہذیب کھنڈر ہو گیا۔ مستعصم معہ اپنے بیٹوں اور خاندان کے چار دن کی کشت و خون کے بعد مار ڈالا گیا۔ بغداد ترقی و تہذیب کا مرکز اسلامی دُنیا کی آنکھ ہمیشہ کے لئے برباد ہو گیا۔ اس آفت سے پہلے اس کی آبادی بیس ۲ لاکھ آدمیوں کی تھی۔ ابن خلدون کے قول کے موافق اس میں ۱۶ لاکھ جانیں تلف ہوئیں۔ بغداد کے ساتھ مغربی دُنیا پر جہالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔ انتہٰی باختصار یسیر۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ بادشاہ نے خلیفہ کے بارے میں اپنے اراکین سے مشورہ کیا تو مشفق ناصحوں نے اسے صلاح دی کہ مسلمان اس کو خلیفہ بحق و امام مطلق جانتے ہیں اس وقت چھوٹ گیا تو ممکن ہے کہ یہ لوگ اطراف و جوانب سے اس پر جمع ہو جائیں اور بادشاہ کو دوبارہ لشکر کشی کی زحمت اُٹھانی پڑے اس کے لئے پردۂ عدم سے بہتر کوئی خوابگاہ نہیں۔ لاجرم اسکے قتل کا حکم ہوا مگر حسام الدین منجم نے کہا خلیفہ کی خونریزی ہو گی تو عالم تیرہ و تاریک و علامات قیامت آشکار ہوں گے۔ قول مؤلف۔ اس زمانے میں جس وقت سلاطین فرنگ خلیفہ قسطنطنیہ کی بیخ و بُن سے اُکھاڑ پھینکنے کے درپے تھے۔ تو ہر چند خلیفہ عباسی کیا قریش سے بھی نہیں ترک ہے ہمارے سُنی بھائیوں نے بھی مشہور کیا تھا کہ اس کا ایک قطرہ خون زمین پر گرا تو قیامت برپا ہو جائے گی۔ اور بنی عباس کی نسبت تو انکے بیاں احادیث معتبرہ میں ہے کہ رسول اللہ

(بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۱۳۵ پر)

کی خبر دی۔ اور بعد ازاں چھ سو برس آئندہ کی ان کی تباہی و بربادی کی خبر بھی ساتھ کے ساتھ ہی پہنچا دی۔ چنانچہ آئندہ نسلوں نے اپنی آنکھوں دیکھ لیا کہ جیسا حضرت نے کہا تھا ویسا ہی ایک کمینہ کج خلق آدمی (ہلاکو خاں) کے ہاتھ پر یہ پانسو برس کا بنا بنایا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۴) نے اپنے چچا عباس سے کہا کہ تمہاری اولاد سے خلفا ہوں گے منھم السفاح و منھم المھدی۔ ان سے ہی سفاح ہو گا انہی سے مہدی۔ حتیٰ کہ ان سے وہ خلیفہ ہو گا کہ عیسیٰ بن مریم کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ ہکذا فی تاریخ الخلفاء۔

نیز۔ تاریخ الخلفا میں ام سلمہ زوجہ رسول ص سے روایت کی ہے کہ خلافت میرے عمو میرے صنو الاب (باپ کی مثل) کی اولاد میں باقی رہے گی تا اینکہ اس کو مسیح کے حوالے کریں۔ یہ حدیثیں عباسیوں کے عروج و اقبال کے شباب میں وضع کی گئی تھیں مگر خلافت کے شیدائی ہمارے سنی بھائی موجودہ ترکی خلیفہ کے حق میں بھی یہی غلو رکھتے ہیں۔ غنیمت ہے کہ عیسائیوں نے خلیفہ قسطنطنیہ وحید الدین خاں کو قتل نہیں کیا۔ ورنہ خدا جانے دنیا کا کیا حشر ہوا ہوتا۔ گو ملک و مال اس کا لیکر مسلوب الاختیار محض ٹنڈ منڈ ایک بت بیجان کی طرح برائے نام تخت خلافت پر بٹھائے رکھا ہے۔ بہر کیف روضۃ الصفا میں ہے کہ ایلچیاں نے خواجہ نصیر رح سے اس کے بارے میں گفتگو کی تو خواجہ نے کہا کہ نبی معصوم یحیٰی ابن ذکریا کا خون ناحق گرایا۔ دیگر اولیاء، و اصفیاء کو ظالموں نے تہ تیغ کیا فلک دوار بجائے خود برقرار رہا نہ عالم سیاہ ہوا نہ شمس و قمر کو گہن لگا۔ خلیفہ عباسی میں کون سرخاب کا پر ہے کہ اس کے قتل پر دنیا تہ و بالا ہو جائے گی۔ تاہم ہلاکو نے بجائے تلوار سے ذبح کرانے کے حکم دیا کہ اس کو بساط میں لپیٹ کر اس قدر مالش کیا کہ جان سے گزر گیا۔ اور اس کی لاش کو دجلہ میں پھکوا دیا۔

بغداد تاتاریوں کی لوٹ کھسوٹ	شمہ از بیان شوکت و شان شہر بغداد در آں زماں

(بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۱۳۶ پر)

شاہی خاندان ایک آن میں تباہ و برباد ہو گیا اور بغداد سا آراستہ شہر جسے شدّت زیب و زینت سے عروس البلاد کہتے تھے اس طرح اُجڑا کہ پھر ویسا آباد نہ ہوا۔ الحق یہ حضرت ابو جعفر محمد باقر ع کا عظیم الشّان معجزہ ایک ہزار معجزوں کی برابر ہے اور آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۵) سے پہلے ترقی وکمال کے آسمان پر آفتاب نصف النّہار ہو کر چمک رہا تھا۔ صاحب روضۃ الصّفا لکھتے ہیں کہ بغداد اس عہد و آوان میں گردش سپہر خواں سے مہد امن و اماں میں تھا۔ حاسدوں کے اصابت عین الکمال سے ہر طرح محفوظ و مصئون اسکے باغ و بستاں روضۂ رضواں کے ساتھ برابری کا دعوی رکھتے تھے۔ اسکے چشموں کی صفائی آب خصوصاً دریائے دجلہ کی آب و تاب ماء معین و کوثر و سلسبیل کی پاکیزگی کو شرماتی تھی ہر قسم کے اہلِ فضل وکمال وعلم وتمیز وصنعت وحرفت اس بقعہ شریف میں جمع ہو گئے تھے امیر المؤمنین مستعصم باللہ بکمال ہیبت و اجلال وعزّت واقبال جاہ حشم وخیل وخدم عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتا تھا۔ چار سو خادم خاصہ اس کی خدمت پر مقرر تھے۔ جن میں سے ایک کو بھی اس کے حریم محترم تک بار نہ تھا۔ شاہانِ نامدار و خواتین ذو الاقتدار اس کے عتبہ عالیہ پر جبہ سائی کی آرزو رکھتے تھے۔ صحن خاصہ دار الخلافہ میں ایک پتھر رکھا ہوا تھا جس کو زائرین حجرِ اسود جانکر بوسہ دیتے تھے۔ اور دروازوں و غرفوں سے پارچہائے حریر سیاہ لٹکائے تھے جنہیں غلافِ خانہ کعبہ سمجھ کر آنکھوں سے لگاتے تھے۔ گاہے ماہے خلیفہ سیر و شکار کو سوار ہوتا۔ تو موکب عالی آراستہ ہوتا۔ مشکیں گھوڑے پر طیلسان سیاہ میں لپٹا ہوا اس شان سے گزرتا کہ تمام شہر اس کے نظارے کو امنڈ آتا۔ بلکہ شائقین پہلے سے چھتیں بالاخانے غرفے ان راستوں کے جہاں سے سواری کو گزرنا تھا کرایہ لے رکھتے۔ ایک بار اس روپیہ کا جو کرایوں میں دیا گیا شمار ہوا تو تیس ہزار اشرفی طلا خرچ ہوئی تھیں۔ مگر تاتاریوں کے دستِ ستم سے یہ تمام کارخانہ درہم برہم ہو گیا۔ اور بغداد ایسا اجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا۔ لٹیروں نے شہر میں

(بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۱۳۷ پر)

والسلام کی امامت ووصایت پر دلیلِ روشن وبُرہانِ واثق۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۶)

داخل ہوکر دارالخلافہ کے محلات وقصور ومکانات امراو اراکین کو پیٹ بھر کر تاراج کیا پھر ان میں آگ لگادی کہ جلکر خاکستر کے ڈھیر ہو گئے۔ اس قدر ظروف طلا ونقرہ مطبخ وشربت خانہ خلیفہ سے نکلے کہ محاسب وہم وگمان ان کی شمار سے عاجز تھا۔ درّ وجواہر گرانبہا وثمین وامتعہ واقمشہ نفیس خزانۂ خلیفہ وخواص واراکین کے گھروں سے اتنے برآمد ہوئے کہ وَاَخرَجتِ الاَرضُ اثقالَھا کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ ہر قسم کے اجناس ونقود مصری وختائی وغلامانِ ماہرو وکنیزان پر یوش رومی روسی آلانی وقبچائی واسپان تازی وقاطران قیمتی لوٹ میں آئے کہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ آئے تھے۔

نیز۔ روضۃ الصّفا میں ہے کہ ایلخاں نے ایک روز جبکہ دارالخلافہ میں مقیم تھا اور خلیفہ اسکے نزدیک۔ محبوس اس کو بُلوا کر کہا مستعصم! ہم تمہارے میہمان ہیں شرائط میزبانی وضیافت بجالاؤ۔ سادہ لوح خلیفہ یہ سُن کر از حد خوش ہو گیا۔ شدّت اضطراب میں مفاتیح کنوز کی طرف توجہ نکی اور حکم دیا کہ قفلہا خزائن کو توڑ ڈالیں اور دو ہزار پارچہ نفیس وبارہ ہزار اشرفی طلا ترتیب دیکر اس کے آگے پیش کئے۔ مگر ہلاکو اس تحفہ کو اصلاً خاطر میں نہ لایا اور امرا دربار پر اس کو قسمت کر کے کہنے لگا۔ جو مال سال کہ ظاہر میں ہے وہ سب ہمارا اپنا ہو چکا ہے مقصود خزائن مخفی یعنی دفائن سے ہے۔ خلیفہ نے صحن دارالخلافہ کی طرف اشارہ کیا اس کو کھودا تو ایک حوض پُر از اشرفیہا طلا برآمد ہوا جس کا ہر سکّہ بوزن صد مثقال زرخالص تھا۔ سب وہاں سے نکال کر بار کر لیا گیا۔ کہتے ہیں کہ یہ حوض زریں مستعصم کی اپنی خسّت وامساک کا نتیجہ تھا ورنہ دو حوض پُر از طلا مسکوک بزرگوں کی یادگار مستنصر اس کا باپ اپنے عہد خلافت میں صرف کر چُکا تھا ۱۲ منہ عفی عنہ

واناا قول ترکوں کا تسلط قسطنطنیہ پر پانسو برس سے چلا آتا ہے۔ ابتدا میں انکی

(بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۱۳۸ پر)

دیگر - خرائج میں ہے کہ ابو بصیر نے کہا میں جناب باقر کی خدمت میں مسجد رسول اللہ میں حاضر تھا اس وقت عمر بن عبد العزیز اپنے ایک غلام پر سہارا دیئے وہاں آیا - دو پارچے ہلکے زرد رنگ کے اسکے اوپر تھے - حضرت نے فرمایا یہ لڑکا عنقریب ملک و حکومت پر پہنچے گا اور اظہار عدل و انصاف کریگا مگر زیادہ اس سے متمتع نہ ہوگا چار سال میں مرجائے گا - پس اہل زمین اسپر گریہ و بکا کرینگے اور آسمان والے لعنت بھیجیں گے - اسکا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا - اہل آسمان کی لعنت اس لئے کہ ناحق ناروا تخت خلافت پر بیٹھے گا - اور زمین والوں کے رونیکی یہ وجہ ہے کہ حتّی المقدور اظہار عدل میں کوتاہی نکریگا -

پوشیدہ باتوں کی خبر دینا

کشی علیہ الرحمہ نے حمزہ بن طیار سے اور اُس نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۷) سلطنت ممالک فرنگستان میں دور تک بڑھتی چلی گئی تھی - مگر ثانی الحال اس میں ضعف و زوال آنے لگا - پہلے یونانیوں نے بغاوت کر کے اپنی جدی بادشاہی قائم کی پھر انکی دیکھا دیکھی اور صوبہ آزاد ہوتے گئے حتّی کہ گزشتہ صدی انگریزی کے آخر میں یوروپی ٹرکی قسطنطنیہ کے چار طرف کے ایک چھوٹے سے علاقہ پر مشتمل باقی رہ گئی - بقول ایک سلاطین فرنگ کے وہ ایک مریض جاں بلب سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی - خاتمہ جنگ یورپ گزشتہ پر جسنے عالم کو تہ و بالا کر ڈالا اتحادیوں یعنی عیسائی بادشاہوں کے تعصب سے ٹرکی سلطنت بالکل برباد ہوگئی اور جیسا کہ پہلے گزرا سلطان اپنے دار الخلافہ میں ایک قیدی سے زیادہ نہیں رہے مگر اب سُنا گیا ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا ایک تُرکی جرنیل ترکوں کی کچھ جمعیت اکٹھی کر کے جد و جہد کر رہا ہے - آخری خبر یہ ہے کہ اس نے یونانیوں سے چند لڑائیاں زور دار کیں جن میں غنیم کو پس پا ہونا پڑا اور شہر سمرنا فتح کر لیا گیا ہماری دعا ہے کہ اس کو مزید کامیابی ہو کیونکہ اس سلطنت اسلامی کے مٹنے سے شیعہ سُنی دونو قوموں کو یکساں نقصان ہوگا ۱۲

اپنے باپ محمد سے نقل کیا کہ اس نے کہا میں در دولت امام محمد باقرؑ پر حاضر ہوکر اذنِ دخول کا خواستگار ہوا۔ مجھ کو اجازت نہوئی اوروں کو ہو گئی۔ لاجرم حزین و مغموم اپنے گھر کو واپس آیا۔ اور اپنے تئیں تخت پر ڈال دیا اور نیند میری اُڑ گئی۔ دل میں کہتا تھا کہ مرجیہ یہ کہتے ہیں اور قدریہ یہ۔ اور حروریہ کا یہ مقولہ ہے اور زیدیہ کا یہ ہے۔ ہم ان کے اقوال کو رد کرتے ہیں۔ اسی فکر و تردد میں تھا کہ کسی آواز دینے والے نے آواز دی اور دروازہ کھڑکایا۔ میں نے کہا کون ہے۔ کہا فرستادہ ابو جعفرؑ۔ آنحضرت نے تم کو یاد کیا ہے۔ میری ہمراہ چلو۔ میں نے کپڑے پہنے اور اس کے ساتھ ہولیا۔ داخل ہوا تو مجھے فرمایا۔ نہ مرجیوں میں جاؤ نہ قدریوں میں نہ حروریوں میں نہ زیدیوں میں۔ مگر ہماری طرف آؤ۔ پھر کہا اس وقت تم کو اندر نہ بلانے کا یہ اور یہ باعث تھا۔

دیگر۔ بصائر الدرجات میں سدیر سیرفی سے نقل ہے کہ میں حاضر خدمت تھا کہ ایک شخص یمن کا باشندہ آیا۔ حضرت اس سے یمن کا حال پوچھنے لگے وہ بیان کرتا تھا تا اینکہ فرمایا تو فلاں مکان جا... ہے کہا ہاں میں نے اس کو دیکھا ہے۔ ابو جعفر نے کہا تو اس پتھر سے بھی واقف ہے جو اس کے نزدیک فلاں مقام پر ہے کہا ہاں اس کو بھی دیکھا ہے۔ اور کہا میں نے اس ملک کے حالات سے کوئی دوسرا ایسا واقف نہیں جیسے کہ آپ ہیں یمنی چلا گیا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ وہ سنگِ عظیم ہے۔ جہاں حضرت موسیٰؑ کو غصہ آیا اور الواح کو اس پتھر پر دے مارا۔ پس توارت کا جتنا حصہ تلف ہوا وہ پتھر نگل گیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول خدا کو مبعوث برسالت کیا تو اس نے وہ امانت آپ کے سپرد کی۔ اب وہ ہمارے پاس ہے۔

دیگر۔ کتاب مذکورہ میں عبداللہ بن عطاء مکی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا مجھ کو ابو جعفرؑ کی زیارت کا اشتیاق ہوا اس کے لیے مکہ سے چل کر مدینہ آیا۔ اس رات

بارش برسی اور سخت سردی ہوئی۔ آدھی رات گزری تھی کہ درِ دولت پر پہنچا دل میں کہا اس وقت دروازہ کھڑکاؤں یا صبح ہونے کا انتظار کروں۔ یہی سوچ رہا تھا کہ صدائے مبارک میرے کان میں آئی۔ کہ کنیز کو کہہ رہے ہیں کہ لونڈی پسر عطا کے واسطے دروازہ کھولدے۔ اس کو آج رات سردی نے بہت ایذا دی ہے۔ کنیز نے کواڑ کھولے میں حاضرِ خدمت ہوا۔ بروایت دیگر اس کو ایسا اتفاق مکہ میں ہوا کہ خانہ کعبہ کے طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی سے فارغ ہوا تو اس وقت رات زیادہ باقی تھی۔ ارادہ کیا کہ حاضرِ خدمت ہو کر دستک دے۔ سُنا کہ کنیز کو فرما رہے ہیں کہ عبداللہ بن عطا ہو تو دروازہ کھولدو۔ کنیز دروازہ پر آئی کہ کون ہے۔ کہا ابن عطا۔ اس نے دروازہ کھولدیا۔ غالبًا یہ دوسری بار کا واقعہ ہے۔

دیگر۔ خرائج میں جناب صادق ؑ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلوات اللہ علیہ نے فرمایا کہ کچھ لوگ میرے پدر عالی قدر کے پاس آئے اور کہنے لگے ما حد الامام امام کی حد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا حدّہٗ عظیم۔ اس کی حد بڑی ہے۔ اسکے پاس جاؤ تو اس کی تعظیم و توقیر کرو۔ جو کچھ کہے اس پر ایمان و اعتقاد لاؤ اس کا فرض ہے کہ تم کو ہدایت کرے۔ ایک خصلت اسکی یہ ہے کہ اسکے سامنے جاؤ تو بوجہ اس کی ہیبت و اجلال کے کسی کی مجال نہیں کہ آنکھ بھر کر اس کو دیکھ سکے۔ یہی صفت حضرت رسولِ خدا کی تھی۔ یہی امام کی ہے۔ کہا وہ اپنے شیعوں کو پہچان لیتے ہیں۔ کہا ہاں۔ ان کو دیکھتے ہی شناخت کر لیتا ہے۔ عرض کی کیا ہم تمہارے شیعہ ہیں فرمایا ہاں سب کے سب۔ عرض کی اس کا کوئی نشان ارشاد ہو۔ فرمایا تمہارے نام اور تمہارے باپ دادوں اور قوم قبیلوں کے نام بتلادوں۔ یہ کہکر انکے نام بتلائے۔ سب نے کہا درست ارشاد ہوا۔ پھر فرمایا۔ اور جس غرض سے تم یہاں آئے ہو اس سے آگاہ کروں۔ تم چاہتے ہو کہ آیہ شریفہ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء کی

شرح میں کچھ سوال کرو۔ پھر فرمایا۔ اس شجرہ سے ہم مراد ہیں۔ ہم اپنے شیعوں سے جس کو جس قدر چاہتے ہیں اپنے علم سے عطا کرتے ہیں۔ پس فرمایا تم کو اسی قدر کافی ہے انہوں نے کہا ہم کو اس سے کمتر کفایت کرتا تھا۔

ابو بصیر کہا کرتے تھے کہ میں ایک شخص کو جانتا ہوں (یعنی جناب باقرؑ کو) جو اگر سمندر کے کنارے کھڑا ہو جائے تو البتہ دریائی جانوروں کے ماں باپ عمات و خالات تک کو بتلا دے۔

نہایت مخفی راز پر اطلاع پانا

خرائج میں ہے کہ ابو بصیر نے کہا میں کوفہ میں ایک عورت کو قرآن شریف پڑھایا کرتا تھا۔ ایک بار اس سے کچھ مزاح کی بات کہی۔ حضرت ابو جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بعتاب خطاب کیا کہ جو خلوت میں معصیت کا مرتکب ہوتا ہے اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ حق تعالیٰ حاضر ناظر ہے۔ تو نے اس عورت کو کیا کہا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے شرم سے سر جھکا لیا اور توبہ کی۔ حضرت نے فرمایا پھر ایسا نکرنا۔

بروایتے۔ حضرت نے ابو البصیر سے کہا اس عورت کو ہمارا سلام کہو۔ اور یہ کہنا کہ ابو جعفر نے کہا ہے کہ ابو بصیر سے نکاح کر لو۔ ابو بصیر کہتے ہیں میں اس کے پاس گیا اور سلام و پیام حضرت کا اس کو پہنچایا تو بولی قسم ہے تجھ کو خدا کی کہ تجھ سے امام ابو جعفرؑ نے واقعی یہ کہا ہے۔ میں نے اس کے آگے حلف کیا اس نے فوراً میرے ساتھ نکاح پڑھا لیا۔

دیگر۔ ابو الصباح کنانی کا بیان ہے کہ میں ایک روز حضرت ابو جعفرؑ کے دروازے پر حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکایا۔ ایک کنیز جوان اندر سے نکلی۔ میں نے اس کے سر پستان پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اپنے آقا سے کہو میں دروازے پر حاضر ہوں۔ مکان کے پرلے سرے سے آواز آئی اُدخل لا اُمّ لک۔ او بدبخت اندر آ۔ حاضر ہوا تو فرمایا اگر تم خیال کرو کہ

یہ دیواریں ہماری نگاہ کو اسی طرح روک لیتی ہیں جیسی کہ تمہاری نظر کو تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان کیا فرق رہا۔ میں نے کہا قسم بخدا کہ میرا ارادہ اس حرکت سے اپنے دین ویقین کے کامل کرنے کا تھا۔ فرمایا راست کہتا ہے۔ خبردار پھر ایسی حرکت نکرنا بروایت دیگر۔ بشر بیاع زطی کو یہ حادثہ پیش آیا تھا کہ اس نے کنیز کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

اخبار از مرگ مرداں

ابو بصیر کہتے ہیں کہ حضرت ابو جعفر نے ایک مرد خراسانی سے کہا تیرے باپ کا کیا حال ہے۔ کہا خوش و خورم ہیں۔ فرمایا اس نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ جبکہ تو وطن سے چلکر جورجان پہنچا تھا وہ اس وقت مر چکا تھا۔ پھر اس کے بھائی کی کیفیت پوچھی عرض کی اس کو بھی اچھا چھوڑ کر چلا تھا۔ فرمایا اس کو ایک ہمسائے نے جسکا نام صالح ہے قتل کیا اس نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کیسی مصیبت مجھ پر پڑی۔ فرمایا صبر کر وہ وہ جنت میں گئے۔ اور جنت ان کے لئے بہتر ہے اس سے جس حال میں کہ وہ تھے اس نے کہا میں نے اپنے بیٹے کو درد شدید میں مبتلا چھوڑا تھا اس کی بابت حضور نے کچھ نہ فرمایا۔ ارشاد کیا ہاں وہ اب اچھا ہے۔ اس کے چچا نے اپنی بیٹی کے ساتھ اس کا نکاح پڑھا دیا۔ تو جو وطن کو واپس جائے گا تو اس کے لڑکا ہو چکا ہو گا جس کا نام علی ہو گا۔ وہ ہمارا شیعہ ہو گا۔ حال آنکہ تیرا بیٹا ہمارا شیعہ نہیں بلکہ دشمن ہے عرض کی کوئی صورت ہے کہ وہ بھی شیعہ ہو جائے۔ فرمایا نہیں وہ عدو شدید دوزخی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ فرمایا یہ ایک مرد ہے اہل خراسان سے۔ اور شیعہ ومومن ہے۔

خبر کثیر النوا

جابر جعفی کہتے ہیں کہ ہم کوئی پچاس اشخاص ایک بار حضرت کی خدمت میں حاضر تھے کہ کثیر النوا کہ

فرقہ مغیریہ[۱] سے تھا وہاں داخل ہوا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا کہ مغیرہ بن نعمان کوفہ میں کہتا ہے کہ آپ کے پاس ایک فرشتہ ہے جو مومن کو کافر سے اور دوست کو دشمن سے تمیز کرتا اور خبر دیتا رہتا ہے۔ حضرت نے فرمایا تو کیا پیشہ کیا کرتا ہے عرض کی گندم فروشی۔ فرمایا جھوٹ بولتا ہے۔ بولا کبھی جو بھی بیچ لیتا ہوں۔ کہا یہ بھی غلط ہے بلکہ تو خستۂ خرما (کھجور کی گٹھلیاں) فروخت کرتا ہے۔ عرض کی آپ سے یہ کس نے کہا فرمایا اسی ربّانی فرشتے نے جو مجھ کو دوست دشمن سے آگاہ کرتا ہے اور بتحقیق مختل الحواس ہو کر مرے گا۔ جابر کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم کو کوفہ واپس آنے کا اتفاق ہوا تو چند اشخاص کے ساتھ کثیر سے ملنے گئے۔ ہم کو ایک پیرہ زن کا نام بتایا گیا کہ وہ اس کے حال سے واقف ہے اس سے ملے تو کہنے لگی اس کو تین دن گزرے ہیں کہ فوت ہوا۔ دیوانہ ہو گیا تھا۔

دیگر۔ مروی ہے کہ ایک روز حضرت مسجد میں داخل ہوئے تو ایک جوان کو دیکھا کہ ہنس رہا ہے۔ فرمایا تو مسجد میں خندہ کرتا ہے حالانکہ تیری زندگی تین دن سے زیادہ باقی نہیں اس کے بعد تو اہلِ قبور میں داخل ہو جائے گا۔ راوی کہتا ہے کہ وہ مرد تیسرے دن کی صبح کو فوت ہوا اور اس کی شام کو دفن ہو گیا۔

دیگر۔ ابو بصیر نے روایت کی ہے کہ جناب صادق ؑ نے فرمایا کہ میرے پدر حضرت ابو جعفر ؑ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کی جان کے لالے پڑ گئے بعض

---

[۱] مغیریہ اصحاب مغیرہ بن سعید البجلی۔ جسنے محمد بن علی بن الحسین علیہم السّلام کے بعد دعویٰ کیا کہ محمد بن عبد اللہ بن الحسن امام ہے۔ اور اسکے مرنے پر کہتا تھا وہ زندہ ہے مرا نہیں اور شیخ طوسی و شیخ کشی علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ مغیرہ تبریہ سے تھا اور برقی نے کہا وہ سنّت وجماعت سے تھا ۱۲ بحار اسکا حال آئندہ مخالفان و معاندان آنجناب میں بوضاحت درج ہے وہاں ملاحظہ ہو۔

اشخاص آپ کے سرہانے رونے لگے۔ آپ نے آنکھیں کھول کر انکی طرف دیکھا اور کہا کہ میں اس مرض سے نہیں مرنے کا۔ پس آپ نے شفا پائی اور کئی سال زندہ رہے تا اینکہ ایک روز جبکہ بالکل تندرست تھے اور ظاہراً کوئی مرض دکھائی نہ دیتا تھا۔ فرمانے لگے اے پسر میں فلاں روز فوت ہوں گا۔ اُسی روز حضرتؑ نے وفات پائی

اہلِ مدینہ نے آپ کی پیشین گوئی کا یقین نہ کیا پشیمان ہوئے

ابوبصیر نے جناب صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا۔ میرے پدر بزرگوار ایک روز اپنی مجلس شریف میں تشریف رکھتے تھے۔ تھوڑی دیر کچھ سوچتے سوچتے سر جھکا لیا پھر اُٹھایا تو کہنے لگے۔ لوگو۔ تمہارا اُس وقت کیا حال ہوگا جبکہ تمہارے اس شہر پر ایک مرد چار ہزار آدمیوں کے ساتھ چڑھائی کریگا اور تین روز برابر قتل عام رکھے گا حتیٰ کہ تمہارے جنگ جو تمام مارے جائینگے اور تم کو سخت مصیبت کا سامنا ہوگا۔ تم ذرا اس کا دفعیہ نکر سکو گے۔ یہ واقعہ تم کو سال آئندہ پیش آئے گا۔ پس اپنی فکر کر رکھو۔ اور جان لو کہ جو کہتا ہوں ضرور ہونیوالا ہے۔ ہو کر رہے گا۔ مگر مدینہ والوں نے حضرت کے اس کلام کی پرواہ نکی اور کہا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور بجز چند اشخاص اہل شہر کے اور بنی ہاشم کے اس سے محفوظ رہنے کی طرف اصلا ملتفت نہوئے۔ مگر یہ لوگ چونکہ جانتے تھے کہ جو کچھ آپ نے کہا حق وصدق ہے۔ جب آپ نے معہ اپنے عیال کے باہر جانے کا ارادہ کیا تو وہ بھی ساتھ ہی نکل گئے۔ پس نافع بن ارزق (خارجی) اپنی سپاہ کے ساتھ بلاء بے درماں کی طرح شہر پر آ چڑھا اس کو تاخت وتاراج کر کے بے چراغ کر دیا۔ اس کے باشندوں کو قتل کیا اور ان کی عورات کو بے پردہ و ذلیل کیا۔ اس وقت اہل مدینہ نے کہا۔ اب آئندہ کبھی ابوجعفرؑ کے قول سے تجاوز نکرینگے کیونکہ وہ اہل بیت رسالت سے ہیں جو کچھ کہتے ہیں حق وصدق ہوتا ہے۔

وثوق بر علم و اطلاع خود

عبد اللہ بن علا نے حضرت صادق علیہ السلام سے نقل کیا۔ آپ نے فرمایا میں اپنے باپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ بعض اشخاص قبیلہ انصار سے بھی حاضر دربار تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس انصاری سے کہنے لگا کہ چل کر دیکھو تمہارا مکان جل گیا ہے حضرت نے فرمایا کوئی نہیں جلا۔ خبر دہندہ دوڑ گیا اور واپس آکر کہا قسم خدا کی مکان جل گیا۔ فرمایا اے فرزند خدا کی قسم نہیں جلا۔ وہ شخص دوبارہ گیا اور اس کے ہمراہ کچھ لوگ قبیلہ کے اور انکے موالی روتے پیٹتے آئے کہ بندۂ خدا تیرا مکان جلکر خاکستر ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا ہرگز نہیں جلا میں جھوٹ نہیں بولتا۔ اور مجھ کو اپنے علم پر تمہاری خبروں سے بڑھ کر وثوق ہے۔ بلکہ اس کو اپنے چشم دید سے زیادہ معتبر سمجھتا ہوں یہ کہکر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جناب صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں بھی حضرت کے ساتھ ساتھ چلا۔ حتیٰ کہ اس موقعہ پر پہنچے تو دیکھا کہ آگ اس مکان کے آگے پیچھے دہنے بائیں چار جانب محیط ہے اور وہ مکان بالکل محفوظ ہے۔ پس آپ مسجدِ رسول اللہ میں واپس آئے اور سجدۂ شکر حق سبحانہٗ کے لئے جُھک گئے اور فرمایا الٰھی وعزتک وجلالک الا رفعت راسی من سجودی او تطفئھا پروردگارا تیرے عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سجدے سے اپنا سر نہ اُٹھاؤنگا جبتک کہ تو اس آتش فروزاں کو منطفی نکرے گا۔ پھر حضرت نے وہ دعا نقل فرمائی جو اس کے بعد حضرت باقر نے پڑھی تھی اور جو اپنے محل و مقام پر مذکور ہے۔ خدا کی قسم اسکے بعد آگ بُجھ گئی۔ اور ہر چند گرد اگرد کے مکانات خاکستر ہو گئے۔ مگر ان لوگوں کے مکانات سلامت رہے۔

صحیفہ صفرا

علی بن ابی حمزہ و ابو بصیر کی روایت ہے کہ ہمارا حاضر خدمت ہونے کا وعدہ تھا۔ ابو لیلی اور ہم داخل حضرت ہوئے تو

فرمایا اے سکینہ چراغ لاؤ۔ چراغ حاضر ہوا تو فرمایا فلاں سندی یا ہندی صندوقچہ حاضر کرو۔ وہ سر بمہر بند تھا۔ مہر توڑ کر ایک صحیفۂ صفرا یعنی مکتوب زرد اس میں سے نکالا اس کو اوپر سے لپیٹنے نیچے سے کھولنے لگے۔ حتّیٰ کہ قریب ربع یا ثلث کے پہنچے تو (علی ابن ابی حمزہ) میری طرف نگاہ کی میں کانپ گیا۔ قریب تھا کہ جان بدن سے نکل جائے آپ نے دیکھا تو ہاتھ میرے سینے پر رکھ دیا اور کہا سکون ہوا۔ عرض کی ہاں ہوا۔ کہا کوئی اندیشہ کی بات نہیں قریب آکر دیکھو میں دیکھنے لگا۔ فرمایا کیا دیکھا۔ عرض کی اپنا اور اپنے باپ کا نام اور اپنی اولاد کا نام جن کو نہیں پہچانتا دیکھا۔ فرمایا اگر تیرا رتبہ ہمارے نزدیک بڑھا ہوا نہ ہوتا تو تجھے اس کی اطلاع نہ دیتے۔ تیری اولاد بڑھتے بڑھتے اسی قدر ہو جائے گی جتنی اس میں درج ہے۔ علی بن ابی حمزہ کہتا ہے کہ اس کے بعد میں تیس سال اور زندہ رہا اور میری بموجب اس صحیفہ کے اور بہت اولاد ہوئی۔

احیاءِ اموات

محمد بن سلیمان نے کہا ایک شامی ناصبی مجلس ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام میں آیا کرتا اور کہتا کہ میں جانتا ہوں کہ طاعتِ خدا تمہارے ساتھ بغض و عداوت رکھنے میں ہے لیکن تم کو ایک مرد فصیح ادیب خوش کلام پایا اس لئے آتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا کے اوپر کوئی امر پوشیدہ نہیں کچھ عرصہ بعد اتفاقاً شامی بیمار ہو گیا۔ اور بیماری اس کی شدید اور طولانی ہوئی۔ آخر اس نے اپنے رفیق سے کہا کہ میں جاں بحق ہوں تو میرے اوپر چادر ڈھانپ کر محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام کے پاس جانا کہ حضرت شامی پر نماز جنازہ پڑھ دیں۔ کچھ رات گزرے شامی ٹھنڈا ہو گیا اس پر چادر ڈال دی اور اوّل صبح تھی کہ اس کا رفیق حاضر خدمت ہوا۔ اور کیفیت بیان کی آپ نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں۔ زمین شام سرد ہے۔ اور ملکِ حجاز گرم۔ گرمی یہاں کی شدید ہے۔ تو آگے چل کر ٹھہر۔ جلدی نہ کیجیو یہ کہہ کر اُٹھے اور تجدید وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور دستِ دعا بدرگاہ الٰہی دراز کئے۔ پس سجدہ میں گئے اور تا طلوعِ آفتاب سربسجود

رہے۔ بعدازاں وہاں سے روانہ ہوئے اور شامی کے مکان پر پہنچکر اس کو آواز دی۔ اس نے جواب دیا۔ پس سہارا دیکر اس کو بٹھایا۔ اور سویق (ستو) منگاکر پلوایا۔ اور فرمایا اس کا پیٹ بھر دو اور طعام بارد سے اس کا سینہ سرد کرو۔ پس وہاں سے واپس ہوئے۔ تھوڑے عرصہ بعد خود حضرت کے پاس حاضر ہوا کہ شہادت دیتا ہوں کہ تم حجتِ خدا ہو اس کی خلائق پر اور دروازہ ہو اس کا جس سے اس سبحانہ تک رسائی ہوگی۔ جو کوئی اور طرف سے اس کے پاس جانا چاہے خاسر رہیگا وضلّ ضلالاً بعیداً اور بہت گمراہ ہوگا۔ فرمایا اپنا ماجرے بیان کر۔ عرض کی میری موت کوئی مرگِ مفاجات نتھی۔ روح میرے بدن سے نکل چکی تھی۔ اس وقت میں نے ایک منادی کی آواز سُنی کہ پکار کر کہتا ہے اس کی روح کو اس کے جسم میں واپس کرو۔ تحقیق کہ محمد بن علی نے ہم سے اس کا سوال کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی بندہ کو دوست رکھتا اس کے اعمال کو پسند نہیں کرتا اور کبھی اسکے عمل کو پسند کرتا اور اسکو دشمن رکھتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اسکے بعد وہ شامی اصحاب ابی جعفرؑ میں شامل ہوگیا۔

وقوف بر منطق طیر و دیگر حیوانات

کتاب حلیۃ الاولیاء میں ابوحمزہ ثمالی سے نقل ہے کہ ایک بار بیت الشرف امام باقرؑ میں کنجشک ہائے خانگی بولنے لگیں۔ فرمایا۔ اے ابوحمزہ جانتے ہو کہ یہ چڑیاں کیا کہتی ہیں۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا خدائے بزرگ و برتر کی تسبیح پڑھتی ہیں اور اس جل شانہ سے دن بھر کی روزی طلب کرتی ہیں۔

دیگر۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ ایک روز حاضر خدمت تھا کہ ایک جوڑا قمریوں کا آکر غٹرغوں کرنے لگا حضرت اس کا جواب دیتے تھے۔ پھر وہ اُڑکر دیوار پر جا بیٹھے اور باہم کچھ کلام کیا۔ اور وہاں سے چلے گئے۔ میں نے عرض کی فدا ہوں حضرت پر۔ ان پرندوں نے کیا کہا۔ اور حضرت نے کیا ان کا جواب دیا۔ فرمایا اے ابن مسلم ایک پرندہ

چوپایا کیا ہر ایک ذی روح جو خدا نے پیدا کیا ہے بنی آدم سے زیادہ ہماری اطاعت کرتا ہے۔ اس قمری کو اپنی مادہ کی طرف سے کچھ بدظنی پیدا ہو گئی تھی اس نے حلف کیا کہ مجھ سے کوئی بدکاری وجود میں نہیں آئی۔ نر نمانتا تھا۔ آخر مادہ نے کہا محمدؐ بن علیؑ کے فیصلہ پر رضامند ہوتا ہے۔ کہا ہاں۔ پس دونو یہاں آئے۔ میں نے کہا ظلم و تعدی نر کی طرف سے ہے دونو میں صلح ہو گئی اور چلے گئے۔

دیگر۔ جناب صادقؑ نے فرمایا کہ میرے باپ محمد باقرؑ کے دیوانخانے میں ایک فاختہ رہتی تھی۔ ایک روز اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسکی آواز کو سننے لگے پھر فرمایا جانتے ہو کہ یہ فاختہ کیا کہتی ہے۔ کہا نہیں۔ فرمایا یہ کہتی ہے فقدتکمُ فقدتکمُ مجھ سے مفقود ہو جاؤ جاتے رہو۔ پس فرمایا ہم اس کو مفقود کرینگے۔ قبل اسکے کہ یہ ہم کو مفقود کرے پھر حکم دیا کہ اسکو پکڑ کر ذبح کریں۔

دیگر۔ ابو عبداللہ جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ میرے باپ حجرِ کعبہ[۱] میں بیٹھے ایک شخص سے باتیں کر رہے تھے کہ ایک چھپکلی وہاں آ کر چرچرانے لگی۔ حضرت نے اس شخص سے کہا تو جانتا ہے کہ یہ چلپاسہ کیا کہتا ہے۔ کہا نہیں۔ فرمایا اس کا کلام ہے کہ اگر تم عثمان کو برا کہو گے تو میں علیؑ کی مذمت کرتی رہوں گی جبتک کہ تم یہاں سے نہ اٹھو۔

نیز حضرت نے فرمایا کہ میرے باپ فرماتے تھے کہ جو کوئی بنی امیہ سے مرتا ہے تو چھپکلی کی صورت میں مسخ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ عبدالملک ابن مروان کی موت آئی تو بدستور چھپکلی بن گیا اور لوگوں کے درمیان سے جو اسکے جنازے کے گرد بیٹھے ہوئے تھے وہ چھپکلی باہر نکل گئی۔ بیٹوں نے دیکھا کہ چادر کے نیچے کوئی شے نہیں تو انکو بہت تشویش

---

[۱] حجر کعبہ۔ حجر اسمٰعیل۔ ایک دیوار قوسی وضع کی زیر ناودان خانہ کعبہ ایک گز زمین سے اونچی بنی ہے اس کے محیط کے اندر حضرت اسمٰعیل اور جناب ہاجرہ کی قبر نشان دی جاتی ہے ۱۲ منہ

ہوئی کہ اب کیا کریں۔ حاضرین کو معلوم ہوگا کہ جنازے میں لاش موجود نہیں تو کیا کہیں گے۔ آخر انہوں نے مشورہ کرکے قرار دیا کہ ایک ٹکڑا لکڑی کا قدِ آدم لمبا لیا اور اسکو کفن وغیرہ پہنا کر مُردہ کی شکل بنایا اور جنازہ تیار کیا۔ اور اس خوبصورتی سے یہ تمام کام انجام دیئے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائی۔

نیز کسی نے آنحضرت سے چلپاسہ کی بابت دریافت کیا۔ فرمایا ہو رجس مسخ کلہ۔ وہ تمام ناپاک و مسخ شدہ ہے۔ اس کو قتل کرو تو غسل کرو۔ بعض علماء نے کہا کہ علۃ غسل یہ ہے کہ اس کے قتل سے آدمی اپنے تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اس لئے اس کو غسل کرنا چاہیئے کہ اس سے ادا رشکر کیا جائے۔

مومن کا حق خدا پر کیا ہے

عباد بن کثیر بصری نے کہا میں نے حضرت محمد باقرؑ سے کہا کہ مومن کا حق خدائے تعالیٰ پر کیا ہے۔ آپ نے میری طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ میں نے دوبارہ سہ بارہ پوچھا تو قدرے چیں بجبیں ہو کر فرمایا کہ ادنیٰ حق مومن کا خدا تعالیٰ پر یہ ہے کہ اس کھجور (ایک درخت خرما کی طرف اشارہ کرکے) کے پیڑ کو کہے کہ ادھر آ تو وہ چلا آوے۔ راوی کہتا ہے کہ واللہ دیکھا میں نے کہ وہ نخل بمجرد اس ارشاد کے متحرک ہوا اور وہاں سے چل پڑا۔ آپ نے اس کو حرکت کناں دیکھا تو فرمایا قری غلم اعنك اپنی جگہ پر قرار پکڑ میں نے تجھ کو طلب نہیں کیا تھا۔

ابو بصیر اعمیٰ کا بینا کرنا

ابو بصیر کی روایت ہے کہ میری بصارت جاتی رہی تو میں نے ایک روز جناب باقرؑ کی خدمت میں عرض کی۔ تم ذریت رسول اللہ ہو۔ فرمایا ہاں۔ کہا رسول اللہ جملہ انبیاء ماسلف کے وارث تھے۔ فرمایا نعم۔ البتہ وہ حضرت جمیع انبیاء علیہم السّلام کے وارث اور انکے تمام علوم و کمالات کے ورثہ دار تھے۔ عرض کی تم میں قدرت ہے کہ مُردے کو زندہ کردو۔ اندھے برص والے کو ان کی بیماریوں سے شفا بخشو اور لوگوں کو جو وہ

گھروں میں کھا چکے ہوں اس سے آگاہ کرو۔ فرمایا ہاں باذن خدا یہ سب امور ہو سکتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ اے ابو بصیر۔ ذرا میرے پاس تو آؤ۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں پاس گیا تو حضرت نے اپنا دستِ مبارک میرے مُنہ پر پھیرا تو میری آنکھیں کھُل گئیں اور زمین و آسمان اور چاند سورج اور گھر اور جملہ اشیاء جو اس میں تھیں مجکو دکھائی دینے لگیں۔ پس ارشاد کیا۔ آیا تو چاہتا ہے کہ ایسا ہی بینا رہے اور حساب کتاب آخرت ویسا ہی تجھ سے لیا جائے جیساکہ اوروں سے لیا جائے گا۔ یا مثل پیشتر نابینا ہو جائے اور بحساب داخل جنّت ہو۔ عرض کی میں چاہتا ہوں کہ ویسا ہی ہو جاؤں جیسا کہ پہلے تھا اور حساب کتاب قیامت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ بیحساب داخل جنّت ہونے کی خواہش رکھتا ہوں۔ دُنیا کی چند روزہ بینائی مجھ کو درکار نہیں۔ حضرت نے اسکے چہرے پر ہاتھ پھیرا ویسا ہی نابینا ہو گیا جیسا آگے تھا۔ علی بن حکم راوی حدیث کہتا ہے کہ میں نے یہ روایت ابن عمر کے سامنے روایت کی تو اس نے کہا گواہی دیتا ہوں کہ یہ واقعہ مثل روز روشن حق و صدق ہے۔ حقیر مؤلّف کہتا ہے کہ ظاہراً یہ معجزہ ابو بصیر کے بینا کرنے کا حضرت محمد باقرؑ اور جناب جعفر صادقؑ دونوں بزرگوں سے اُن کی دُعا سے واقع ہوا ہے چنانچہ کشف الحقائق میں بزمرہ معجزات آنحضرتؐ ہم نے اس کو پیشتر نقل کیا ہے۔ اور حضرت رسول خداؐ سے نقل ہوا ہے کہ ایک شخص مکفوف البصر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہؐ حق تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ مجھ کو نورِ بصارت عطا کرے۔ حضرت نے دُعا کی بینا ہو گیا۔ پھر ایک اور اندھے نے حاضر خدمت ہو کر استدعا کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ جنّت تیرے نزدیک محبوب تر ہے یا بینا ہونا۔ عرض کی کیا ثواب دُنیا میں نابینا رہنے کا یہ ہے کہ آخرت میں جنّت ملے فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ اس سے کریم تر ہے کہ بندۂ مومن کو دنیا میں ببلاء اعمیٰ مبتلا کرے اور آخرت میں اس کو دوزخ میں ڈالے۔

حدیث ما اقل الحجیج واکثر الضجیج

ابو بصیر نے ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر خدمتِ اقدس میں عرض کی کہ کس قدر حاجیوں کی کثرت ہے اور کتنا عظیم شور و غوغا برپا ہے۔ حضرت نے فرمایا شور و غوغا تو واقعی ایسا ہے جیسا کہ تو دیکھتا ہے مگر حاجی ان میں بہت ہی کم ہیں۔ پھر فرمایا اے ابو بصیر چاہتا ہے کہ میرے قول کی صداقت بچشم ظاہر مشاہدہ کرے۔ عرض کی ہاں چاہتا ہوں محمد باقرؑ نے کوئی دُعا زیرِ لب پڑھی اور میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ آنکھیں روشن ہوگئیں۔ فرمایا اب حاجیوں کو دیکھو۔ دیکھتا ہوں تو اکثر و زیادہ ان سے بشکل بندر و خنزیر دکھائی دیئے۔ مومن انکے درمیان بہت قلیل تھے کہ مثل ستارہ ہائے آسمان شبِ تاریک میں روشن و درخشاں نظر آتے تھے۔ عرض کی راست فرمایا اے مولیٰ میرے حضرت نے ما اقلّ الحجیج و اکثر الضجیج حاجی ان میں تھوڑے ہیں اور چیخنے چلّانے والے بہت۔ پھر دستِ مبارک اپنا روئے ابو بصیر پر پھیرا۔ بدستور نابینا ہو گئے ابو بصیر نے کچھ کہنا چاہا۔ آپ نے فرمایا یا ابا بصیر ہم کو تمہارے بارے میں بخل نہیں الّا حق تعالیٰ کی مصلحت یہی ہے۔ دیگر ہم کو فتنہ کا بھی اندیشہ ہے کہ یہ لوگ اس فضلِ ایزدی پر جو ہمارے اوپر مبذول ہے نظر نکریں اور ہمارے حق میں غلو کرنے لگیں۔ حال آنکہ ہم بندگانِ خدا ہیں۔

شجر خشک سے خرما رتر گرنا

جابر جعفی کہتے ہیں کہ ابو جعفر محمد باقرؑ کے ساتھ حج کو چلا تو ہم دونو ایک شتر پر سوار تھے۔ یعنی میں حضرت کا زمیل (عدیل) تھا۔ ایک قمری ہمارے محمل پر آکر بیٹھ گئی میں نے اسکے پکڑنے کو ہاتھ بڑھایا حضرت نے منع کیا اور چلّا کر کہا اے جابر اس کو نہ پکڑ نا یہ ہم اہلِ بیتؑ کے پاس پناہ گیر ہوئی ہے۔ میں نے کہا اسے کیا شکایت ہے فرمایا یہ اس پہاڑ میں تین سال سے انڈے دیتی اور بچے نکالتی ہے۔ ایک سانپ آکر

اس کے بچوں کو کھا جاتا ہے۔ یہ مجھ سے ملتمس ہوئی کہ حق تعالیٰ سے دُعا کروں کہ اس موذی کو ہلاک کرے۔ چنانچہ میں نے دُعا کی اور وہ چلی گئی۔

راوی کہتا ہے کہ ہم چلے جاتے تھے حتیٰ کہ وقتِ سحر قریب ہوا تو فرمایا۔ اے جابر اُترو۔ اُتر کر مہار شتر پکڑی۔ حضرت اُترے اور راستہ سے ایک جانب ریتلی زمین میں گئے اور ہاتھوں سے ریت دہنے بائیں کرنے لگے۔ اور کہتے جاتے تھے۔ اللّٰھمّ اسقنا وطھّرنا اللہ تعالیٰ ہم کو پانی دے کہ پئیں اور طہارت بجا لائیں۔ ایک سفید پتھر وہاں نمودار ہوا اس کو ہٹایا تو آب سفید و شفاف اسکے نیچے سے جوش زن دکھائی دیا۔ ہم نے اس سے پیا اور وضو بجا لائے۔ وہاں سے کوچ ہوا تو صبح روشن ہو گئی تھی۔ پس ہمارا قیام ایک قریے کے قریب ہوا۔ حضرت ایک درخت خشک خرما دیکھ کر اس کی طرف مائل ہوئے۔ اسکے نیچے پہنچکر خطاب کیا۔ اے کھجور کے پیڑ حق تعالیٰ نے جو پھل تیرے اندر مقدر کئے ہیں ان سے ہم کو بھی دے۔ پس دیکھا میں نے کہ وہ درخت پُر از بار ہو کر حضرت کی طرف جھکا حتیٰ کہ ہم نے اس کے پھل ہاتھوں سے توڑ کر تناول کئے۔ ایک اعرابی کھڑا یہ ماجرے دیکھ رہا تھا بولا میں نے آج تک ایسا ساحر نہ دیکھا تھا۔ حضرت نے فرمایا اے اعرابی ہم پر سحر کی تہمت مت لگا۔ ہم اہل بیت میں کوئی ساحر و کاہن نہیں ہوتا الا ہم کو اسماء اعظم الٰہی عطا ہوئے ہیں انکے ذریعہ سے دُعا کرتے ہیں قبول ہوتی ہے جو مانگتے ہیں مل جاتا ہے۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ آخری حصہ حدیث کا حضرت صادقؑ سے دوسری صورت پر اس طرح وارد ہوا ہے کہ حضرت درخت خشک خرما کے تلے آئے اور حمد و ثنا ء الٰہی اس طرح بجا لائے کہ میں نے پہلے کبھی اس طرح کی حمد نہ سُنی تھی پھر درخت سے مخاطب ہوئے کہ ایتھا النخلۃ اطعمینا ممّا جعل اللہ فیک۔ بمجرد اسکے پیڑ سے خرما زرد سُرخ رنگ کے گرنے لگے۔ حضرت نے تناول فرمائے اور آپ کے ساتھ ابو امیہ انصاری تھے

وہ بھی کھانے میں آپ کے شریک ہوئے۔ پس فرمایا یہ آیہ ونشان ہمارے لئے نشان مریم بنت عمران کا ہے۔ انہوں نے درختِ خرما کو ہلایا تو رطباً جنیاً اس پر سے برسے بہت ممکن ہے کہ یہ دو واقعہ جداجدا موقع کے ہوں۔

درندوں کی فریاد رسی

بحار میں بصائر الدرجات سے نقل ہوا ہے کہ محمد بن مسلم نے کہا میں سفر مکہ میں حضرت کے ساتھ تھا۔ وہ اپنے استر پر سوار تھے میں حمار پر۔ تا اینکہ ایک بھیڑیا پہاڑ سے اُتر کر حضرت کے نزدیک آیا۔ آپ نے سواری روک لی۔ بھیڑیے نے اپنے ہاتھ قربوس زین پر رکھے اور گردن دراز کی۔ آپ نے بھی کان اس کی طرف بڑھائے۔ تھوڑی دیر کچھ سُنتے رہے۔ پھر فرمایا جاؤ میں نے کر دیا۔ وہ چلا گیا۔ میں نے عرض کی فدا ہوں حضرت پر یہ عجیب ماجرا دیکھنے میں آیا۔ فرمایا ہاں یہ بھیڑیا کہنے لگا کہ میری مادہ پر اس پہاڑ میں بچہ جننے کا شدید وقت ہے۔ حضرت دعا کریں یہ مشکل آسان ہو۔ نیز میری نسل سے کوئی بھیڑیا آپ کے شیعوں سے کسی پر مسلط نہ ہونے پائے میں نے دعا کی وہ چلا گیا۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے کتاب الدلالات سے تتمہ حدیث اس طرح نقل کیا ہے کہ ابوحمزہ نے حضرت صادق ع سے روایت کی کہ آپ اپنے علاقہ سے کوئی ایک مہینے بعد واپس آنے لگے تو گرگ معہ اپنی مادہ اور بچہ کے سر راہ حضرت کے حاضر ہوا اور اپنی زبان میں کچھ کہنے لگے۔ آپ نے بھی انہی کی زبان میں جواب دیا اور فرمانے لگے کہ اس بھیڑیے کے یہاں نر بچہ پیدا ہوا۔ یہ مجھ کو اور تم کو دعا دیتے تھے۔ میں نے بھی ان کو دعا خیر دی۔ اور کہہ دیا کہ میرے اہل بیت و دوستوں اور شیعوں کو نہ ستانا۔ انہوں نے قبول کیا اور ضامن ہوئے۔ باپ بیٹے کے راوی مشترک ہونے

کیفیت عذاب قابیل ابن آدم ع

نیز بصائر میں سدیر صیرفی سے منقول ہے کہ حضرت محمد باقر ع نے فرمایا کہ مجھے

اہل مدینہ سے ایک شخص کا حال معلوم ہے کہ طبقات زمین کو طے کرتا ہوا ان لوگوں کے پاس پہنچا جن کا حال حق تعالیٰ نے قرآن میں بیان کیا ہے ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون۔ کہ امتِ موسیٰؑ سے کچھ لوگ ہیں جنہوں نے حق کی طرف راہ پائی اور اسی سے عدل و انصاف کرتے ہیں۔ ان کے درمیان کچھ نزاع ہے۔ اس نے وہاں پہنچکر اصلاح کر دی اور اپنے مقام پر واپس آ گیا کسی کو اس کا علم تک نہوا۔ وہ اس آمد و رفت میں دریا، فرات سے گزرا اور اس کا پانی نوش کیا۔ اور اے ابوالفضل وہ تیرے دروازے پر گیا اور دستک دی اور ایک مرد کے پاس سے گزرا جو لباس خشن کرپاس کا پہنے تھا اور دس کس اس پر مقرر تھے کہ شدت گرما کے روز اس کو سورج کے سامنے رکھتے تھے اور ہر وقت آگ اس کے گرد روشن رکھتے تھے اور سردی میں ٹھنڈا پانی اس پر ڈال کر عذاب کرتے تھے۔ ان دس کس سے کوئی مرجاتا تو قریے والے اس کی عوض ایک اور آدمی ان میں شامل کر دیتے۔ پس باوجود موت کے دس کی تعداد میں کمی نہیں ہونے دیتے۔ اس نے اس شخص کے پاس جا کر کہا اے مرد تیرا کیا قصہ ہے۔ کہا اگر تو عالم (امام معصوم) ہے تو خود میرے حال سے بخوبی واقف ہوگا۔ وہ ابن آدم سے قابیل قاتل برادر خورد ہابیل ہے۔ محمد بن مسلم نے کہا مراد اس شخص سفر طے کرنیوالے یہاں خود ذات مجموعہ صفات امام محمد باقر صلوات اللہ علیہ ہے۔

شیعوں کو عجائبات عالم کا دکھانا

جابر بن زید جعفی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوجعفر سے اس آیہ شریفہ کی بابت دریافت کیا وکذٰلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوات والارض۔ اور اس طرح دکھاتے ہیں ہم ابراہیمؑ کو ملکوت آسمانوں اور زمینوں کے۔ حضرتؑ نے دستِ مبارک سے میری طرف اشارہ کیا کہ سر اٹھا اور اوپر کی طرف نگاہ کر میں نے

دیکھا تو سقف خانہ پھٹنے لگی۔ پھر وہاں ایک سوراخ نظر آیا اس میں دیکھا تو ایک نور روشن دکھائی دیا جس سے میری نظر خیرہ ہوگئی۔ فرمایا ابراہیمؑ نے ملکوت سماوات میں ایسا ہی کچھ دیکھا تھا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تھوڑی دیر زمین پر دیکھ کر نظر اٹھاؤ۔ ایسا کیا تو مکان کی چھت بدستور مسلم تھی۔ کوئی رخنہ یا چھید اس میں نہ تھا۔ پس میرا ہاتھ پکڑے ہوئے باہر تشریف لائے اور ایک جامہ مجھ کو پہنا کر فرمایا ذرا اپنی آنکھیں بند کرلو۔ آنکھیں بند کر کے کھولیں تو تاریکی تھی کہ کوئی شے دکھائی نہ دیتی تھی۔ فرمایا اس وقت تو ظلمات میں ہے جہاں سکندر ذوالقرنین پہنچا تھا۔ پس ایک قدم آگے بڑھایا اور فرمایا اس وقت تو چشمہ حیات پر ہے جس سے خضر نے پانی پیا۔ اس سے آگے چل کر ہمنے ملکوت سماوات وارضین کی سیر کی۔ بعد ازاں فرمایا اب آنکھیں بند کرلو اور میرا ہاتھ پکڑ کر قدرے حرکت کی۔ اب جو دیکھتے ہیں تو ہم اپنے کو حضرت کے دولت خانے میں پاتے ہیں جہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ پس وہ لباس عاریت مجھسے اُتروالیا۔ میں نے عرض کی جعلت فداك۔ کتنا عرصہ ہم کو اس شغل میں گزرا ہوگا۔ فرمایا تین گھنٹے۔

دل کے راز پر آگاہی

فیض ابن نظر نے کہا۔ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں داخل ہوا اور چاہتا تھا کہ نماز شب کی بابت دریافت کروں کہ سفر میں جبکہ محمل میں سوار ہوں کس طرح پڑھوں۔ حضرت نے بلا اس کے کہ میں ابتدا کروں فرمایا۔ رسول اللہؐ تہجد کی نماز ناقہ پر سوار ہوئے پڑھ لیتے تھے چاہے جدہر کو وہ چلی جائے۔

دیگر۔ دلائل حمیری میں مالک جہنی سے روایت ہوئی ہے اس نے کہا میں حاضر خدمت تھا۔ روئے مبارک پر نظر کر کے دل میں کہنے لگا۔ خدا نے حضرت کو عظمت بخشی اور کریم کیا ہے اور اپنی خلقت پر حجت گردانا۔ میری طرف متوجہ ہوئے

اور فرمایا یا مالک الامر اعظم ممّا تذھب الیہ۔ اس بارے میں جو کچھ تیرا مسلک ہے امر اس سے عظیم تر و بزرگ تر ہے۔

شفا بیماراں

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو جعفرؑ کو معلوم ہوا کہ محمد بن مسلم بیمار ہے۔ ایک شربت اپنے غلام کے ہاتھ بھیجا اور کہہ دیا کہ اپنے سامنے اس کو پلوا دینا اور کہنا کہ یہ پیکر ہمارے پاس چلا آئے۔ محمد کہتے ہیں کہ میں یہ پیغام آپ کا سُن کر تعجب میں تھا کہ ہل تو سکتا ہی نہیں وہاں کیسے چلا جاؤں گا مگر جو ہیں کہ وہ شربت اس کے شکم میں پہنچا تو ایسا ہو گیا جیسا کہ کوئی قید سے چھوڑا دے۔ فی الفور درِ دولت پر حاضر ہوا اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ آواز آئی تندرست ہو گیا۔ اندر چلے آؤ۔ خدمت میں پہنچکر سلام بجا لایا اور رو رو کر سر مبارک کو اور ہاتھوں کو بوسہ دیا۔

حبابۂ والبیّہ

بحار میں عیون المعجزات سے نقل ہوا ہے کہ حبابہ رحمہا اللہ نے زمانہ امامت جناب باقرؑ ادراک کیا تو حاضر خدمت آنحضرت ہوئی۔ آپ نے فرمایا ما الذی ابطائک یا حبابہ۔ اے حبابہ تم ہمارے پاس دیر کر کے کیوں آئیں۔ کون شے تم کو مانع ہوئی۔ عرض کی میری عمر دراز ہوئی سر سفید ہو گیا اور افکار و آلام نے مجھے گھیر لیا ہے۔ حضرت نے فرمایا ذرا میرے قریب آؤ۔ پاس گئیں تو دستِ مبارک اپنا اس کی مانگ پر رکھ کر کچھ دُعا پڑھی کہ سننے والوں کی اچھی طرح سمجھ میں نہ آئی بعد اس کے اس کے سر کے بال تمام سیاہ ہو گئے اور وہ نئے سرے سے جوان ہو گئی۔ یہ حالت اپنی دیکھ کر حبابہ بہت مسرور ہوئی اور اس کی خوشی سے حضرت بھی مسرور ہوئے۔ یہ روایت عیون کی ہے لیکن مناقب میں ابن شہر آشوب و خرائج و الجرائح سے معلوم ہوتا ہے کہ سفیدی مفرق۔ اس سے مراد مرض برص ہے جو اس مقام پر عارض ہوا تھا۔ یہاں حضرت نے بجائے ادیبنی دمیر

قریب آؤ) کے آدنی (مجھے دکھاؤ) فرمایا۔ نیز ارشاد کیا کہ آئینہ لاؤ۔ اس میں دیکھا تو مفرق سر کے بال سیاہ ہو گئے تھے۔ بہر کیف دونوں صورتیں معجزے کی ہیں بروایت اوّل حبابہ نے کہا تم اظلّہ (عالم ارواح) میں کیا شے تھے۔ فرمایا اے حبابہ خلق آدم سے پہلے ہم نور تھے۔ تسبیح حق سبحانہ کرتے اور ملائکہ ہماری تسبیح سے تسبیح خواں تھے۔ جب حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو اس نور کو اس میں داخل فرمایا۔ بروایت کشی علیہ الرحمہ یہ معجزہ حبابہ کے حق میں حضرت ابو عبداللہ الحسین الشہید نے دکھایا تھا کہ سفیدی برص کی جاتی رہی تھی۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت نے فرمایا۔ اے حبابہ ملّت ابراہیم پر اس امّت سے بجز ہمارے اور ہمارے شیعوں کے اور کوئی نہیں۔ سب اس سے علیحدہ ہیں۔ ممکن ہے کہ پہلی بار مرض برص نے اس لئے بدعاء ابو عبداللہ الحسین ؑ نجات پائی ہو بعد ازاں طول زماں و مرور ایام سے بعہد جناب باقرؑ دوبارہ یہ مرض عارض ہوا ہو یا اس وقت عین مفرق راس میں نہیں کسی اور مقام پر یہ عارضہ ہوا ہو اس سے بدعاء حضرت شفایاب ہوئی ہو۔ واللہ یعلم۔

وادی ضجنان[1]

ابو عبداللہ جعفر صادق ؑ سے نقل ہے کہ فرمایا میں راہ مکّہ میں اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ جا رہا تھا۔ ہم دونوں دو سانڈنیوں پر سوار تھے۔ وادی ضجنان میں پہنچے تو ایک مرد ہمارے پیچھے دوڑتا آیا جسکی گردن میں زنجیر پڑی تھی اور اس کے پیچھے سے گھسٹتی آ رہی تھی۔ نزدیک آیا تو کہنے لگا یا ابن رسول اللہ مجھ کو پانی پلاؤ تم کو خدا پانی پلائے۔ اس کے پیچھے

[1] ضجنان بضاد معجمہ بعدہ جیم بروزن سکران کوہے است نزدیک مکہ معظمہ و کوہے دیگر ببادیہ غیر منصرف آمدہ ۱۲ منتہی الارب۔

پیچھے ایک اور مرد آیا اور عرض کی یا ابن رسول اللہ اسے پانی نہ دینا خدا اس کو کبھی سیراب نہ کرے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھ سے کہا اے جعفر تم نے اس کو پہچانا۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا یہ معاویہ بن ابی سفیان ہے لعنت خدا ہو اس کے اوپر۔

مُردہ گدھا زندہ ہو گیا

مفضل بن عمر نے کہا۔ حضرت ابو جعفر مکہ مدینہ کے درمیان سفر کر رہے تھے کہ ایک مقام پر پہنچے جہاں کچھ آدمی جمع تھے کسی حاجی مسافر کا گدھا مر گیا تھا اور سامان بکھرا پڑا تھا وہ رو رہا تھا۔ حضرت کو دیکھ کر چلایا کہ یا ابن رسول اللہ میرا حمار مر گیا ہے اور میں اس جگہ مجبور و منقطع رہ گیا۔ آپ اہلِ بیت رسالت سے ہیں دُعا کیجئے کہ زندہ ہو جائے۔ حضرت ع نے دُعا کی اور گدھا زندہ ہو گیا۔

دشمن آپ کے کلام کو جب آپ نہیں چاہتے تھے سُن اور سمجھ نہیں سکتے تھے

خرائج میں ہے کہ ایک روز آنحضرت مجمع اصحاب خاص میں بیٹھے خاص خاص احادیث کا تذکرہ فرما رہے تھے کہ ایک مرد نصر بن فراش نام وہاں داخل ہوا ان لوگوں کو اس کا اس وقت وہاں آنا گوارا ہوا۔ مگر حضرت نے اپنا سلسلۂ کلام بدستور جاری رکھا۔ حتیٰ کہ وہ اُٹھ کر چلا گیا۔ حاضرین نے عرض کی اس مردود نے یہ تمام باتیں سُنیں جو اس مردود کے کان تک نہیں پہنچنی چاہییں تھیں وہ بڑا خبیث یعنی ہم لوگوں کا سخت دشمن ہے۔ فرمایا اس نے کچھ نہیں سُنا۔ تم اس سے ملو تو پوچھنا کہ کیا سُنا اس کو ایک لفظ بھی یاد نہیں نکلیگا۔ ایک شخص حضار مجلس سے جا کر اس سے ملا اور ان احادیث کی بابت ذکر کیا جن کا ذکر اسکے سامنے مجلس اقدس میں آیا تھا کہ اعادہ کرو اس نے بحلف کہا کہ مجھ کو ان باتوں سے قلیل و کثیر کچھ یاد نہیں۔

آنکھوں والے بلا مرضی حضرت آپکو دیکھ نہ سکتے تھے اور اندھے دیکھ سکتے تھے

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں حضرت کے ساتھ مسجد (مسجد الحرام یا مسجد مدینہ) میں داخل ہوا آدمی اس وقت اندر جاتے اور باہر آرہے تھے۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا ان سے دریافت کرو کہ آیا مجھ کو اس وقت دیکھ رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھنا شروع کیا۔ تم نے ابو جعفرؑ کو کہیں دیکھا ہے جس سے پوچھتا وہ انکار کرتا۔ حال آنکہ حضرت انکے سامنے کھڑے تھے۔ حتیٰ کہ ابو ہارون نابینا وہاں آیا آپ نے اشارہ کیا کہ اس سے دریافت کرو۔ میں نے اس سے پوچھا۔ تم نے ابو جعفرؑ کو کہیں دیکھا ہے۔ بولا یہ سامنے تو کھڑے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا تم کو کیونکر معلوم ہوا۔ کہا وہ نور ساطع ہیں بینا اور نابینا کو یکساں نظر آتے ہیں صلوات اللہ علیہ وعلیٰ آبائہ الطاہرین وابنائہ المطہرین۔

بقیہ کلام میمنت انجام آنجنابؑ از ہر قسم

پارۂ از پند و نصائح بالغہ کہ بمحبان و شیعیان خود فرمودند

شیطان و نفس امارہ کے دھوکے میں نہ آو

کشف الغمہ میں ہے کہ کچھ لوگ بنی ہاشم وغیرہم سے پیش گاہ میں جمع تھے۔ فرمایا۔ اے شیعیان آلِ محمدؐ خوف و اتقاء خدا کو برپار کھو اور گروہ درمیانہ بنو یرجع الیکم الغالی و یلحق بکم التالی۔ کہ غالی تمہاری طرف واپس آئے اور تالی تم سے جا ملے۔ عرض کی غالی کون ہے فرمایا جو ہمارے حق میں ؎

باتیں کہے جن کو ہم اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ پس اس نے غلو کیا اور حد سے گزر گیا۔ کہا تالی کے معنی بھی ارشاد ہوں۔ فرمایا وہ جو کہ اپنے لئے بھلائی طلب کرے ہم بھی اسکے لئے بہی خواہ ہوں۔ قسم خدا کی کہ ہمارے اور خدا کے درمیان کوئی قرابت نہیں نہ اس جلّ شانہ پر ہماری کوئی حجت ہے فقط طاعت و بندگی کر کے اس سے تقرب حاصل کرتے ہیں۔ پس تم سے جو کوئی مطیع خدا اور اسکی اطاعت کا عامل ہو گا اس کو ہم اہل بیتؑ کی محبت نفع بخشے گی اور جو کوئی اس کی معصیت کرے گا اس سے کچھ فائدہ نہ اٹھائے گا۔ پس تین مرتبہ فرمایا ویحکم لا تغترّوا وائے ہو تمہارے اوپر شیطان و نفس امّارہ کے فریب میں نہ آؤ۔

مومنین کے درمیان باہمی یگانگت کی حد

ایک دن اصحاب انجاب سے فرمایا آیا ہو سکتا ہے کہ تم سے ایک اپنے صاحب کی آستین میں ہاتھ ڈالے اور جو درہم و دینار اس میں پائے نکال لے۔ کہا نہیں۔ فرمایا تو تم باہم برادران مومن نہیں جیسا کہ خیال کرتے ہو بروایتے حجاج بن ارطاۃ سے فرمایا کہ تم میں ایک دوسرے کی غمخواری و مواسات کی کیا صورت ہے۔ کہا اچھی ہے فرمایا کوئی اپنے برادر مومن کے کیسے میں ہاتھ ڈالکر بقدر حاجت اس سے نکال سکتا ہے۔ عرض کی ایسا تو نہیں۔ فرمایا لو فعلتم لما احتجتم۔ ایسا کرتے تو البتہ کسی بات کے محتاج نہوتے۔

ناپائداری دُنیا

جابر جعفی سے فرمایا اے جابر دُنیا کیا چیز ہے اور کیا ہو سکتی ہے وہ مثل ایک سواری کے ہے جس پر تو سوار ہوا یا ایک کپڑا ہے جسے پہنا۔ یا ایک عورت ہے جس سے ہم بستری کی۔ اے جابر مومن بقائے دُنیا پر مطمئن نہیں ہوتا اور قدوم آخرت کو دل سے نہیں بھلاتا۔ انکے کان فتنہ کو سن کر ذکرِ خدا کی سماعت سے بہرے نہیں ہوتے اور ان کی آنکھیں زیب و زینت دُنیا کو

دیکھ کر نورِ خدا کے دیکھنے سے نابینا نہیں بنتیں۔ پس وہ ابرار لوگوں کے ثواب پر پہنچتے ہیں۔ بتحقیق کہ متقی لوگ اہلِ دُنیا سے مؤنت میں کمتر ہیں اور معونت میں زیادہ۔ بھول جائے تو یاد دلاتے ہیں۔ یاد رکھیئے تو اعانت کرتے ہیں۔ حق خدا کے قائل ہیں اور اسپر قائم۔ قطع کیا انھوں نے اپنی محبت کو اپنے رب کی محبت سے اور نظر کی اللہ اور اس کی محبت کی طرف چشم دل سے۔ اور متوحش رہتے ہیں دُنیا سے بوجہ طاعت خدا کے۔ اور رجان گئے ہیں کہ وہ نظر کردہ خدا ہیں اپنے حال میں۔ پس تو دُنیا کو ایک فرودگاہ جان جس میں منزل گزیں ہوا پھر وہاں سے کوچ کر گیا۔ یا کوئی کمال کہ خواب میں حاصل کیا۔ آنکھ کھلی تو کچھ بھی نتھا۔ حکم خدا کی تعمیل بجالا جس کی تعمیل اس سبحانہ نے تجھ سے چاہی ہے۔ صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں کہ قول امامؑ فانزل الدنیا بمنزلٍ نزلت بہ وار تحلت عنہ مثل قول رسول خدا کے ہے انما مثلی ومثل الدنیا کراکبٍ قال تحت شجرۃٍ ساعۃً ثم فارقھا ومضیٰ۔ میری اور دُنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کسی مسافر نے ایک درخت کے سائے میں لیٹ کر قیلولہ کیا۔ پھر اُٹھا اور چلا گیا۔ منبع دونوں کلاموں کا ایک ہے۔ اور یہ پسر اسی والد کا ولد ہے۔ جس سے یہ کلام ظاہر ہوا۔

نیز حضرتؑ نے فرمایا کہ اعمال میں دشوار وشدید عمل تین ہیں۔ برادران مومن کے ساتھ مال میں مواسات وغمخواری کرنا۔ اور اپنے نفس سے اوروں کا انصاف دینا اور یادِ خدا کو ہر حال میں قائم رکھنا۔

نیز۔ آپ کا ارشاد ہے۔ جو کوئی صورت خوب وزیبا رکھتا ہو۔ اور حسب اس کا عیب دار نہو اور متواضع ومنکسر المزاج ہو تو بروز قیامت خالصان وخاصان خدا سے شمار ہوگا۔

نصائح وپند لفرزند ارجمند

حضرت جعفر صادقؑ سے فرمایا اے فرزند اللہ تعالیٰ

نے تین اشیاء کو تین چیزوں میں مخفی کیا ہے۔ اپنی رضامندی کو اپنی اطاعت میں پنہاں کیا۔ پس کسی طاعتِ خدا کو حقیر نجانو۔ کیا معلوم کہ اس کی رضامندی اسی طاعت میں ہو اور اپنے غیظ و غضب کو معصیت میں پوشیدہ فرمایا۔ پس کسی عصیان کو حقیر نگنو شاید کہ اس کی ناراضگی اس میں ہو۔ اور اپنے دوستوں کو دیگر خلائق میں مِلے جُلے رکھا۔ پس کسی مخلوق خدا کی اہانت نکرو شائد کہ وہی دوست خدا ہو۔

صلاح دُنیا دو باتوں میں ہے

ابو عثمان جاحظ نے کہا امام محمد باقرؑ نے دُنیا کے تمام کاروبار کی صلاح کو دو قسموں میں جمع کر دیا جہاں کہ فرمایا صلاح شان المعاش والتعاشر ملاء مکیال ثلثان فطنتہ و ثلث تغافل۔ کہ امر معاش اور باہمی میل جول کی اصلاح بقدر پُری ایک پیمانہ کے ہے جس میں دو ثلث فطنت و دانائی ہے اور ایک ثلث غفلت و چشم پوشی۔ واقعی تحصیل معاش و تمدّن میں جیسے فہم و فراست و فطنت و ذکاوت درکار ہے۔ اسی طرح بعض مواقع پر دیدہ و دانستہ غافل بن کر چشم پوشی کرنی پڑتی ہے ورنہ حسب دلخواہ کام نہیں چلتا۔

نیز اپنے پسر کو پند و نصیحت کے مقام پر فرمایا جس وقت اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی نعمت بخشے تو الحمد للہ کہہ۔ کسی امر سے ایذا اُٹھائے اور محزون ہو تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہکر اس کو دفع کر۔ رزق کی بہم رسی میں توقف ہو تو استغفر اللہ۔ کہکر اس کو طلب فرما۔

نیز آپ کا ارشاد ہے:۔

اعرف المحبۃ فی قلب اخیک بما لہٗ فی قلبک

کہ آدمی اپنے دوست برادر مومن کی دلی محبت کو اس طرح پہچان سکتا ہے کہ دیکھے اس کی محبت میرے دل میں کتنی ہے۔

فرمایا آنحضرت نے:۔

سلاحُ اللّئام قبیح الکلام۔ کہ نالائقوں کا ہتھیار انکی بد کلامی ہجو اور دل سے کرتے ہیں

نیز فرمایا:۔

الغنی والفقر یبقولے والعزّ یجولان فی قلب المومن فاذا وصلوا الی مکان فیہ التوکل استوطناہ — توانگری اور فقیری۔ بقول نے توانگری و عزّت دونوں مومن کے دل میں چکّر لگاتے رہتے ہیں جبکہ اس جگہ پہنچتے ہیں جہاں کہ توکل ہے ٹھہر جاتے ہیں اور اس کو اپنا وطن بنا لیتے ہیں۔

دیگر۔ الصّواعق نصیب المومن وغیرہ ولا تصیب ذاکرا اللّٰہ عزّوجلّ — بجلی مومن و غیر مومن سب پر گرتی ہے نہیں پھٹتی تو اس شخص پر جو یاد خدا میں مصروف ہو۔

دیگر۔ ما من عبادۃ افضل من عفۃ بطن و فرج۔ — کوئی عبادت نہیں کہ فرج کی اور شکم کی طہارت اور پاکدامنی سے اس کی فضیلت زیادہ ہو۔

دیگر۔ بئس الاخ یرعاک غنیًا ویقطعک فقیرًا۔ — بُرا ہے تیرا وہ دوست یا بھائی کہ غنا و توانگری میں تیری رعایت رکھے اور فقیری میں تجھ سے جُدا ہو جائے۔

دیگر۔ توقی الصّرعۃ خیر من سؤال الرّجعۃ۔ — پچھاڑے جانے سے اپنے تئیں بچانا۔ دوبارہ کُشتی کی درخواست کرنے سے بہتر ہے۔ یعنی کسی بلا کے نزول سے پیشتر اپنی حفاظت کرنا اس سے بہتر ہے کہ بعد کو اس کے تدارک کی فکر کی جائے۔

کسی نے دریافت کیا کہ آدمیوں میں کسکی قدر عظیم و بزرگ ہے۔

قال من لا یری الدّنیا لنفسہ قدرًا۔ — فرمایا جو اپنے نزدیک اپنے نفس کے لئے دُنیا کی کچھ قدر نہ جانے۔

اسی مدعا میں فرمایا:۔

كان لي اخ في عيني عظيم وكان الذي عظمه في عيني صغر الدنيا في عينيه -	میرا ایک برادر مومن میری نظر میں بزرگ و برتر تھا اور جس امر نے اس کو میرے نزدیک برتر کیا تھا وہ یہ تھا کہ دُنیا اس کی نظر میں حقیر و ذلیل تھی۔
دیگر - شيعتنا من اطاع الله -	ہمارا پیرو و شیعہ وہ ہے - جو اطاعتِ خدا بجا لائے -
دیگر - ما دخل قلب احدٍ شئ من الكبر الا نقص من عقله مثل ما دخله من ذالك قلّ ذالك او كثر -	کسی شخص کے دل میں کوئی حصہ کبر و غرور کا داخل نہیں ہوتا - الا یہ کہ اسی قدر اس کی عقل کم ہو جاتی ہے جتنا کہ تکبر داخل ہوا - کمتر ہو یہ تکبر خواہ زیادہ ہو -
دیگر - عالم ينتفع بعلمه افضل من الف عبدٍ -	ایک عالم جس کے علم سے لوگ فائدہ اُٹھائیں ایک ہزار عابد سے بہتر ہے -
دیگر - آپ نے فرمایا - والله لموت عالمٍ احبّ الى ابليس من موت سبعين عابداً -	قسم خدا کی ایک عالم کا مرنا شیطان کے نزدیک ستّر عابدوں کے مرنے سے محبوب تر ہے -
دیگر - اشدّ الاعمال ثلثة ذكر الله على كل حالٍ والانصاف من نفسك ومواساة الاخ في المال -	سخت و دشوار ترین اعمال تین ہیں - خدا کو یاد رکھنا ہر حالت میں - اور اپنے نفس سے اوروں کا انصاف دینا اور برادر مومن کے ساتھ مال میں مواسات و غمخواری کرنا -

دیگر حضرت کا ارشاد ہے

شيعتنا ثلثة اصنافٍ صنف يأكلون الناس بنا و صنف كالزجاج ينهشم صنف	ہمارے شیعہ تین قسم ہیں ایک وہ ہیں کہ لوگوں کو ہماری وجہ سے کھاتے ہیں - یعنی ان سے فائدہ اُٹھاتے ہیں - اور ایک قسم وہ ہیں کہ مثل شیشہ

کالذّهب الاحمر کلّما ادخل النّار ازداد جودۃً۔ کے چکنا چور ہوتے ہیں اور ایک مثل زر خالص کے ہیں کہ جسقدر اسکو آگ میں تپاؤ کھرا نکلتا آتا ہے۔

دیگر۔ ایّاکم والخصومۃ فانّھا تفسد القلب و تورث النّفاق خبردار کسی کے ساتھ خصومت نکرنا۔ کیونکہ وہ دل کو خراب کرتی ہے اور نفاق و دشمنی پیدا کرتی ہے۔

صاحب کشف الغمہ اس مقام پر کہتے ہیں کہ درست و راست کہا آنحضرتؑ نے کیونکہ مراد اس خصومت سے مذہب و عقائد کے بارے میں لڑائی جھگڑا کرنا ہی پس یہ متخاصمین یا تو قوت کلام میں متساوی ہونگے تو ان کے قلوب فاسد ہو جائینگے اور ہمیشہ ایک دوسرے سے سوال و جواب کرتے اور لڑتے جھگڑتے رہیں گے یا ایک دوسرے سے قوت میں کم ہوگا تو وہ ضعیف نفاق (پوشیدہ دشمنی) کا محتاج ہوگا تاکہ قوی پر اپنا ضعف ظاہر ہونے دے۔ پھر کہتے ہیں کہ اگر یہاں ہر طرح کی خصومت و دشمنی مراد لی جائے تب بھی جائز ہے بسبب محتمل ہونے اس کے معنوں کے۔

نیز آپ کا ارشاد ہے

لا تجالسوا اصحاب الخصومات فانھم الذین یخوضون فی اٰیات اللہ۔ اہل خصومت و لڑنے جھگڑنے والوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھو تحقیق کہ وہ آیات خداوندی میں غور و خوض کرتے ہیں یعنی ان میں عیب نکالنے کے درپے ہوتے ہیں

دیگر۔ من اعطی الخلق والرّفق فقد اعطی الخیر والرّاحۃ و حسن حالہ فی دنیاہ و آخرتہ و من حرم الخلق والرفق کان ذالک سبیلا الی کلّ شرٍّ الّا من عصمہ اللہ۔ جس شخص کو خوش خلقی و نرم کلامی عطا کی گئی ہے اس کو نیکی و راحت مل گئی اور دنیا و آخرت میں اس کا حال درست ہوا اور جو اخلاق و رفق سے محروم رہا تو یہ امر اس کے لئے ہر بدی کی طرف راہ نما ہوگا۔ الّا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ بچاوے اور محفوظ رکھے۔

نیز ارشاد کیا:۔ ما اغرورقت عین بمائھا الا حرم اللہ وجہ صاحبھا علی النار فان سئلت علی الخدین لم یرحق وجھہ قتر ولا ذلۃ وما من شئ الا لہ جزاء الا الدمعۃ فان اللہ یکفر بھا بحور الخطایا۔ ولوان باکیا بکی فی امۃ لحرم اللہ تلک الامۃ علی النار۔

کوئی آنکھ آبدیدہ نہیں ہوتی یعنی خوفِ خدا سے پر اشک نہیں ہوتی الا یہ کہ حق تعالیٰ اس کے صاحب پر آتش جہنّم کو حرام کرتا ہے۔ اگر وہ اشک بہ کر رخساروں پر آگئے تو وہ افلاس و ذلّت سے محفوظ ہو گیا۔ ہر ایک شے کا ایک بدلا ہوتا ہے۔ الا اشک بتحقیق اللہ تعالیٰ اس سے دریاہائے معاصی کا کفّارہ کرتا ہے۔ اگر کوئی گریہ کرنے والا گریہ کر کے ایک امّت کی مغفرت کی دُعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس تمام اُمت کو آتشِ دوزخ سے نجات دے گا۔

دیگر۔ ما من عبادۃ افضل من عفۃ بطن او فرج وما من شئ احب الی اللہ عزّ وجلّ من ان یسئل وما یدفع القضاء الا الدعاء وان اسرع الخیر ثوابا البر وان اسرع الشر عقوبۃ البغی وکفی بالمرء عیبا ان یبصر من الناس ما یعمی عنہ نفسہ وان یامر الناس بما لا یستطیع التحول عنہ وان یوذی الجلیس بما لا یعنیہ۔

کوئی عبادت بندے کے لئے شکم و فرج کی پرہیزگاری سے بڑھ کر نہیں۔ اور کوئی شے خدا کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب نہیں کہ اس جل شانہٗ سے سوال کیا جائے اور قضاءِ الٰہی کو کوئی شے دفع نہیں کر سکتی سوائے دُعا کے اور جس عمل خیر کا بہت جلد نیک بدلا ملتا ہے وہ دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنا ہے اور جس میں سب سے پہلے عذاب ہوتا ہے وہ بغاوت ہے اور کافی ہے آدمی میں یہ عیب کہ اوروں کے عیبوں کو دیکھے اور اپنے عیبوں سے نابینا ہو اور لوگوں کو اس امر کے ترک کرنے کا حکم کرے

جس کو خود نہ چھوڑ سکے۔ اور بڑے عیب کی بات ہے کہ ہم نشین کو اس امر میں ایذا دے جس میں خود اس کو کچھ فائدہ نہو۔

وقال لابنه یا بنیّ ایاک والکسل والضجر فانھما مفتاح کل شرّ فانک ان کسلت لم تؤدّ حقا وان ضجرت لم تصبر علی حقّ۔

اور اپنے فرزند ارجمند کو نصیحت کی کہ اے پسر کہ خبردار تو کسالت اور غیظ و غضب کے پاس نجانا بتحقیق کہ یہ دونو عادتیں ہر ایک بدی کی کنجی ہیں کسالت کرے گا تو کوئی حق ادا نکر سکیگا غصّہ میں کسی حقّ الامر پر صبر نکریگا۔

دیگر فرمایا۔ الایمان ثابت فی القلب والیقین خطرات فیمرّ الیقین بالقلب کانّه زبر الحدید ویخرج منه کانّه خرقة بالیة

ایمان دل کے اندر گڑا ہوا ہے اور یقین اِدھر اُدھر گھومتا رہتا ہے جس وقت وہ دل کے پاس سے گزرتا ہے تو گویا وہ پارۂ آہن ہے جب وہاں سے باہر آتا ہے تو مثل خرقہ کہنہ و بوسیدہ کے ہو جاتا ہے۔

اور فرمایا انّ اللہ یلقی فی قلوب شیعتنا الرّعب فاذا قام قائمنا وظھر مھدیّنا کان الرّجل اجری من لیث وامضی من سنانٍ۔

بتحقیق کہ اللہ تعالیٰ ہمارے شیعوں کے دلوں میں رعب ڈالتا ہے جس وقت ہمارا قائم قائم ہوگا اور ہمارا مھدی ظاہر ہوگا تو ان سے ایک ایک کا دل شیر سے زیادہ جری اور سنان سے زیادہ ڈرانیوالا ہوگا۔

نیز ارشاد کیا:۔

ادّب اللہ محمّداً صلعم احسن الادب فقال خذ العفو وأمر بالعرف واعرض

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کو عمدہ ادب سے تادیب کیا چنانچہ فرمایا کہ عفو بخشش کا طریقہ اختیار کر اور نیک کام کا

عن الجاھلین فلمّا وعیٰ قال ما اٰتاکم الرّسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔

امر فرمایا اور جاہلوں سے اعراض و چشم پوشی کر۔ جب آنحضرتؐ نے اس کو گوش دل سُن کر قبول کیا تو حق تعالیٰ نے امّت کو حکم دیا کہ جو بات رسول تمہارے پاس لائے اس کو لے لو یعنی جو تم کو حکم کرے اسکو مانو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔

نیز فرمایا:۔

واعلم انّ السّاعات یذھب عمرك وانّك لا تنال نعمۃً الّا بفراق اخریٰ فایّاك والامل الطویل فکم من مؤمّل املاً لا یبلغہ وجامع مال لا یا کلہ ومانع ما سوف یترکہ ولعلّہ من باطل جمعہ ومن اصابہ حراماً وورثہ احتمل اصرہ وباء بوزرہ ذالك ھو الخسران المبین۔

اور تو جان لے کہ یہ ساعتیں تیری عمر کو تمام کر رہی ہیں۔ اور البتہ تو ایک نعمت حاصل نہیں کرتا الّا دوسری نعمت کے چھوڑنے سے۔ پس خبردار کہ طول امل کے مرض میں مبتلا نہو نا کیونکہ بہت سے ایسے ہیں کہ کسی امر کی امید کرتے ہیں اور اس کو نہیں پہنچتے اور مال کو جمع کرتے ہیں اور اس کو نہیں کھاتے۔ اور ان اشیاء کو روکتے ہیں جس کو چھوڑ جاتے ہیں شائد کہ اسکو ناجائز طریقہ سے جمع کیا اور بحرام حاصل کیا اور وارثوں کو دے گیا اور اس کا بار اپنے ذمّہ لیا اور بوجھ ہیں دیا۔ اور یہ ظاہری خسارہ ہے۔

پارہ از کلام نظمیہ آں جنابؑ

کشف الغمہ میں کتاب محمد ابن احمد علقمی سے نقل کیا ہے کہ ایک مرد نے راہ مکہ میں ایک مرد کو دیکھا کہا تو کون ہے کہا مرد عربی ہوں۔ کہا واضح کہو کہا قرشی ہوں

کہا اس سے بھی واضح تر کہو۔ کہا ہاشمی ہوں۔ اس سے زیادہ وضاحت کا سوال کیا تو کہا علوی ہوں۔ کہا کہاں سے آئے۔ فرمایا اللہ کے پاس سے۔ پوچھا کہاں کا ارادہ ہے کہا خدا کے پاس جانے کا۔ کیا زادِ راہ ہے کہا تقویٰ و پرہیز گاری خدا پھر یہ اشعار پڑھے ؎

فنحن علی الحوض رُوّادہ　　نذود و نسعد روّادہ

ہم حوض کوثر پر اس کے زاد پہنچانیوالے ہیں اسکو بوسہ پہنچا کر اس پر آنیوالوں کی امداد و اعانت کرتے ہیں

فما فاز من فاز الا بنا　　وما خاب من حبّنا زادہ

ہیں جسکو کامیابی ہوئی ہے ہماری وجہ سے ہوئی ہے اور ہماری محبت جسکی توشہ راہ ہے وہ خائب و خاسر نہیں ہوا

فمن سرّنا نال منا السرور　　ومن ساءنا ساء میلادہ

جسنے ہم کو مسرور کیا ہماری وجہ سے سرور دائم پر پہنچا جسنے ہم کو رنج دیا اسکی ولادت صحیح طور سے نہیں ہوئی

ومن کان غاصبنا حقّنا　　فیوم القیامۃ معادہ

جسنے دنیا میں ہمارا حق ہمسے غصب کیا ہماری اور اس کی وعدہ گاہ روز قیامت ہے۔

کلامِ آنجناب در تفسیر آیات قرآنی

پیشتر گزرا کہ جس طرح اور علوم دینیہ و فنون یقینیہ مسلمانوں میں آنحضرت صلوات اللہ علیہ سے رائج ہوئے۔ ویسے ہی علم تفسیر کا بزرگ حصہ شیعہ سنّی نے آنجناب سے اخذ کیا۔ یہاں مشتے نمونہ از خروارے تھوڑا سا اس سے ذکر ہوتا ہے۔

احتجاج وغیرہ میں ہے کہ عمرو بن عبید بصری محمد بن علیؑ باقر کی خدمت میں حاضر ہوا اور مقصود اس کا سوال کرنا اور آپ کا امتحان کرنا تھا۔ عرض کی فدا ہوں حضرت پر آیہ شریفہ اَوَ لَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ

کانتا رتقاً ففتقناھما ۔ کیا نہیں دیکھتے وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے کہ آسمان اور زمینیں رتق تھیں ہم نے ان کو فتق کیا"۔ میں رتق و فتق کے کیا معنی ۔ یہ آسمانوں اور زمینوں کا رتق و فتق کیسا ہے کیا مراد اس سے ہے ۔
حضرت نے فرمایا آسمانوں کا رتق یہ کہ ایک قطرۂ باراں ان سے نہیں گرتا تھا اور زمینوں کا یہ کہ ان سے روئیدگی و نبات نہیں اُگتی تھی ۔ ففتقناھما ۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم نے ان کو فتق کیا ۔ فتق آسمان یہ کہ ان سے پانی برسنے لگا اور زمین کا یہ کہ اس سے روئیدگی اُگنے لگی ۔

بروایتے فرمایا آسمانوں سے قطرہ نہ پڑتا تھا اور زمینوں سے کچھ پیدا نہوتا تھا یہ ان کا رتق تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے توبہ آدم کو قبول کیا تو زمین کو امر کیا اس میں سے نہریں پھوٹ نکلیں ۔ درخت اُگنے لگے ۔ اور میوے پختہ ہونے لگے آسمان پر ابر آئے اور ان سے ترشح ہونے لگا یہ ان کا فتق ہوا ۔ عمرو کو راہِ سخن نملی چلا گیا ۔ دوبارہ پھر آیا اور پوچھا ۔ جعلت فداک حق تعالیٰ فرماتا ہے ۔ ومن یحلل علیہ غضبی فقد ھویٰ ۔ جس پر میرا غصہ اُترا وہ ہلاک ہوا ۔ اس میں غضب خدا کے کیا معنی ہیں ۔ حضرت ابوجعفر علیہ السّلام نے فرمایا ۔ غضب خدا اس کا عتاب ہے ۔ اے عمر جس نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی شے متغیر کر دیتی ہے جیسے آدمی کو غیظ و غضب متغیر کر دیتا ہے تو وہ کافر ہو گیا یعنی اے عمر کوئی صورت پیدا ہو اور جس حال میں کہ ہو وہ اس سے دوسری حالت میں بدل جاوے تو یہ صفت مخلوق کی ہے پس جس نے گمان کیا کہ اللہ تعالےٰ غضب اور رضا کی حالت میں ایک کیفیت سے دوسری میں بدل جاتا ہے تو اس نے اس سُبحانہ کو بصفت مخلوق مُتصف کیا ۔

دیگر ۔ محمد بن مسلم نے حضرت ابوجعفرؑ سے آیہ شریفہ ومن کان فی ھذہٖ

اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ۔ جو اس میں یعنی دُنیا میں نابینا ہے وہ آخرت میں نابینا ہوگا" کی بابت دریافت کیا۔ فرمایا جس کو خلق آسمان و زمین و اختلاف لیل و نہار و دوران فلک با شمس و قمر وغیرہ آیات عجیبہ عالم دیکھ کر یہ راستہ نہ ملے کہ انکے سوا ایک اور امر عظیم ہے جو ان سب سے عظیم تر ہے۔ وہ آخرت میں بھی نابینا ہوگا کیونکہ اس نے ان آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیزوں سے ایک اور ہستی پر استدلال نہیں کیا پس وہ آخرت میں اندھا اور زیادہ گمراہ ہوگا۔

دیگر۔ محمد بن مسلم مذکور نے آیہ شریفہ ونفخت فیہ من روحی کا سوال کیا کہ یہ نفخ روح کس طرح پر ہے۔ فرمایا۔ روح مانند ریح (ہوا) متحرک ہے اور اس کا نام روح ریح ہی سے مشتق ہو کر رکھا گیا ہے۔ اس کا اخراج ریح سے اس لئے ہوا کہ روح و ریح میں باہمی مجانست ہے۔ اور حق تعالیٰ نے اپنی طرف اس کو اس لئے مضاف کیا کہ اس کو بہ نسبت باقی ارواح کے برگزیدہ کیا جیسا کہ ایک گھر اور گھروں سے چنا اور برگزیدہ کیا تو اس کو اپنی جانب مضاف کیا اور کہا بیتی میرا گھر اور ایک رسول کو رسولوں سے منتخب کیا اور کہا خلیلی میرا خلیل وغیرہ وغیرہ حالانکہ روح۔ بیت۔ خلیل سب مخلوق۔ مصنوع خدا و مربوب اسکے ہیں۔

تفسیر اہل الذکر محمد بن مسلم ثقفی و جابر بن عبداللہ جعفی سے نقل ہے کہ آپ سے آیہ شریفہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کہ سوال کرو اہلِ ذکر سے اگر تم نہیں جانتے" کی بابت سوال کیا گیا کہ اہل ذکر کون ہیں۔ فرمایا اہل ذکر ہم ہیں مناقب میں ہے کہ ابوزرعہ رازی نے کہا راست کہا خدا تعالیٰ نے۔ مجھ کو اپنی جان کی قسم ہے کہ حضرت ابوجعفر اکبر علماء ہیں۔ اور شیخ ابوجعفر طوسی نے کہا حق تعالیٰ نے اپنے رسول کا نام ذکر رکھا۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً۔ بتحقیق کہ

نازل کیا اللہ نے تم پر ذکر کو جو رسول ہے۔ پس ذکر رسول خدا ہیں اور اہل الذکر انکے اہل بیت ہیں۔ یہی مروی ہے ابو جعفر محمد باقرؑ اور جعفر صادق و علی رضاؑ سے۔ قولہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ کہ ہم نے نازل کیا تمہارے اوپر ذکر کو اور ہم ہیں اسکے حافظ و نگہبان۔ سلمان صھرشتی نے کہا مراد ذکر سے قرآن شریف ہے۔ تفسیر یوسف قطان و وکیع بن الجراح و اسمٰعیل بن سدی و سفیان ثوری میں ہے کہ حارث ہمدانی نے امیر المومنین علی بن ابیطالب سے اس آیہ کی نسبت دریافت کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا خدا کی قسم ہم اہل الذکر ہیں ہم اہل علم اور معدن تاویل و واقف تنزیل قرآن ہیں۔

دیگر۔ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ محمد باقرؑ نے قول حق سبحانہ اولئک یجزون الغرفۃ بما صبروا کی تفسیر میں فرمایا کہ غرفہ سے مراد یہاں جنت ہے۔ اور صبروا۔ یعنی صبر کیا انہوں نے اوپر فقر اور درویشی کے دار دنیا میں علیٰ ہذا قول حق تعالیٰ وجزٰھم بما صبروا جنۃ و حریرا میں بھی۔ مراد صبر ہے اوپر فقر و فاقہ اور اس کے تکالیف کے۔

دیگر۔ مناقب میں حدیث نافع بن ارزق سے نقل ہوا ہے کہ جناب باقرؑ سے بہت سے مسائل دریافت کئے گئے۔ منجملہ ان کے دریافت کرنا چاہا قول خدا تعالیٰ۔ واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمان الٰھۃ یعبدون سے (ترجمہ) اور سوال کر تو ان لوگوں سے جو رسول ہیں ہمارے تجھ سے پہلے کے۔ آیا مقرر کیا ہے ہم نے انکے لئے کوئی معبود سوائے اللہ جل شانہ کے جس کی وہ عبادت کریں۔ پس سوال کیا کہ محمد مصطفےؐ کن رسولوں سے پوچھ سکتے ہیں حالانکہ سب سے پچھلے رسول عیسیٰ ابن مریم اور آنحضرتؐ کے درمیان پانسو برس کا فاصلہ تھا۔ پس حضرت نے آیہ شریفہ سبحان الذی اسرےٰ بعبدہٖ

لیلاً الخ کو تلاوت کیا۔ یعنی پاک ہے وہ خدا جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو ایک رات میں۔ بعد ازاں فرمایا کہ حضرت رسول خدا کا اجتماع دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ شب معراج کو ہوا۔ آپ نے ان کے ساتھ بجماعت نماز پڑھی اور ان سے ہی دریافت کرنے پر مامور ہوئے۔

دیگر۔ نیز مناقب میں ہے کہ قول خدا تعالیٰ وکذٰلک جعلنٰکم امۃً وسطاً لتکونوا شھداء علی النّاس۔ یعنی اسی طرح کیا ہم نے تم کو امّت وسط تاکہ ہو تم شاہد لوگوں پر " کی تفسیر میں فرمایا۔ امّت وسط سے مراد ہم اہل بیت رسالت ہیں اور شہداء خدا ہیں اسکی خلقت پر اور حجتہا خدا ہیں اسکی زمین پر اور حمران بن اعین نے آنحضرت ع سے نقل کیا کہ فرمایا آیہ شریفہ جعلنٰکم امّۃً وسطاً میں وسط سے مراد امّۃ عدل ہے۔ اور شہداء علی النّاس سے سوائے اماموں اور رسولوں کے کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جائز نہیں کہ حق تعالیٰ عام امّت سے لوگوں پر شہادت لے حالانکہ اس میں وہ امّت بھی شامل ہے جس سے دنیا میں ایک پارہ بقل پر شہادت لینی روا نہیں۔

نیز آنحضرت کا ارشاد ہے کہ قول حق سبحانہ تعالیٰ نقلاً عن ابراہیم ع ربّنا انّی اسکنت من ذرّیتی بوادٍ الخ میں بقیہ اس ذرّیت و عترت کے ہم ہیں جناب ابراہیم ع نے ہمارے لئے دعا کی تھی۔

نیز مناقب میں ہے کہ آیہ شریفہ واسبغ علیکم نعمۃً ظاہرۃً وباطنۃً کی تفسیر میں ارشاد ہوا کہ نعمت ظاہرہ سے مراد رسول خدا ہیں معہ اسکے جو کچھ معرفت خدا اور اسکی وحدانیّت سے وہ خدا کی طرف سے لائے۔ اور نعمت باطنہ ہم اہل بیت ع کی ولایت ہے اور ہمارا عقد محبّت و مودّت۔ اور محمد بن مسلم نے حضرت موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے نقل کیا کہ نعمت ظاہرہ سے امام ظاہر اور

باطنہ سے امام غائب مراد ہے۔

دیگر۔ بحار میں ہے کہ کچھ لوگ آنحضرتؑ کے پاس آئے اور علامت امامت کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے انکے اسماء اور انکے آباؤ اجداد کے اسماء سے خبر دی اور فرمایا کہ تم اس لئے یہاں آئے ہو کہ مجھ سے اس آیہ شریفہ کی بابت دریافت کرو۔ شجرۃ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء توتی اکلہا کل حین باذن ربہا۔ کہ وہ ایک درخت ہے کہ اس کی جڑ قائم ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہیں۔ ہر وقت اپنے پروردگار کی اذن و اجازت سے اپنا طعام دیتا رہتا ہے۔ عرض کی راست کہا حضرتؑ نے ہمارا یہی ارادہ تھا۔ فرمایا تو وہ شجرہ اس صفت کا کہ اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہیں ہم ہیں۔ ہم اپنے شیعوں سے جس کو چاہتے ہیں جس قدر چاہتے اپنے علم سے عطا کرتے ہیں۔

دیگر۔ حمران بن اعین سے فرمایا تو نے آیہ معقبات من بین یدیہ و من خلفہ پڑھا ہے۔ کہا ہاں۔ فرمایا تم اہل عرب ہو معقبات سامنے ہوتے ہیں؟ عرض کی پھر کس طرح پڑھیں۔ فرمایا کہو لہ معقبات من خلفہ و رقیب من بین یدیہ یحفظونہ بامر اللہ۔ اسکے لئے پیچھے رہنے والی چیزیں پیچھے ہیں اور رقیب و نگہبان آگے ہیں بحکم خدا اس کی حفاظت کرتی ہیں۔

دیگر۔ تفسیر عیاشی میں آیہ شریفہ و اوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ کی تفسیر میں ہے اور جو آل محمد صلوات اللہ علیہم سے درجہ امامت کو پہنچا۔ اس کو انذار بالقرآن کا حق حاصل ہوا جیسا کہ حضرت رسولخدا اس سے انذار خلائق فرماتے تھے۔ اور اہل تفسیر نے کہا فضل تین طرح پر ہے ایک خدا کا فضل بموجب قول خدا لولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ اگر نہ ہوتا تم پر فضل خدا کا اور رحمت اس کی۔ اور ایک فضل رسول خدا کا۔ قل بفضل اللہ و رحمتہ۔ ابن عباس

نے کہا فضل رسولِ خدا ہیں اور رحمت امیر المومنین۔ اور فضل اوصیاء
آنحضرتؐ اور حضرت محمد باقر علیہ السلام نے آیہ ام یحسدون الناس
علیٰ ما آتاھم اللہ من فضلہ کی تفسیر میں فرمایا کہ لفظ ناس سے جو اس آیہ
میں ہے ہم مقصود ہیں اور ہم پر لوگ حسد کرتے ہیں بوجہ اس فضیلت کے
کہ خدا نے ہم کو عطا کی۔ اور یہ آیہ ہمارے حق میں نازل ہوئی۔

نیز آنحضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مومن کو بدن صحیح ولسان فصیح
وقلب صریح عطا کیا اور ان سے ہر ایک کو اپنی ذات اور اپنے نبی اور اپنے خلیفوں کے
لئے ایک خدمت کی تکلیف دی۔ بدن کو مکلّف کیا کہ اس کے اور ان کے لئے
جسمانی خدمت بجالائے۔ اور لسان کے لئے مقرر کیا کہ اس سبحانہ کی اور ان کی
شہادت دے۔ اور قلب کو کہا کہ اسکے اور انکے ذکر سے طمانیت حاصل کرے
پس جو کوئی زبان سے شہادت دے اور اعضا وجوارح سے خدمت بجالائے
اور جنان وقلب سے اطمینان حاصل کرے۔ ادخلہ اللہ الجنان۔ اللہ
تعالیٰ اس کو داخل جنت کرے گا۔

دعا ہائے آں جناب

آپ کا ارشاد ہے کہ خدا کے نزدیک کوئی شے اس سے محبوب تر نہیں کہ دستِ
حاجت اس کے آگے دراز ہو اور سوال کریں و ان الدعاء یدفع القضاء
قضاء الٰہی کو بجز دُعا کے کوئی شے دفع نہیں کر سکتی۔ یعنی اگر قضائے محتوم ثانی
جس کا کوئی روکنے رد کرنے والا نہیں کسی وقت صورت پذیر ہونے سے باز
رہتی ہے تو بوسیلہ دُعا باز رہتی ہے کہ بالحاح وزاری جناب باری میں مانگی جائے

پس لازم ہے کہ مومن کسی صورت میں دُعا سے غافل و ذاہل نہو۔ آپ کا قول تھا کہ مومن کو چاہیئے کہ دُعا کرنے سے اصلاً ملول و دلتنگ نہو کیونکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک دُعا کی بڑی قدر و قیمت ہے۔

نیز۔ آنحضرت ؑ سے سوال کیا گیا کہ قرآن پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے یا دُعا مانگنے کی۔ فرمایا دُعا کی فضیلت زیادہ ہے۔ پھر اس آیہ شریفہ کی تلاوت کی قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دُعاؤکم یعنی کہدے ان سے اے محمد کہ میرے پروردگار کے نزدیک تمہاری کچھ وقعت نہیں۔ اگر تمہاری دُعا و عبادت نہو۔ مؤلف کہتا ہے کہ دُعا بدرگاہ کبریا کرنے کی قرآن و حدیث میں بہت تاکید ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین۔ یعنی دُعا کرو مجھ سے میں قبول کروں گا۔ ہر آئینہ جو لوگ استکبار کرتے ہیں میری عبادت سے یعنی مجھ سے دُعا مانگنے سے وہ ذلّت و خواری کے ساتھ جہنّم میں داخل ہونگے۔ اس آیہ شریفہ میں دُعا کرنے پر قبولیّت کا وعدہ فرمایا ہے اور دعا کرنے کو عبادت و ترک دُعا کو غرور و نخوت سے تعبیر کیا ہے اور خواری کے ساتھ جہنّم میں داخل کرنے کی وعید اور دھمکی دی گئی ہے اور حضرت امیرالمومنین کا ارشاد ہے کہ ایسا ہو نہیں سکتا کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے دُعا کا دروازہ کھولے اور اس کی قبولیت کا دروازہ بند رکھے۔

نیز۔ آپ نے فرمایا کہ دُعا کرنے والا درگاہِ خدا میں قبولیّت سے محروم نہیں رہتا۔ جناب صادق ؑ نے قبولیّت دُعا کے بارے میں فرمایا کہ جو دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے ضرور کھل جاتا ہے پس جو بندہ الحاح و زاری سے درگاہِ خدا میں دُعا مانگتا ہے البتہ اس کی دعا قبول ہوتی ہے بموجب ان ترغیبات کے لازم ہے کہ مومنین دعا مانگنے میں غفلت روا نرکھیں اور بخشوع و خضوع مشغول

دُعا ہیں۔

یہاں چند ادعیہ مختصرہ جناب ابو جعفر محمد باقرؑ کی کہ معمول بہ آنجناب تھیں اور اُن کی تعلیم فرماتے تھے ذکر ہوتی ہیں

کتاب عدۃ الداعی شیخ ابن فہد حلّی میں ہے کہ محمد بن حمزہ علوی نے آنحضرتؑ سے التماس کی کہ ایسی دُعا مجکو تعلیم کریں جس سے مشکلیں حل ہوں اور مصائب دفع ہوں۔ فرمایا یہ دُعا پڑھا کرو یا من یکفی من کل شئ ولا یکفی منہ شئ واکفنی ما اھمنی۔ امید ہے کہ اس سے مشکلیں حل ہوں اور تکلیفیں دور ہوں۔

دعا، دفع امراض

ابو حمزہ ثمالی نے کہا میرے درد زانو ہو گیا تھا۔ اس سے بہت تکلیف اُٹھاتا رہا۔ آخر آنحضرتؑ کی خدمت میں اس کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ نماز سے فارغ ہو کر یہ دُعا پڑھا کرو۔ یا اجود من اعطی یا خیر من سئل یا ارحم من استرحم ارحم ضعفی وقلۃ حیلتی واعفنی من وجعی۔ ابو حمزہ کہتے ہیں کہ میں نے کچھ عرصہ یہ دُعا پڑھی حق تعالیٰ نے مجھے درد سے نجات دی۔

دیگر۔ ارشاد فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر المؤمنینؑ بیمار ہوئے حضرت رسالت پناہ ان کی عیادت کو تشریف لائے اور یہ دُعا دفع مرض کے لئے آپ کو تلقین فرمائی۔ اللّٰھمّ انی اسئلک تعجیل عافیتک او صبرا علیٰ بلیّتک اوخروجا الیٰ رحمتک۔ حضرت نے اسکو پڑھا اور شفا پائی۔

دعا وقت برآمدن از خانہ

ابو حمزہ کہتے ہیں کہ جناب ابو جعفر محمد باقرؑ ایک مرتبہ دولت خانہ سے باہر آئے تو دیکھا میں نے کہ لبہاء مبارک جنبش کر رہے ہیں۔ عرض کی حضور اس وقت کیا پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا میں ایک دعا پڑھتا ہوں کہ جو کوئی گھر سے نکلنے کے وقت

اس کو پڑھے حق تعالیٰ اس کی تمام حاجتیں دُنیا و آخرت کی بر لاوے۔ ابو حمزہ کہا۔ مجھ کو بھی وہ دعا تعلیم کیجئے۔ فرمایا نعم۔ جس وقت گھر سے نکلے کہہ بسم اللّٰہ و باللّٰہ و حسبی اللّٰہ و توکلت علی اللّٰہ اللّٰھم انی اسئلک خیرا موری کلھا و اعوذبک من خزی الدنیا و عذاب الاٰخرۃ۔

تخم ریزی کے وقت کی دُعا

کشف الغمہ میں نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جب کوئی چاہے کہ زمین میں تخم ڈالے تو اس بیج کی ایک مٹھی بھر لے اور قبلہ رو ہو کر یہ دُعا پڑھے۔ افرأیتم ما تحرثون ءانتم تزرعونہ ام نحن الزارعون پھر کہے لابل اللّٰہ الزارع لا فلاں۔ نہیں۔ بلکہ زراعت کرنے والا اللّٰہ ہے نہ کہ فلاں بن فلاں اس جگہ کسان کا اور اس کے باپ کا نام لے۔ پھر کہے اللّٰھم صل علیٰ محمد و اٰل محمد و اجعلہ مبارکًا وارزقنہ السلامۃ والسرور والعافیۃ و اغبطہ یہ کہکر تخم ریزی شروع کرے۔ پہلے ہاتھ میں کا بیج ڈالے پھر باقی تخم جو اس کے پاس ہے زمین پر گرائے۔

دعا بوقت سواری دابہ

نقل ہے کہ حضرت ابو جعفر ع بوقت سواری حمار یا اسپ وغیرہ یہ دعا پڑھتے تھے الحمد للّٰہ الذی ھدانا للاسلام و علمنا القراٰن و من علینا بمحمد صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ و الحمد للّٰہ الذی سخر لنا ھذا و ما کنا لہ مقرنین و انا الیٰ ربنا لمنقلبون و الحمد للّٰہ رب العالمین۔

مناجات آنحضرت

جناب صادق ع نے فرمایا کہ میرے باپ محمد باقر ع راتوں کو بہنگام گریہ و زاری بجناب باری اس دعا کا تکرار فرماتے تھے۔ امرتنی فلم ائتمر و نھیتنی فلم انزجر فھا انا ذا عبدک

بلین یدیک وإ۹ عتذر۔ تو نے مجھے امر کیا میں اس پر کاربند ہوا اور نہی کی باز نہ آیا۔ اب اس وقت تیرا بندہ اور تیرے آگے ہوں کچھ عذرخواہی نہیں کر سکتا۔ کہتے ہیں کہ بوقت وفات مرض الموت میں یہ کلمات زیادہ تر ورد زبان تھے۔ مراد اس سے تعلیم دیگراں تھی کہ ہنگام ناگزیر اسکا ورد رکھیں۔ خالد بن رتیم نے کہا حضرت کا قول تھا کہ کوئی آنکھ خوف خدا میں پر از اشک نہ ہوگی الا یہ کہ حق تعالیٰ اس کے چہرے پر آتش جہنّم کو حرام کرے گا اور جو آنسو بہکر اس کے دو رخساروں پر آگئے ولا یرحق وجھہ قتر ولا ذلۃ اسکے منہ پر ذلّت کی گرد نہ بیٹھے گی۔ پھر فرمایا کوئی شے نہیں جس کی جزا نہو الاّ دو قطرے آنسوؤں کے کہ خوفِ خدا میں نکلے ہوں حق تعالیٰ ان سے دریائے معاصی کا کفّارہ کرتا ہے۔ اور اگر کوئی گریہ کرنے والا خدا کے سامنے ایک امّت کے لئے گریہ کرے تو حق تعالیٰ اس تمام امّت کو آتش جہنّم سے آزاد کرے گا۔

نیز منقول ہے کہ آپ (احیاناً) کبھی ہنستے تو اسکے کفّارہ کیلئے کہتے۔ اللّٰھمّ لا تمقتنی۔ خداوندا تو مجھ کو دشمن نہ رکھنا۔

کشف الغمہ میں آنحضرتؑ سے منقول ہے کہ ایک بار میرے پدر عالی قدر کی سواری کا خچّر گم ہو گیا تھا۔ فرمایا اگر حق تعالیٰ اس کو میری طرف واپس کردے تو ہر آئینہ میں ایسی محامد سے اس کی حمد کروں گا کہ وہ سُبحانہ راضی ہو جائے۔ تھوڑی دیر نگزری تھی کہ خچّر معہ زین و لگام واپس آگیا۔ آپ اس پر سوار ہوئے اور کپڑے سمیٹ کر درست ہو بیٹھے تو سر مبارک آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا الحمد للہ۔ اور اس سے زیادہ کوئی کلمہ زبان پر نہ لائے۔ پھر فرمایا میں نے کلمہ الحمد للہ میں انواع و اقسام محامد خدائے عزوجل سے کوئی بات باقی نہیں چھوڑی کیونکہ کسی طرح کی حمد نہیں جو کلمۂ حمد میں نہو۔ صاحب

کشف الغمہ کہتے ہیں راست کہا آنحضرت صلعم نے اور وہ اپنے عہد سے بری ہوئے تحقیق کہ الف لام الحمد للہ میں استغراق جنس کا ہے جس سے ظاہر ہے کہ جملہ اقسام حمد کی خدا کے لئے ثابت ہیں اور وہ سُبحانہ اپنی حمد میں منفرد و یکتا ہے کما مرّ سابقاً

ادعیہ و اعمال خواب

کتاب مکارم الاخلاق میں نقل ہے کہ جناب ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کسی کو سوتے میں ڈر لگتا ہو چاہیے کہ قبل خواب سورۂ قل اعوذ برب النّاس۔ قل اعوذ بربّ الفلق و آیۃ الکرسی پڑھے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ جب آدمی دہنی کروٹ پر سونیکے لئے لیٹے تو یہ دُعا پڑھے۔ بسم اللہ انّی اسلمت نفسی الیک ووجھّت وجھی الیک وفوضت امری الیک والجأتُ ظھری الیک لا ملجا ولا منجا منک الّا الیک اٰمنت بکتابک الّذی ونبیّک الّذی ارسلت پس تینتیس ۳۳ مرتبہ کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الّا اللہ واللہ اکبر

سانپ بچھو سے محفوظ رہنے کی دعا

حضرت کا ارشاد ہے کہ جو سونے سے پہلے ان کلمات کو کہے میں ضامن ہوں کہ اس کو صبح تک سانپ بچھو وغیرہ گزندہ جانوروں سے ضرر نہ پہنچے گا۔ اعوذ بکلمات اللہ التّامات الّتی لا یجاوزھنّ برّ ولا فاجر من شرّ ما ذرا ومن شرّ ما برأ ومن شرّ کل دابّۃ ھو اخذ بنا صیتھا۔ انّ ربّی علیٰ صراط مستقیم۔

فائدہ۔ اوقات قبولیت دُعا

فرمایا حضرت باقر علیہ السلام نے کہ طلب کرو اجابت دعا کو بوقت قشعریرۂ بدن جبکہ خوف خدا سے بال جلد پر کھڑے ہوں اور اس وقت جبکہ گریہ گلو گیر ہو۔ اور وقت نزول باران رحمت کے اور جس وقت کہ آفتاب آسمان کے وسط میں ہو یعنی ٹھیک دوپہر میں اور ابتدار زوال

شمس میں بتحقیق کہ وہ ایک ساعت ہے جبکہ دروازے آسمانوں کے کھل جاتے ہیں اس وقت قبول دُعا کی درگاہِ ایزدی سے امید کی جاتی ہے اور فرمایا کہ تضرع وزاری کرنا اور نماز بجالانا خدا کے نزدیک بڑا درجہ رکھتے ہیں جو ہیں کہ بندے کے آنسو رواں ہوتے ہیں وہیں رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے پس غنیمت جانو اس ساعت میں سوال کرنے کو۔ اور طلبگارِ حاجت ہو اور زیادہ نہ جانو اس شے کو جسے تم طلب کرتے ہو کیونکہ خدا کے نزدیک کوئی شے بڑی نہیں۔ نہ اپنی حاجتوں سے کسی حاجت کو حقیر جانو کہ اس سے اس کی طلب سے باز رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکے بندوں سے وہی محبوب تر ہے جو اس سے زیادہ سوال کرنیوالا ہے۔

مرویات آنحضرت صلوات اللہ علیہ

حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر کی اسناد جابر بن عبداللہ۔ ابوسعید خدری عبداللہ بن عباس۔ ابوہریرہ۔ انس بن مالک و امام حسنؑ و امام حسینؑ سے ہے۔ مگر ہمارے نزدیک آپ کا سلسلہ اسناد وہی معروف سلسلہ ہے جس کو عام وخاص نے سلسلۃ الذہب سے تعبیر کیا ہے اور جس کی نسبت کہا گیا ہے لو قرئ ھذا الاسناد علی مجنون لافاق۔ اگر یہ اسناد مجنون کے آگے بھی پڑھی جائیں تو البتہ اس کے مرض میں افاقہ ہو جائے۔ اور آنحضرت کا قول اس بارے میں مشہور ہے فرماتے تھے اذا حدثتکم بالحدیث ولم اسندہ فسندی فیہ ابی عن جدہ عن رسول اللہ عن جبرئیل عن اللہ تعالیٰ۔ کہ اگر میں کوئی حدیث بلاسند بیان کروں تو میری سند میرے باپ سے ہے جنہوں نے بواسطہ اپنے

آبار طاہرین حسین بن علی و علی بن ابی طالب علیہم السلام رسول اللہ سے انہوں نے جبرئیل سے انہوں نے خدائے جلیل سے اس کو روایت کیا ہے۔ بہرکیف اس مقام پر چند احادیث مرویۂ آنحضرتؑ حلیۃ الاولیار سے نقل ہوتی ہیں ازانجملہ آپ نے جابر بن عبداللہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ نے نفاس والی عورت کو حکم دیا کہ نہا کر احرام حج باندھ لو۔ بروایت دیگر یہ حکم آپ نے اسمار بنت عمیس کو دیا تھا۔

دیگر باسناد خود فرمایا کہ رسول اللہؐ اپنے خطبہ میں فرماتے تھے نحمد اللہ عزّ وجلّ ونثنی علیہ بما ھولہ اھل۔ پھر فرماتے جس کو خدا ہدایت کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ سبحانہ گمراہ کرے کوئی راہِ راست نہیں دکھا سکتا۔ بتحقیق کہ راست ترین حدیث کتاب خدا ہے اور بہترین ہدایت ہدیٰ محمد صلے اللہ علیہ و آلہ۔ اور بدترین امور محدثات ہیں کیونکہ ہر محدثہ بدعت و ضلالت ہے اور تمام ضلالت جہنّم میں لیجانے والی اور فرماتے تھے میں اور ساعت مثل ان دو انگلیوں کے ساتھ ساتھ مبعوث ہوئے اور جب ساعت (قیامت کا) ذکر کرتے تو رخسارہ ہائے مبارک سُرخ ہو جاتے اور آواز بلند اور غیظ و غضب شدید ظاہر ہو جاتا اور ایسا معلوم ہوتا کہ گویا کہ وہ ایک لشکر کی طرف سے خوف دلانے والے ہیں جو صبح شام تم پر آنے والا ہے۔

پھر فرماتے جو کوئی اپنے پیچھے مال چھوڑے اس کے اہل و عیال کے لئے ہے اور جو ضیاع یا قرضہ چھوڑ جائے وہ میرے اوپر کیونکہ میں ولی مومناں ہوں۔

دیگر۔ فرمایا کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا جس کو حق تعالیٰ معاصی کی ذلت سے تقویٰ و پرہیزگاری کی عزت کی طرف منتقل کرتا ہے تو بغیر مال کے اس کو غنی کرتا ہے اور بے کُنبے قبیلہ کے عزت و آبرو بخشتا ہے اور بغیر کسی انیس کے

اس کو مانوس کرتا ہے۔ جو خدا سے خوف کرتا ہے۔ حق تعالیٰ ہر شے پر اس کا خوف و رعب ڈالتا ہے اور جو خوف خدا دل سے اُٹھا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو ہر شے سے خائف و ترساں کرتا ہے جو تھوڑی رزق پر خدا سے راضی ہوتا ہے حق تعالیٰ اس کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہوتا ہے۔ اور جو طلب معاش میں شرم و حیا کو اُٹھا دیتا ہے اس کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے اور دل آرام سے اور عیال خوش رہتے ہیں اور جو طلب دُنیا میں زہد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکمت کو اس کے دل میں ثابت کرتا ہے اور زبان کو اس سے گویا کرتا ہے اور دُنیا سے دار القرار کی طرف سلامتی سے نکالتا ہے

دیگر۔ حضرت رسول خداؐ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا حق تعالےٰ نے الواح میں حضرت موسیٰؑ کو جو امور تلقین کئے ایک ان میں سے یہ تھا کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر تا الف کی طرح تیری نگہبانی کروں اور تیری عمر کو بہلا دوں اور تجھ کو دُنیا میں دیر تک زندہ رکھوں عمدہ زندگی کے ساتھ اور آخرت کو تیرے لئے دُنیا سے بہتر کروں۔

ولادت و وفات ابن آدم کا نقشہ

نیز آنحضرت نے روایت کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ابن آدم جس غرض سے اس کو حق تعالیٰ نے پیدا کیا ہے غافل و ذاہل ہے تحقیق کہ وہ معبود کہ اسکے سوا کوئی دوسرا شایانِ عبادت نہیں۔ جب آدمی کے پیدا کرنیکا ارادہ کرتا ہے تو ایک فرشتے کو کہتا ہے کہ اس کی روزی رزق و مدّت عمر کو لکھے اور تحریر کرے کہ وہ شقی ہے یا سعید۔ لکھ کر وہ فرشتہ چلا جاتا ہے اور بجائے خود ایک اور فرشتہ کو بھیجتا ہے جو اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے تا اینکہ سن بلوغ کو پہنچے۔ اس وقت دو فرشتے (کراماً کاتبین) اسکے پاس آتے ہیں جو اس کے حسنات اور سیّئات لکھتے رہتے ہیں۔ اس کی موت آتی ہے تو وہ

فرشتے آسمان کو پرواز کر جاتے ہیں اور ملک الموت حاضر ہوتا ہے تاکہ اسکی روح قبض کرے۔ قبر میں داخل ہوتا ہے تو روح پھر جسم میں داخل کی جاتی ہے۔ بعد ازاں فرشتۂ موت چلا جاتا ہے اور فرشتگان قبر (منکر نکیر) آتے اور سوال جواب کر کے اس کا امتحان لیتے ہیں۔ پھر چلے جاتے ہیں۔ فردا ر قیامت پھر نکیرین نازل ہوں گے اور نامۂ عمل جو زندگی دُنیا میں لکھتے رہے ہیں کھولکر اس کے گلے میں لٹکا دینگے اور اس کے آگے پیچھے سائق و شہید کے نام سے چلیں گے تا اینکہ ہنگامۂ محشر میں اس کو پہنچا دیں۔ پس حق تعالیٰ اس سے خطاب کرے گا کہ ہر آئینہ تیرے اوپر پردہ غفلت پڑا ہوا تھا یہ حالات یاد نتھے۔ اب وہ پردہ تجھ سے اُٹھا دیا گیا ہے فکشفنا عنک غطاءک۔ پھر رسول اللہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے لترکبنّ طبقاً عن طبق ای حال بعد حال۔ تم ایک حال سے دوسرے میں تبدیل ہو گے۔ بعد ازاں رسول اللہ صؐ نے فرمایا۔ انّ قدّامک امراً عظیماً فاستعینوا باللہ العظیم بتحقیق کہ تمہارے آگے ایک امر عظیم ہے۔ پس اللہ بزرگ و برتر ہے اس سے امداد طلب کرو۔

کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی فضیلت

نیز آنحضرتؑ نے بسند خود فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ جبرئیل نے جانب ربّ جلیل سے مجھ سے فرمایا کہ ارشاد کیا خدائے بزرگ و برتر نے کہ میں ہوں اللہ کوئی معبود میرے سوا نہیں پس عبادت کرو میری اس طرح پر کہ شہادت لا الٰہ الا اللہ کو باخلاص زبان پر جاری کرو۔ بتحقیق جو یہ کلمہ باخلاص کہے وہ میرے حصن حصین میں داخل ہوا اور جو میرے حصن میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے امن میں ہوا صاحب

حلیۃ الاولیاء، حافظ ابونعیم اصفہانی بعد نقل روایت کہتے ہیں کہ یہ حدیث بروایت ائمہ طاہرینؑ مشہور ہے کہ انہوں نے اپنے آبا طیبین سے اس کو نقل کیا ہے۔ ہمارے بعض بزرگان محدثین جب اس کو بایں اسناد روایت کرتے تو کہتے کہ یہ وہ سند ہے کہ اگر مجنون کے سامنے پڑھی جائے تو البتہ افاقہ پائے۔ صاحب کشف الغمہ نقل حدیث کے بعد کہتے ہیں کہ یہ روایت امام رضاؑ سے آنحضرتؑ کے آباء طاہرینؑ سے اور سند سے بھی مروی ہے جس کو ہم اس موقعہ پر پہنچکر بیان کرینگے۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ جناب امام رضاؑ کے اثناء سفر مرو خراسان میں کہ حسب الطلب مامون ۲۰۰ھ میں اس طرف تشریف فرما ہوئے۔ جس شان و شکوہ سے اس کو روایت کیا اس کا قدرے بیان کتاب لمعۃ الضیا تاریخ امام رضاؑ مؤلفہ خاکسار میں گزرا کہ حافظ ابوزرعہ رازی امام المحدثین و محمد بن اسلم طوسی نے معہ بے شمار محدثوں کے شہر کے چوک میں حاضر ہو کر بکمال الحاح و ابرام آپ سے التماس روایت حدیث کیا۔ اس وقت آپ نے اس حدیث کو نقل کیا اس موقعہ پر چوبیس ۲۴ ہزار قلمدان سوائے دواتوں کے اسکے لکھنے کے لئے حاضر کئے گئے تھے۔ کشف الغمہ میں ہے کہ صاحب حلیۃ الاولیاء نے کہا کہ راوی کہتا ہے کہ احمد بن رزین نے کہا میں نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ اخلاص کے معنی ارشاد ہوں۔ فرمایا کہ مراد اخلاص سے طاعتِ خدا ہے۔

نقش نگین آنجناب

ابو عبداللہ جعفر صادقؑ کا قول ہے کہ ہمارے باپ کا نقش کلمہ طیبہ "العزۃ للہ جمیعاً" تھا اور حفص بن غیاث نے کہا کہ نقش خاتم محمد بن علی وکان خیر محمدیٍ رأیتہ (اور وہ حضرت اہل بیت رسالت سے بہتر تھے جس کو میں نے دیکھا ہے) "العزۃ للہ جمیعاً"

تھا۔ اور امام رضاؑ سے نقل ہوا ہے کہ ہمارے جدّ مظلوم امام حسینؑ کا نقش نگیں "ان اللہ بالغ امرہ" تھا۔ اور علی بن الحسینؑ اپنے باپ کی انگوٹھی پہنتے تھے اور محمد بن علی الباقرؑ اپنے باپ کی انگشتری زیب انگشت فرماتے تھے۔

نیز جناب رضا علیہ السلام نے بواسطہ اپنے آبار طاہرینؑ کے روایت کی ہے کہ نقش خاتم محمد بن علی بن الحسینؑ یہ کلمات شریفہ تھے۔ ظنّی باللہ حسن وبالنبیّ المؤتمن وبالوصی ذی المنن وبالحسین والحسنؑ (میرا گمان خدا کی جانب نیک ہے اور اسکے نبی صاحب امانت کے اور وصی صاحب منتوں اور احسانوں کے۔ اور حضرات امام حسنؑ حسینؑ کے) کہتے ہیں کہ نقش ان کلمات متبرکہ کا نگین انگشتری میں موجب خلاصی از عقوبات دنیا و آخرت ہے صاحب انگشتری کے لئے۔

اور کتاب جنات الخلود میں لکھا ہے کہ انگشتری حضرت باقرؑ کی عقیق کی تھی اور نقش اس کا امَلی باللہ (میری امید خدا سے ہے) تھا۔ وبقولے العزۃ للہ۔ عزّۃ خدا کے لئے ہے۔ وبقولے ان اللہ بالغ امرہ۔ بیشک اللہ اپنے کام پورا کرنے والا ہے۔ لکھا ہے کہ نقش ان کلمات کا باعث توسعہ رزق و فراوانی معیشت ہے۔

نیز آنحضرتؑ کا قول تھا من کان نقش خاتمہ آیۃ من کتاب اللہ غفر اللہ جس کی انگوٹھی کا نقش کوئی آیۂ کلام مجید ہو۔ خدا تعالیٰ اس کے گناہ بخشدیگا۔

نیز آپ نے فرمایا رأیت نقش خاتم القاسم وربّک فکبّر لہ میں نے دیکھا کہ نقش نگیں جناب قاسم (ابن محمد بن ابی بکرؓ پدر زوجۂ آنحضرت) وربّک فکبّر تھا۔

شمائل فرخندہ آنحضرت

مشہور ہے کان اسمر ربع القامۃ تھے وہ حضر گندم گوں متوسط القامت

مناقب میں ہے کان دقیق البشرۃ جعد الشعر لہ خال علی خدہ وخال احمر علی جبینہ کہ تھے وہ جناب باریک پیشانی یعنی پیشانی نورانی زیادہ فراخ و بے مو تھی اور بال آپ کے گھونگریالے تھے۔ ایک خال اسود رخسارہ انور پر وخالات سُرخ جسم اطہر پر تھے ضامر الکشح حسن الصوت مطرق الرأس لاغر تہیگاہ یعنی باریک میاں خوش آواز اکثر سر فروافگندہ وخاموش رہتے تھے وکان علیہ السلام اصدق الناس لھجۃً واحسنھم لھجۃ وابذلھم ھجۃ تھے وہ حضرت کلام میں تمام آدمیوں سے زیادہ صادق وراست گو بشاشت و کشادہ روئی میں نہایت خوشنما۔ ہر ایک کے ساتھ نیکی واحسان بذل کرنیوالے۔

جنات الخلود میں ہے آپ قوی ہیکل گول چہرہ تھے۔ ریش مقدس سیاہ ابرو پیوستہ فراخ چشم کشیدہ وصافی داغ روئے مبارک اس قدر تروتازہ رہتے کہ گویا روغن کی مالش کی ہے۔ دندانِ مبارک درشت ومضبوط ہنستے تو مثل درخوشاب نمایاں ہوتے۔ یا دانہ تگرک آبدار معلوم ہوتے۔ ضحک آپ کا کبھی حد قہقہہ تک نہ پہنچتا۔ تاہم اسکے بعد کہتے اللھم لا تمقتنی خداوندا تو مجھ کو دشمن نرکھنا۔ اکثر اوقات خوفِ خدا سے روتے اور صدائے گریہ بلند فرماتے۔ آپ منکسر ومتواضع ترین خلائق تھے۔ ہر ایک جلیل آپ کے روبرو حقیر وذلیل دکھائی دیتا۔ سب کا علم آپ کے علم کے سامنے قطرہ بیش دریا معلوم ہوتا۔ اپنے جد امجد امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب کی طرح ہمیشہ چشمہائے علم و حکمت پہلوہائے مبارک سے جوش زن رہتے تھے فصلوات اللہ علیہ وعلی آبائہ الطیبین وابنائہ الطاہرین۔

وفات آں برگزیدہ کائنات

اب اس خیر و برکت مجسّم کے دُنیا سے رخصت ہونے اور جہانِ فانی کو وداع کر کے عالمِ جاودانی کی طرف تشریف لیجانے کا بیان ہوتا ہے واضح رہے کہ وفات جناب باقرؑ بنا بر مشہور ماہ ذی الحجہ ۱۱۴ھ میں ہے۔ مگر بعض نے ربیع الاوّل میں اوروں نے ربیع الثانی میں بیان کی ہے اور شیخ شہید و دیگر علماء کے نزدیک روز وفات دوشنبہ ہفتم ذی الحجہ ہے۔ نیز مشہور ہے کہ سن شریف بوقت وفات ستاون ۵۷ سال کا تھا مثل سنّ پدر بزرگوار و جدّ عالی مقدار آنحضرتؑ کے تین سال قبل معرکہ کربلا کے پیدا ہوئے ۳۵ سال اپنے والد والا قدر کے ساتھ رہے۔ اُنیس ۱۹ سال اس کے بعد زمانہ امامت خالصہ آنحضرت کا ہے۔ کما مرّ سابقاً۔

نور الابصار میں کتاب درر الاصداف سے نقل کیا ہے کہ مات مسموماً کابیہ۔ کہ آنحضرتؑ کو انکے باپ صلوات اللہ علیہما کی طرح زہر دیا گیا۔

شیخ صدوق محمد ابن بابویہ علیہ الرّحمہ نے لکھا ہے کہ آپ ابراہیم بن الولید کے زہر سے شہید ہوئے۔ بعض نے ہشام کا نام لیا ہے۔ راقم کے نزدیک دونوں قول درست ہیں۔ ابراہیم نے بامر و اشارے ہشام زہر دیا وہی باعث شہادت ہوا۔ صاحب جنات الخلود لکھتے ہیں کہ طعام میں زہر دیا گیا جس سے بیمار ہو گئے اور بیماری آپ کی شدید ہوئی حتیّٰ کہ چند روز بعد رحلت کی۔ بیشتر گزرا کہ ہشام نے شام سے ایک زین بنوا کر بھیجا تھا اُس کی کاٹھی کی لکڑی میں زہر اس طرح پیوست کیا تھا کہ آپ سوار ہوں تو وہ زہر بدن اقدس میں سرایت کرے اور

ہلاکت کا باعث ہو۔ ممکن ہے کہ اسی کی تکمیل کے لئے پھر کھانے میں بھی زہر دیا گیا ہو۔

علم ہنگام ناگزیر

ابو عبداللہ جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ آپ نے کہا میرے باپ ایک بار سخت بیمار ہوئے بحدیکہ جان کے لالے پڑ گئے۔ گھر کے لوگ سرہانے بیٹھے رو رہے تھے کہ یکایک آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا میں اس بیماری سے نہ مروں گا۔ بتحقیق کہ دو شخصوں نے آکر مجھ سے بیان کیا کہ اس مرض میں تیری موت نہیں۔ پس شفایاب ہو گئے اور عرصۂ دراز تک صحیح و سالم زندہ رہے۔ ایک بار جبکہ ظاہرا کوئی بیماری شدید نہ دکھائی دیتی تھی۔ فرمانے لگے اے فرزند جن دو شخصوں نے مجھ سے اُس بیماری میں خبر دی تھی اب وہ پھر آئے اور کہا تم فلاں روز مر جاؤ گے۔ پس جس روز کی خبر دی تھی اسی دن وفات پائی۔

مضمون خواب

کشی علیہ الرحمہ نے زرارہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ابو جعفرؑ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہوں۔ لوگ ہر طرف سے اس پر چڑھتے ہیں۔ جب بہت ہو گئے تو پہاڑ آسمان کی طرف بلند ہونے لگا اور آدمی ہر طرف سے گرتے تھے یہاں تک کہ چند آدمی باقی رہ گئے۔ پانچ بار ایسا ہوا کہ لوگ گرتے اور پھر اس پر چڑھنے کا قصد کرتے اور گر کر تھوڑے سے رہ جاتے اور قیس بن عبداللہ بن عجلان اس عصابۂ قلیلہ میں تھا۔ اس واقعہ کی تعبیر گویا وہ حضرت اپنی رحلت سے کرتے تھے۔ چنانچہ اس کے بعد صرف پانچ روز زندہ رہ کر رہ گرائے عالم باقی ہوئے۔

دیگر۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ ایک شخص مدینہ سے چند میل کے فاصلے

رہتا تھا۔ ایک روز اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ جاؤ ابو جعفر محمد باقر ع کے جنازے کی نماز پڑھو تحقیق کہ ملائکہ جنت البقیع میں ان کو غسل دے رہے ہیں۔ وہ شخص مدینہ آیا تو دیکھا کہ واقعی حضرت وفات پا چکے ہیں اور لوگ ان کو غسل دینے میں مصروف ہیں۔

وصایائے آنحضرت ع

جناب صادق ع فرماتے ہیں کہ روز وفات میں اپنے والد کی خدمت بابرکت حاضر تھا غسل و کفن کی اور دفن کے لئے قبر میں اُترنے کی وصیت فرما رہے تھے عرض کی فدا ہوں حضرت پر جب سے طبع اقدس ناساز ہے میں نے آج سے بہتر کبھی حالت نہیں پائی۔ ظاہر اکوئی نشانِ مرض نظر نہیں آتا۔ پھر کس لئے یہ کلمات ارشاد فرماتے ہیں۔ فرمایا اے پسر تم نے نہیں سُنا کہ میرے باپ نے پسِ دیوار سے مجھ کو آواز دی۔ یا محمدؐ تعال عجل۔ اے محمد آؤ اور جلد آؤ۔ اب میں البتہ سفرِ آخرت پر جانے والا ہوں۔ بروایتے فرمایا اہل مدینہ سے کچھ لوگوں کو بلاؤ میں نے بُلایا۔ حاضر ہوئے تو فرمایا اے جعفر میں عالم بقا کو رحلت کروں تو مجھے غسل دینا۔ اور تین پارچوں میں کفن کرنا جن میں ایک چادر حبرہ[1] جس میں آپ نماز جمعہ بجا لاتے تھے اور ایک قمیص جس کو پہنتے اور ایک اور کپڑا اور عمامہ سر سے لپیٹنا وہ کفن میں محسوب نہیں صرف بدن سے لپیٹنے کی چیز ہے اور زمین کو میرے لئے شق کرنا بجائے کھودنے کے۔ کیونکہ تن اوری میرے واسطے زمین مدینہ میں لحد (بغلی قبر) اچھی نہیں اور چار انگشت (کشادہ) قبر کو زمین سے بلند کرنا اور پانی اسکے اوپر چھڑکنا۔ حضرت صادق ع فرماتے ہیں کہ وصیت ختم ہوئی اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے تو میں نے

---

[1] حبرہ مثل عتبہ بردیمانی ۱۲

عرض کی اے پدر حضور فرما دیتے ہیں بجان و دل اس کی تعمیل کو حاضر تھا۔ اس میں لوگوں کو بلانے اور گواہ کرنے کی کون ضرورت تھی۔ فرمایا میں نے اس لئے ان کو گواہ کیا کہ سب جان لیں کہ تم میرے وصی ہو اور امر امامت میں تمہارے ساتھ کوئی نزاع نہ کرنے پائے۔

دندانِ شکستہ کی حفاظت

کلینی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ ایک دانت امام باقرؑ کا جدا ہو گیا تھا اس کو ہاتھ پر رکھ کر کہا الحمد للہ۔ پھر اپنے فرزند ارجمند جناب صادق کو دیکر فرمایا اے جعفر مجھ کو دفن کرو تو یہ دانت میری ہمراہ دفن کرنا۔ کچھ عرصہ بعد دوسرا دانت گر گیا تو اس کو بھی کفِ دست پر رکھ کر بدستور کلمہ الحمد للہ کا تکرار فرمایا اور جناب صادق کے حوالے کیا کہ اس کو میرے ساتھ دفن کیجو۔

اخبار از قرب ہنگام موت

آنحضرت صادق کا ارشاد ہے کہ شب وفات خدمت میں اپنے والد والاقدر کے حاضر ہوا تو وہ جناب مصروف مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات تھے مجھے دیکھ کر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ پرے ہو جاؤ میں پیچھے ہٹ گیا۔ فارغ ہوئے تو نزدیک گیا۔ فرمایا اے پسر میں آج دنیا سے رخصت ہوتا ہوں یہ وہی شب ہے جس میں حضرت رسولِ خدا نے رحلت کی تھی۔ نیز آپ نے فرمایا کہ شب وفات آنحضرت نے مجھ سے فرمایا کہ میرے باپ علی بن الحسینؑ میرے پاس آئے اور ایک پیالہ شربت کا دیا کہ اس کو پی لو۔ میں نے پی لیا۔ پس اے پسر آج روز وعدہ ہے میں ضرور فوت ہونگا۔

آبِ وضو کا بدلوانا

قطب راوندی نے خرائج میں روایت کیا ہے کہ جناب صادقؑ نے فرمایا کہ شب وفات جب کہ

شدّتِ مرض میں حال آپ کا دگرگوں تھا میں نے حسب معمول پانی وضو کے لئے حاضر کیا بغیر اس کے کہ اس کی طرف نگاہ کریں۔ دو مرتبہ فرمایا اس کا پانی گرا دو۔ ہم نے خیال کیا کہ بخار کی شدت میں ایسا فرماتے ہیں۔ پانی کو گرایا تو معلوم ہوا کہ چوہا اس میں گر کر مر گیا تھا اور آپ کو بنور امامت یہ امر دریافت ہو گیا تھا مشہور ہے کہ آپ کو پیرہن میں جس میں نماز پڑھتے تھے۔ حسبُ وصیتِ آنحضرت کفن دیا گیا حال آنکہ پارچہ دوختہ خصوصًا آستین دار میں کفن میّت مکروہ ہے سو ممکن ہے کہ حضرات ائمہ اس حکم سے مستثنےٰ ہوں یا علی الخصوص وہ جامۂ دوختہ جس میں نماز پڑھی جاتی رہی ہو عمومًا روا ہو۔

قبر مقدّس بالاتفاق مدینۂ منوّرہ میں ہے[ل] - قبرستان جنّت البقیع میں اپنے پدر والا قدر زین العابدین و جدّ نامور حسن مجتبیٰ سبط اکبر خیر المرسلین کے پہلو میں دفن ہوئے۔ صلوات اللہ علیہ۔

ل مدینہ میں قبر ہے اور محل انتقال بھی مدینہ منورہ حجرہ مقدسہ آنحضرت کا ہی مگر وفیات الاعیان میں جو بذیل حالات آنحضرت لکھا ہے وتوفّی بالحمیمة ونقل الی المدینة و دفن بالبقیع کہ حمیمہ میں وفات پائی اور لاش مدینہ میں لا کر جنّت البقیع میں دفن کیا۔ قطعًا خلاف روایت و درایت ہے اور اس مورّخ سُنّیہ کے آنحضرت کے حالات سے نابلد ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ کیونکہ حمیمہ بضم اوّل و فتح ثانی خود اسکے بیان کی موافق ایک قریہ ہے قریات شام سے نواح دمشق میں کہ علی بن عبد اللہ عباس کی ملک سے اور قبل خلافت عباسیوں کا ملجا و مسکن تھا۔ چنانچہ ابو العباس سفّاح جب کوفہ گیا اور وہاں اسکے ساتھ بیعت ہوئی تو وہ اس وقت اسی حمیمہ سے وہاں گیا تھا۔ نیز ابن خلکان نے لکھا ہے کہ علی مذکور کو عبد الملک بن مروان نے اس حمیمہ کی طرف جلا وطن کیا۔ اسکے دو پوتے ابو العباس و

(باقی حاشیہ دیکھو صفحہ ۱۹۳ پر)

جلاء العیون میں ہے کہ حضرت محمد باقر علیہ السلام نے دار البقا کو رحلت کی تو جناب صادق ع نے فرمایا کہ اس مکان میں جہاں قبض روح مبارک ہوا تھا ہر شب کو چراغ روشن کرتے تھے۔

اخراجات پس از مرگ زرارہ کہتے ہیں کہ ابو جعفر محمد باقر نے آٹھ سو درم کی وصیت کی کہ آپ کے تعزیہ و ماتم میں خرچ کیے جائیں اور اس کو وہ حضرت سنت رسول اللہ جانتے تھے۔ کیونکہ حضرت رسول خدا نے فرمایا تھا اتخذوا لآل جعفر طعاماً فقد شغلوا۔ کہ آل جعفر کے لئے (بوقت شہادت جعفر طیار رض) کھانا تیار کرو کیونکہ وہ مشغول ندبہ و ماتم ہیں۔ یعنی اہل بیت کو اس وقت میں اسکے مرنے ہی کا غم ہو اور کسی خرچ کی فکر نہ ہو۔

زنان نائحات کافی وغیرہ میں منقول ہے کہ حضرت نے فرمایا اے جعفر ہمارے لئے کچھ زنان نوحہ کنندہ مقرر کرو کہ موسم حج میں بمقام منیٰ حاضر ہو کر سات سال تک میرے ماتم کو تازہ اور میری مظلومیت پر گریہ و بکا کریں۔ اس امر سے کہ مظلومیت پر گریہ و ماتم کریں خاص کرنا سے مقام میں یہی مراد ہے کہ ظالموں کا ظلم جنہوں نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۲) منصور پسران محمد بن علی وہاں پیدا ہوئے تھے بہر کیف حضرت محمد باقر جیسا کہ معلوم ہے ہنگام مرض الموت میں یقیناً مدینہ میں تشریف رکھتے تھے ان کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ اپنا وطن اور جوار جد امجد رسول اللہ چھوڑ کر دیار شام میں جاتے اور ہشام کے جبر سے اسکے طلبیدہ جو گئے تھے۔ تو زندہ و سلامت وطن واپس آنے کی تصریح روایات میں موجود ہے جن میں حمیمہ جانے کا کہیں مذکور نہیں ۱۲ منہ عفی عنہ

جبر و تعدّی سے شہید کیا عالم پر ظاہر ہو۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون۔

ثواب زیارت

امام رضا علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ہر ایک امام کا ایک عہد ہے انکے دوستوں اور شیعوں کی گردنوں پر تمامی اس عہد کی یہ ہے کہ انکے حقوق ادا کئے جائیں اور خوبی ادا کی یہ ہے کہ ان کی وفات پر ان کی قبور کی زیارت بجالائیں۔

پس جو کوئی بطوع و رغبت ان کی قبروں کی زیارت کرے اور تصدیق کرے انکے حقوق کی جن میں انھوں نے رغبت دلائی ہے تو صاحب قبر روزِ قیامت اس کے شفاعت خواہ ہونگے

(مرثیہ جناب باقرؑ) مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ زید ابن علی نے آپ کے عزا میں یہ مرثیہ کہا ؎

باقر العلم فی ملحد   امام الوریٰ طیب المولد
فمن لی سویٰ جعفر بعدہ   امام الوریٰ الاحد الامجد
ابا جعفر الخیر انت الامام   وانت المرجّی لبلویٰ غد

شگافندۂ علم (امام باقرؑ) نے لحد میں آرام لیا۔ جو پیشوائے خلائق ہیں اور طاہر و پاکیزہ ولادت میرے لئے انکے بعد سوائے امام جعفر کے کون ہے جو کہ دُنیا کے امام و یکتا و بزرگ و برتر ہیں۔ اے ابو جعفر نکوئی کے تم امام و پیشوا ہو اور فردا ر قیامت کی مصائب و نوائب میں تم ہی امید گاہ مخلوقات ہو۔

ازواج

بنا بر مشہور دو نکاحی بی بیاں سوائے کنیزان خاصّہ کے۔ اوّل ام فروہ بنت

قاسم بن محمد بن ابی بکر بحار میں ہے کہ آپ نے جناب قاسم سے انکی دختر ام فروہ کی اپنے لئے خواستگاری کی، قاسم نے کہا اے فرزند یہ کام تمہارے باپ زین العابدین کا ہے۔ ان سے کہو۔ پس با امر امام زین العابدین ام فروہ کے ساتھ آپ کا نکاح ہو گیا چنانچہ جناب صادق اور عبداللہ انکے شکم سے پیدا ہوئے اور کشف الغمہ میں جو حافظ عبدالعزیز جنابذی کا قول نقل ہوا ہے کہ ام فروہ بنت قاسم ام عبداللہ بنت الحسن بن علی بن ابی طالب کی والدہ تھیں سراسر غلط ہے۔ کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ ام فروہ زوجۂ امام حسنؑ ہوں یہ ہر طرح سے باطل ہے۔

دوم ازواج آنجناب سے ام حکیم بنت اسید بن المغیرۃ الثقفیہ ہیں کہ مادر ابراہیم و عبیداللہ تھیں اور ایک کنیز ام ولد لیلی نام جسکے بطن سے علی و زینب پیدا ہوئے تھے مگر کافی میں ام علی ایک اور منکوحہ بتائی گئی ہے جو طریقۂ خوارج رکھتی تھی۔

لہ بحار میں نقلاً عن الکافی ابو البجارود سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا میں حضرت ابو جعفر کی خدمت میں داخل ہوا تو اپنے نیچے کے فرش پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ فرمایا جس کو ہاتھوں سے ٹٹولتا ہے اونی قالین ہے۔ عرض کی آپ کو اس فرش سے کیا نسبت فرمایا یہ میری زوجہ ام علی کے سامان سے ہے۔ سال آئندہ جو پھر حاضر ہوا تو پھر ہاتھ پھیرتا تھا حضرت نے فرمایا گویا تو دیکھتا ہے کہ تیرے تلے کیا بچھا ہے۔ عرض کی نہیں۔ اندھا ویسے ہی ہر چیز پر ہاتھ پھیرا کرتا ہے۔ فرمایا وہ قالین میری زوجہ ام علی کا مال تھا کہ خارجی مذہب رکھتی تھی۔ میں نے ایک رات شام سے صبح تک اس کو سمجھایا کہ اپنے عقیدۂ فاسدہ سے تائب ہو کر دوستداران و شیعیان امیر المومنین علی بن ابی طالب سے ہو جائے مگر وہ نمانی۔ لاجرم مینے طلاق دیا ۱۲ منہ عفی عنہ

پر تھی۔ آپ نے اس کو ہر چند فہمائش کی کہ یہ روش ناپسندیدہ ترک کر کے محبان امیر المومنین عؑ میں شامل ہو جائے۔ وہ بدبخت اپنے عقیدے سے نہ پھری لاجرم اس کو طلاق دیا۔

نیز کافی میں عبد الاعلیٰ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے ام فروہ کو طواف کعبہ میں ایک ایسی چادر اوڑھے دیکھا جس میں کوئی ان کو پہچان نہ سکے۔ انہوں نے دست چپ سے استلام حجر اسود کیا۔ ایک شخص نے انکو ٹوکا جو خود بھی طواف کر رہا تھا۔ اور کہا اے امۃ اللہ (کنیز خدا) تم نے ادائے سنت میں خطا کی یعنی استلام حجر دہنے ہاتھ سے چاہیے تھا بائیں سے کیا۔ انہوں نے کہا نحن الاغنیاء من علمك۔ کہ ہم کو تیرے علم کی حاجت نہیں۔

اور کشف الغمہ میں ہے کہ حکم بن عینیہ نے کہا۔ ہمارا ایک عورت کے پاس سے گزر ہوا جس نے بحالت احرام منہ پر کپڑا ڈال رکھا تھا۔ میں نے کہا یہ پارچہ چہرہ پر سے اٹھاؤ۔ بولیں میں نے اپنے شوہر محمد بن علیؑ کے فتوے کی موافق ایسا کیا ہے۔

اولاد اولاد موافق مشہور کل سات ہیں۔ پانچ پسر و دو دختر۔ اول و افضل ان سے جعفر صادق الامام ہیں۔ وکان یکنی بہ۔ یعنی اسی اسم گرامی سے کنیت ابو جعفر مقرر کی تھی۔ ان کا حال خیر آل بہ بسط و تفصیل یہ احقر ایک جلد کامل باسم کشف الحقائق میں اس سے پہلے لکھ چکا ہے۔ دوم عبد اللہ معروف بہ افطح[1]۔ یہ دونوں ایک ماں ام فروہ

[1] لفظ افطح کی تحقیق اور یہ بات کہ اولاد جناب صادقؑ سے ایک شخص عبداللہ معروف

(باقی حاشیہ دیکھو صفحہ ۱۹۷ پر)

بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر کے بطن سے۔ سویم ابراہیم۔ چہارم عبید اللہ
از شکم ام حلیم بنت اسید بن مغیرہ ثقفیہ۔ انہوں نے زمانہ طفلی میں رحلت
کی۔ پنجم و ششم علی و زینب ایک کنیز ام ولد سے اور ام سلمہ دختر ثانیہ
ایک اور ام ولد کے شکم سے۔ اور کہا گیا ہے کہ دختر صرف ایک ہی تھی۔
زینب نام۔ انہی کی کنیت امّ سلمہ تھی۔ بنا بریں عدد اولاد چھ ہونگے نہ
سات۔ نیز ممکن ہے کہ امّ علی خارجیّہ کو غلطی سے یا تحقیر سے امّ ولد کنیز
کہا گیا ہو۔ واللہ یعلم۔

ان میں سوائے جعفر صادق ع کسی سے اولاد نہیں ہے یعنی نسل آپ کی
صرف جناب صادق سے جاری ہوئی۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ ارشاد میں
کہتے ہیں کہ اولاد حضرت سے سوائے امام جعفر صادق کسی کے لیئے امامت
کا دعویٰ نہیں کیا گیا۔ عبداللہ برادر آنجناب معروف بفضل و صلاح تھے۔ مروی
ہے کہ ایک بار عبداللہ مذکور بنی امیّہ سے ایک مرد کے پاس گئے تھے۔ اس
نے ارادہ انکے قتل کا کیا۔ انہوں نے کہا لا تقتلنی اکن للہ علیک
عینًا واترکنی اکن لک علی اللہ عونًا۔ میرے قتل سے باز رہ میں خدا
کی طرف سے تیرا نگہبان ہونگا اور زندہ رہنے دے کہ خدا کے سامنے تیرا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۶) افطح تھے جنہوں نے ناحق ناروا دعویٰ امامت بمقابلہ موسیٰ
کاظم کیا۔ حتیٰ کہ فرقہ افطحیّہ ان سے باقی رہا۔ بیشتر کتاب کشف الحقائق میں مذکور ہوئے
یہاں اولاد محمد باقر میں یہ دوسرے عبداللہ افطح ہیں ممکن ہے کہ دونوں افطح (چھدری
ٹانگوں والے) ہوں۔ یا راویوں کو عبداللہ کے نام سے وہم ہوا۔ عبداللہ پسر باقر ع پہ
عبداللہ جعفری ع کا اطلاق کر گئے ۱۲ منہ عفی عنہ

معین و مددگار ہونگا۔ مدعا یہ کہ میں خدا کے آگے تیرا شفاعت خواہ ہونگا وہ سُبحانہ میری شفاعت قبول کرے گا۔ اموی نے کہا لست ھناک تیرا یہ رُتبہ نہیں اور کچھ عرصہ تک ان کے قتل سے باز رہا۔ پھر شربت میں زہر ملوا کر ان کو شہید کیا۔

بعضے از اعزّہ و اقارب آنجناب

قریب ترین اقربا، بعد اولاد برادران آنحضرتؑ اعنی پسران امام زین العابدینؑ ہیں جن کا حال بیشتر جلاء العینین میں بحیثیت اولاد آنجناب گزرا یہاں بحیثیت برادران امام محمد باقرؑ مگر بتفاوت یسیر مذکور ہوتے ہیں واضح رہے کہ یہ حضرات سب کے سب صاحب فخر و فضیلت گزرے ہیں سوائے ایک رُتبۂ خلافت و امامت کے کہ موہوب من اللہ والرّسول مخصوص جناب باقرؑ تھا۔ کوئی دوسرا اس میں آپ کا سہیم و شریک نہ ہوسکتا تھا۔ دیگر بہت سے فضائل دین و دُنیا میں ممتاز تھے۔ از انجملہ

عبداللہ بن علیؑ بن الحسینؑ متولّی صدقات رسول اللہ و صدقات امیرالمؤمنین فقیہ فاضل صاحب حسن و جمال معروف بہ عبدالناہر تھے۔ کما مرّ فی تاریخ علی بن الحسینؑ۔ بواسطہ اپنے آبا، طاہرین اخبار و احادیث رسول ربّ العالمین امیرالمؤمنین سے روایت کرتے تھے چنانچہ ابراہیم بن محمد بن داود بن عبداللہ جعفری نے باسناد خود نقل کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ بخیل اور بڑا بخیل وہ شخص ہے جسکے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ درود و صلوات سے مجھے یاد نہ کرے۔

نیز عبداللہ بن سمعان نے کہا کہ میں نے جناب عبداللہ بن علی بن الحسینؑ

سے ملاقات کی۔ انہوں نے اپنے باپ علی ابن الحسینؑ اور انہوں نے اپنے پدر عالی قدر حسین بن علیؑ سے روایت کی کہ امیر المؤمنین علی بن ابیطالب سارق کا پہلی چوری میں دہنا ہاتھ قطع کرتے تھے اور دوسری میں بایاں پاؤں تیسری بار چوری کرتا تو اس کو حبس دوام کی سزا دیتے تھے۔

عمر بن علی بن الحسینؑ

معروف بہ عمر اشرف جلیل القدر فاضل تھے عرصہ تک متولی صدقات خاتم المرسلین و صدقات امیر المؤمنین رہے حسین بن زیاد نے کہا میں نے اپنے عمو عمر بن علیؑ بن الحسینؑ کو دیکھا کہ باغہا رصدقات امیر المؤمنینؑ کی بہار فروخت کرتے تو مشتری سے شرط کر لیتے کہ خرموں کے پکنے پر دیوار ہائے باغ میں جابجا موریاں کھولدے تاکہ لوگ ان کی راہ سے باغ میں داخل ہوں اور حسب دلخواہ خرمے تناول کریں وہ کسی کو منع نکرے۔

قول مؤلف۔ سبحان اللہ کیا طریقے خیرات کے اس دودمان عالی میں جاری تھے۔ یہ رسم فیض رسانی کی ابتدا سے چلی آتی ہو گی۔ اور یقیناً فرائض تولیت میں داخل ہو گی۔ لاجرم خریدار بھی ان دست بردوں اور بے تعداد لیغماؤں کا اندازہ لگا کر ایک معقول حصہ قیمت بہار کا کم کر لیتے یعنی بلحاظ اس عام خیرات کی شرط کے بہت جزوی قیمت اثمار کی ادا کرتے ہونگے مگر ان کو اس کی کیا پرواہ تھی یہاں تو بہار کی فروخت بھی شاید اس لحاظ سے ہوتی ہو کہ اصل درختان کی حفاظت رہے ایسا نہو کہ مفت خورے درخت تک نہ اکھاڑ لیجائیں نہیں تو گھروں کے قیمتی و ضروری سامان راہِ خدا میں لٹا دینے والے باغ کے اثمار کی کب پروا کرنے والے تھے۔

پہلے کشف الحقائق میں جناب صادقؑ کے باغ عین الزیاد کی کیفیت گزری

کہ اس کی بہار کی قیمت پانچہزار دینار کی رقم ہوتی تھی مگر مذکورہ عام فیاضی کی وجہ سے کُل چار سو دینار حضرتؑ کے پلّے پڑتا تھا۔ دیوار باغ میں جابجا شگاف دیگر دروازے کھولنے کا وہاں بھی مذکور ہے۔ مگر طریقہ خُرما کھلانے کا بطور مہذّبانہ ضیافت کے وہاں مزید ذکر ہوا ہے کہ سو سو آدمی بلوائے جاتے اور دس دس علیحدہ علیحدہ بٹھائے جاتے اور فی کس ایک ایک مُد (بحساب ہندوستان تین پاؤ) خُرما خوانوں میں ڈالکر آگے رکھے جاتے۔ بعد کو حسب ضرورت اور دیا جاتا۔ یہ دور جاری رہتا جبتک کہ تمام اشخاص اس گرد نواح کے نہ کھالیتے۔ جو نہ آسکتے ان کا حصّہ گھر پر بھیجا جاتا۔ بعدازاں مکان پر آکر سلسلۂ تقسیم جاری رہتا حتّیٰ کہ تمام اخراجات داددہش کے بعد بقدر چار سو دینار مالک کے لئے بچتا۔ اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمد و آلِ محمد ظاہراً ہندوستان میں خاصکر ہمارے اُن اطراف میں جو آنبوں کے باغوں میں دعوت کی رسم چلی آتی ہے یہ اسی عام فیاضی کا بقیۃ اللہ ہے ورنہ ہندوؤں میں اس سیر چشمی کا نشان نہیں ملتا۔

زید شہید رضی اللہ عنہ ایک بھائی آپ کے جناب زید بن علی ابن الحسین ہیں۔ انکے قتل ہونیکی کیفیت کہ ہشام بن عبدالملک کے عہد سلطنت میں اسکے حکم سے یوسف بن عمر ثقفی والی کوفہ نے شہید کیا۔ چونکہ واقعہ جناب صادقؑ کی عہد امامت کا تھا۔ کشف الحقائق میں مذکور ہوا۔ اور پیدائش وغیرہ کے ابتدائی حالات و دیگر فضائل و کمالات حضرت علی بن الحسین کی تاریخ جلاء العینین میں ذکر ہوئے۔ بقیہ مناقب اس حیثیت سے کہ جناب باقرؑ کے بھائی ہیں یہاں درج ہوتے ہیں۔

کشف الغمہ میں خالد مولی ابن زبیر سے نقل ہے کہ ہم حضرت علیؑ ابن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت نے اپنے ایک بچے زید نام کو اپنے پاس طلب کیا۔ وہ آتے ہوئے مُنہ کے بھل گرا اور پیشانی میں چوٹ کھائی۔ امام زین العابدین اس کے چہرے سے خون پونچھتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اعیذك باللہ ان تكون زيد المصلوب بالكناسة۔ پناہ ڈھونڈتا ہوں میں تیرے لئے خدا سے کہ تو وہ زید ہو جسکو کناسہ کوفہ میں دار پر کھینچیں گے۔ من نظر الی عورته متعمداً اصلی اللہ وجهه النار۔ جو عمداً اس کی شرمگاہ کی طرف نگاہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو بروز قیامت آتش جہنم میں جھلسے گا۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ زید بن علی۔ ابو جعفر محمد باقرؑ کے بعد اپنے باقی بھائیوں میں منتخب و افضل تھے ان سب سے زیادہ عابد۔ زاہد۔ پرہیزگار۔ فقیہ۔ سخی و شجاع تھے تلوار ہاتھ میں لیکر جہاد کو اُٹھ کھڑے ہوئے تا کہ شرائط امر بالمعروف و نہی عن المنکر بجالائیں اور اپنے جد امجد حسین مظلومؑ کے خونِ ناحق کا بدلہ لیں۔

متوکل بن ہارون راہ خراسان میں یحییٰ بن زیدؓ سے۔ جبکہ بعد شہادت زید وہ اس طرف کو جا رہے تھے ملا۔ اور ان سے جناب زید کی بابت بہت سے سوالات کئے۔ اس روایت کا ذکر ابتدائی پہلے کشف الحقائق میں گزرا بقیہ یہاں وارد کرتے ہیں۔ یحییٰ نے متوکل کے جواب میں کہا اے بندۂ خدا میں اپنے پدر زید کی زہد و عبادت کا تھوڑا سا حال تجھ سے بیان کرتا ہوں۔ وہ رات دن میں خدا معلوم کس قدر نمازیں پڑھتے تھے۔ رات کو تھوڑی دیر آرام کرتے پھر اُٹھ کھڑے ہو جاتے اور نمازیں پڑھتے اور حق تعالیٰ سے دُعا کرتے اور اس قدر گریہ و زاری کرتے کہ مسلسل اشک دیدۂ حق بیں سے رواں رہتے

طلوعِ صبحِ اوّل پر سجدہ میں جاتے اس سے اُٹھ کر نافلہ و فریضہ صبح بجالاتے تا اینکہ صبح روشن ہو جاتی تو تعقیبات کے لئے بیٹھتے۔ حتّٰی کہ دن چڑھ جاتا۔ پس اپنی ضروریات کے لئے اُٹھتے۔ تا اینکہ قریب زوال پھر مصلّے پر آجاتے اور نماز کے وقت تک تسبیح و تمجید الٰہی میں مشغول رہتے۔ بعد ازاں کھڑے ہو کر نماز پیشیں اسکے شرائط و آداب کے ساتھ بجالاتے بعد ازاں نماز دیگر پڑھ کر اسکے تعقیبات ادا کرتے اور سجدۂ شکر میں جُھک جاتے۔ غروب آفتاب پر نماز مغربین ادا فرماتے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی کیا زید صائم الدہر تھے۔ یحییٰ نے کہا نہیں سال میں تین ماہ۔ ہر مہینے میں تین روزے۔ کہا معالم دین میں آپ فتویٰ دیتے تھے! کہا مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کبھی انہوں نے فتویٰ دیا ہو۔ پھر صحیفہ کاملہ مجموعہ دعا ہار علی بن الحسین نکال کر دکھایا کہ ان دعاؤں کا ورد رکھتے تھے۔

مدح زید از زبانِ جنابِ باقرؑ

بحار میں جابر جعفی سے نقل کیا ہے کہ میں جناب ابو جعفرؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ معروف بن خربوزکی وہاں آئے۔ حضرت نے فرمایا۔ اے معروف کوئی عمدہ شعر یاد ہو تو پڑھو۔ انہوں نے پڑھا ؎

لعمرك ما انّ ابو مالك | بوانٍ ولا بضعيفٍ قواہُ
ولا بالدّ الدی قوله | یعادی الحکیم اذا ما نہاہُ
ولکنّه سیّدٌ بارعٌ | کریم الطبّاع حلو نثاہُ
اذا سُدتہ سُدت مطواعۃٍ | ومھما وکلت الیه کفاہُ

قسم تیری جان کی۔ ابو مالک نوحہ و زاری نہیں کرتا ایک سُست و ضعیف القویٰ آدمی کے لئے نہ اسکے لئے جو اپنی بات پر ضد و ہٹ کرے اور اس حکیم و دانا کا

جو اس سے باز رکھنا چاہے دشمن ہو جائے لیکن وہ سیّد و سردار عقیل وکریم الطبع جس کا پیٹ پیچھا شیریں و عمدہ ہو۔ تو اس کا بیشتر رو ہو تو ایک تابعدار اطاعت گزار کا بیشتر رو ہو گا۔ جو کام اسکے سپرد کرے وہ اس کا کفایت کرنیوالا ہو گا۔

معروف نے یہ اشعار ختم کیئے تو ابو جعفرؑ نے دستِ مبارک اپنا شانہ زید پر رکھا اور فرمایا هٰذه صفتك یا ابا الحسین۔ اے ابو الحسین (کنیت زید) یہ سب تمہارے اوصاف ہیں۔

گریہ جناب باقرؑ از ذکر شہادت زید شہید رضؔ

محمد بن مسلم کی روایت ہے کہ میں نے زید بن علی کے پاس جاکر کہا کہ کچھ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ تم صاحب الامر (یعنی امام وقت) ہو۔ کہا نہیں میں فقط عترت طاہرہ سے ایک مرد ہوں۔ عرض کی والی امر امامت اور کون کون ہونگے۔ کہا سات وصی اور ہونے والے ہیں جن میں ایک مہدی اس اُمّت کے ہونگے۔ ابنِ مسلم کہتے ہیں اس کے بعد مجھ کو حضرت محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا تو یہ ماجرا آپ کے روبرو بیان کیا۔ آپ نے دو مرتبہ فرمایا صدق اخی صدق اخی۔ میرے بھائی نے راست کہا۔ ہمارے بعد سات اشخاص اور متکفل امر امامت ہوں گے جن میں ایک مہدیؑ ہے۔ یہ کہہ کر حضرت گریاں ہوئے اور فرمایا اے پسر مسلم گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کو کناسہ کوفہ میں دار پر کھینچا ہے تحقیق کہ مجھ کو میرے باپ نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی سے خبر دی کہ رسول اللہ نے انکے شانے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے حسین تمہاری پُشت سے ایک مرد پیدا ہو گا جسے بظلم و ستم قتل کریں گے۔ روز قیامت معہ اپنے اصحاب کے بہشت

داخل جنّت ہوگا۔

دیگر - کشف الغمہ میں جابر جعفی سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں نے ابو جعفر محمد باقرؑ سے سُنا کہ فرماتے تھے۔ لا یخرج احدٌ علیٰ ھشام الاقتلہ کوئی ہشام پر خروج نکریگا مگر یہ کہ مارا جائیگا۔ میں نے یہ مقولہ حضرتؑ کا زید سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا میں نے ہشام کو دیکھا کہ اس کے سامنے حضرت رسول خداؐ کی مذمت ہوتی رہی۔ اس نے نہ زبان سے انکار کیا نہ اسکے چہرے پر ذرا بل آیا۔ قسم خدا کی اگر میرے ساتھ ایک شخص بھی دوسرا ہوگا تو میں ضرور اس پر چڑھائی کرونگا۔

ایک اور سبب خروج زید کا

قتیبی نے عیون الاخبار میں نقل کیا ہے کہ ہشام بن الملک نے زید سے کہا ما فعل اخوک البقرہ (باقر کو بگاڑ کر بقرہ کہا جس کے معنی گائے کے ہیں) کا کیا حال ہے۔ زید نے کہا رسول اللہؐ نے ان کا نام بشہادت جابر انصاری باقر علوم رکھا ہے تو بقرہ کہتا ہے تو اس وقت تو ٹھیک رسول اللہؐ کا مخالف و مدّمقابل ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ بھی ایک سبب زید کے خروج کا تھا منجملہ دیگر اسباب کے۔

روایت نازلی

مناقب میں ہے کہ سعید بن جبیر نے محمد بن خالد سے پوچھا کہ اہل عراق کے دلوں میں زید بن علی کی کس قدر محبّت ہوگی۔ اس نے کہا میں عراقیوں کا نہیں ایک شخص نازلی نام کا تجھ سے حال بیان کرتا ہوں۔ اس نے مدینہ میں مجھ سے نقل کیا کہ میں مکہ مدینہ کے سفر میں ایک بار زید کے ساتھ تھا۔ وہ نماز ہائے فریضہ ادا کرتے اور دو فرضوں کے درمیان نفل نمازیں پڑھتے۔ رات کو بھی مشغول تسبیح و عبادت

رہتے اور اس آیہ شریفہ کا تکرار کرتے وجاءت[1] سکرة الموت بالحقّ ذٰلک ما کنت منہ تحید۔ ایک رات ہمارے ساتھ نماز پڑھی اور قریب آدھی رات گئے تک آیہ مذکورہ کی تلاوت کرتے رہے۔ میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آسمان کی طرف منہ اٹھائے کہتے ہیں۔ خداوندا دنیا کی آگ میں جلنا عذاب آخرت سے آسان تر ہے۔ پس صدائے گریہ گلوگیر ہوئی۔ میں اٹھ کر نزدیک گیا کہ یا ابن رسول اللہ آج رات بھر آپ بیچین رہے۔ کیا باعث ہے۔ فرمایا ویحک ای نازلی۔ میں نے آج رات کو جبکہ سجدے میں تھا۔ دیکھا کچھ لوگ میرے سامنے ایسے لباس میں آئے کہ آنکھوں نے ویسا نہ دیکھا تھا اور مجھ کو گھیر لیا۔ اس میں سے انکے کبیر و بزرگ نے کہا یہ وہی ہے اوروں نے کہا ہاں وہی۔ اس نے کہا بشارت ہو تجھ کو اے زید تو مقتول ہو گا پھر دار پر کھینچا جائے گا پس آگ میں جلایا جائیگا اسکے بعد آگ کبھی تجھ کو مس نہیں کریگی میں بیتابانہ اس خواب سے بیدار ہوا۔ قسم خدا کی اے نازلی۔ میری خواہش ہے کہ بار بار آگ میں جلایا جاؤں مگر اس امّت کا کام اصلاح پذیر ہو۔

دیگر۔ مناقب میں محمد بن بکیر سے روایت ہے کہ وہ زید رضؓ کی خدمت میں جبکہ وہ عراق جانیکا تہیّہ کر رہے تھے حاضر ہوا۔ صالح بن مبشر بھی اس وقت آپ کے پاس حاضر تھا اس نے ان سے بہت سے سوالات کیئے اور ان کے جواب سنے۔ آخر میں زید نے کہا یا ابن بکیر اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ کو برگزیدہ کیا اور ہم کو ان کی ذرّیت بنایا۔ ہم نہوتے تو دنیا و آخرت پیدا نہوتے۔ اے پسر بکیر ہم سے خدا کی شناخت ہوتی ہے اور ہماری وجہ سے

---

[1] آ گئی بیہوشی موت کی فی الحقیقت اور یہ وہ ہے کہ جس سے تو بھاگ نہیں سکتا تھا ۱۲

اس کی پرستش کی جاتی ہے - ہم ہی سنت خدا کے راستے ہیں - ہم ہی سے مصطفیٰ ہوئے ہم ہی سے مرتضیٰ - ہمارے ہی درمیان سے مہدی قائم اس امت کا ہوگا محمد نے کہا یا ابن رسول اللہ تم کو رسول اللہ سے پہنچا ہے کہ قائم آل محمد کا ظہور کس وقت ہوگا - کہا اے پسر بکیر تو ان کو ادراک نہیں کر سکتا - ابھی اور چھ نفر کفیل امر امامت و خلافت ہونے والے ہیں اسکے بعد ہمارے قائم کا ظہور ہوگا اور عالم کو عدل و قسط سے پُر کریگا درانحالیکہ وہ جور و ظلم سے بھر گیا ہوگا کہا کیا تم والی امر امامت نہیں ہو - کہا میں عترت رسول سے ہوں - ابن بکیر نے کہا جو کچھ تم کہتے ہو اپنی طرف سے کہتے ہو یا رسول اللہ سے تمہیں خبر ملی ہے زید نے کہا لو اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر - مجھ کو علم غیب حاصل ہوتا تو بہت کچھ نیکیاں بجالاتا - مگر یہ عہد ہے کہ رسول اللہ نے ہمارے ساتھ کیا ہے

پس ازاں زید نے یہ اشعار پڑھے

نحن سادات قریش و قوام الحق فینا ... نحن انوار اللتی من قبل کون الخلق کنا

نحن منا المصطفی المختار و المھدی منا ... فبنا قد عرف اللہ الخلق و بالحق اقمنا

سوف یصلاہ سعیر من تولی الیوم عنا

ہم سرداران قریش ہیں اور حق کا قیام ہمارے درمیان ہے - ہم وہ نور پیدا کردہ خدا ہیں کہ خلق عالم سے پہلے خلق ہو چکے تھے - محمد کہ برگزیدہ خدا صاحب اختیار خلق ہیں ہم سے ہیں اور مہدی ہادی خلائق ہم سے ہونگے - حق تعالیٰ کی شناخت ہماری بدولت حاصل ہوتی ہے اور دین حق ہم سے قائم ہوا - جو آج کے دن ہم سے روگرداں ہوا آخر کار آخرت میں آتش جہنم میں جلے گا -

---

لہ مثل اسکے کہ ابن بکیر نے کہا کوئی حدیث جو آپ نے اپنے پدر بزرگوار سے سُنی ہو ارشاد فرمائیے

(باقی حاشیہ دیکھو صفحہ ۲۰۷ پر)

اطلاع جنابِ صادقؑ بر شہادتِ زید شہیدؓ

بحار میں امالی سے نقل کیا ہے کہ فضیل نے کہا کہ میں بروز خروج جناب زیدؓ کی خدمت میں حاضر تھا فرمایا آج جو کوئی تم سے سفلہ ہائے شام کی لڑائی میں ہماری اعانت کریگا میں بروز قیامت اس کا ہاتھ پکڑ کر باذنِ خدا داخلِ جنّت کروں گا راوی کہتا ہے کہ ان کی شہادت کے بعد میں نے ایک شتر کرایہ کیا اور مدینہ کو روانہ ہوا۔ وہاں پہنچا تو خدمت بابرکت امام جعفر صادقؑ میں داخل ہوا آپ نے بلا اس کے کہ میں کچھ عرض کروں فرمایا ہمارے عمو کا کیا حال ہے اس وقت گریہ میرے گلے میں بند ہوا۔ عرض کی وہ قتل ہوئے۔ فرمایا کیا واللہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۶) فرمایا ہاں انہوں نے بواسطہ اپنے پدر بزرگوار و جد نامدار کے رسول اللہؐ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا جس کو حق تعالیٰ کوئی نعمت عطا کرے الحمد للہ کہے رزق ملنے میں دیر ہو تو استغفار کرے۔ کسی امر سے محزون و غمگین ہو تو لاحول و لاقوۃ الا باللہ کہے۔ عرض کی کچھ اور ارشاد ہو فرمایا ہاں۔ آنحضرت نے بسند خود نقل کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا چار شخص ہیں جن کا میں بروز قیامت شفاعت خواہ ہونگا میری ذریت کا اکرام کرنیوالا انکی حاجتوں کا روا کرنے والا اور انکے کاروبار میں سعی و کوشش کرنے والا جبکہ وہ مضطر و لاچار ہوں اور ان کا دوست رکھنے والا قلب و لسان سے۔ عرض کی کچھ اور فضائل اہلبیت کے جن سے حق تعالیٰ نے انکو مخصوص کیا ہے ارشاد کیجیے۔ فرمایا ہاں ہمارے باپ نے اپنے باپ سے انہوں نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا جو ہم اہل بیت کو خالصۃً للہ دوست رکھے ہم اسکو اپنے ساتھ جنّت میں لیجائینگے۔ اے پسر بکیر جو ہم سے تمسک کریگا درجات عالیہ قیامت میں ہمارے ساتھ ہوگا ۱۲ منہ

ان کو قتل کیا! میں نے کہا ہاں قتل کے بعد دار پر کھینچا۔ فرمایا تجھ کو قسم ہے خدا کی کیا درحقیقت ان کو دار پر کھینچا۔ کہا نعم۔ یہ سُن کر گریاں ہوئے اور اشک رخسارۂ مبارک پر موتیوں کی لڑی کی طرح بہ رہے تھے۔ فرمایا اے فضیل تو نے میرے چچا کے ساتھ ہو کر شامیوں پر جہاد کیا۔ عرض کی ہاں کیا۔ فرمایا کتنے اشخاص ان سے قتل کئے۔ عرض کی چھ کس۔ فرمایا تجھے اس خونریزی میں شک تو نہیں۔ عرض کی شک ہوتا تو کیوں مارتا۔ فرمایا خدا مجھے ان کے خون میں تیرا شریک گردانے۔ قسم بخدا کہ زید شہید راہِ خدا ہیں جیسے کہ امیر المومنینؑ اور آنکے اصحاب شہید راہِ خدا تھے۔

احراق لاشہ زیدؓ

پیشتر بروایت مہزم بن ابو بردۂ اسدی۔ جلاء العیون میں گزرا کہ حضرتؑ کو زید کے مقتول و مصلوب ہونے کا حال اس کی زبانی معلوم ہوا تو ڈاڑھیں مار کر روئے اور عورات بھی پس پردہ سے گریاں ہوئیں۔ پھر فرمایا قسم بخدا کہ ایک مطالبہ ان کے ذمہ اور باقی ہے۔ مہزم حیران تھے کہ قتل کیا سولی پر چڑھایا اور کیا مطالبہ باقی ہوگا۔ تا اینکہ عرصہ دراز کے بعد دیکھا کہ ان ملاعین نے ان کو تختہ سے اُتارا اور آتش سوزاں میں جلا کر خاکستر کر دیا۔ اس وقت اس نے کہا ایک اور ان کا مطالبہ زید کے ذمہ باقی تھا جو آج حاصل ہوا۔

دیگر۔ علی بن وشا نے نقل کیا کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ احراق زید کے سات روز بعد اللہ تعالیٰ نے بنی امیہ کی ہلاکت کا اذن دیا۔ یعنی ایک ہفتہ گزرنے پر ان کی تباہی و بربادی کے آثار دکھائی دینے لگے تھے زید شہید ۲ صفر ۱۲۰ھ کو شہید ہوئے۔ ان کی لاش چار سال برابر مصلوب رہی لا ینکر احدٌ بلسانٍ ولا بیدٍ۔ اہل کوفہ و شام سے اس عمل زشت پر

کوئی دست و زباں سے انکار نکرتا تھا۔ ان کی عمر بیالیس سال کی ہوئی۔

گریہ و ماتم رسولؐ خدا و فاطمہ زہراؑ برلاشۂ زید

عمدۃ الطالب میں ایک بزرگ سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا زید قتل ہوئے اور دار پر چڑھائے گئے تو میں نے اسی رات کو رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا کہ تختہ سے جس پر زید کو کھڑا کیا تھا تکیہ کئے کھڑے ہیں اور کہتے ہیں انّا للہ و انّا الیہ راجعون یہ لوگ میرے بیٹے کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں۔

اور ترجمۂ فارسی تاریخ محمد بن جریر طبری میں موسیٰ بن حبیب سے روایت ہے کہ اس نے کہا مجھ سے ایک نیک بی بی نے نقل کیا کہ زید بن علی کے قتل ہونے کے تین دن بعد میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک گروہ عورات کا بلباس ہائے فاخرہ آسمان سے اُترا اور لاش زید کے گرد کھڑے ہو کر مُنہ پیٹتی اور گریہ و زاری کرتی تھیں۔ ان میں ایک بی بی سبز لباس پہن رہی تھیں کہنے لگیں اے زید تجھے ان لوگوں نے قتل کیا اور دار پر کھینچا۔ وہ البتہ تمہارے جدّ امجد کی شفاعت سے محروم ہیں۔ میں نے پوچھا یہ مخدومہ کون ہیں کسی نے کہا فاطمہ زہرا بنت رسول خدا صلّی اللہ علیہ و آلہ ہیں۔

زید کی نسل انکے تین معروف بیٹوں حسین ذی الدمعہ عیسیٰ موتم الاشبال و محمد بن زید سے جاری ہوئی اور پھلی پھولی اور عالم میں بڑھی اور پھیلی۔ ان کو اولاد ائمہ علیہم السّلام میں جو شہرت و امتیاز حاصل ہوئی وہ کمتر کسی کو ہوئی محمد بن حنفیہؓ بن امیر المؤمنین علی بن ابی طالب بھی ہر چند شہرت میں بہت بڑھے ہوئے ہیں حتیٰ کہ ایک مذہب کیسانی ان کی طرف منسوب باقی رہا۔ جیسا کہ زیدی مذہب زید سے منسوب رہا۔ تاہم جناب زید علوی و فاطمی ہونے کی خاص

فضیلت رکھتے ہیں جبکہ محمد رضؑ صرف علوی ہیں۔ علاوہ برایں زید شہید راہِ خدا ہیں کہ اعداء دین کے ساتھ جنگ و جہاد کرکے گلگونہ شہادت سے سرخرو ہوئے۔
دیگر جعفر بن علی نقیؑ کی اولاد بھی فرط کثرت سے عالمگیر ہوئی حتیٰ کہ آج جہاں تہاں نقوی سادات دکھائی دیتے ہیں۔ الّا خود جعفر نے اپنے برادر زادے جناب صاحب الامر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے میں ناحق ناروا امامت کا دعویٰ کرکے اپنی شرافت کو بٹہ لگالیا۔

ایک زیدی سیّد کی دوسرے حسنی سیّد عالم علم نسب سے ملاقات

عمدۃ الطالب میں ابو التقی عبداللہ بن اسامہ زیدی سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں ایک سال عدنان بن مختار کے ساتھ حج کو گیا تھا۔ ایک رات ہم نے دیکھا کہ مسجد الحرام میں کچھ لوگ ایک مرد حسنی کے گرد جمع ہو رہے ہیں اور اسکی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ ہم نے دریافت کیا اس کا کیا نام ہے۔ کسی نے بتلایا کہ جعفر بن ابی الیشر امام الحرم۔ سیّد عدنان نے مجھ سے کہا چلو اس کے پاس چلیں۔ قریب پہنچکر میں نے سلام کیا اور سر کو اسکے بوسہ دیا۔ چونکہ یہ شخص قصیر القامت تھا اس نے بجائے سر کے میرا سینہ چوما اور مجھ سے سوال کیا کہ تو کون ہے۔ میں نے کہا تمہارا ایک پسر عم باشندۂ عراق ہوں۔ کہا سیّد علوی ہے۔ کہا ہاں۔

جعفر نے کہا۔ حسنی ہے یا حسینی۔ یا محمدی یا عباسی۔ یا عمری۔ یعنی امیر المومنین علیؑ کی نسل حسنینؑ۔ محمد حنفیہ رضؑ۔ عباس علمدار رضؑ۔ عمر رضؑ صرف پانچ کس سے جاری ہوئی ہے تو کس کی اولاد سے ہے۔

میں نے کہا حسینی ہوں۔

جعفر- حسین شہید کی نسل فقط علی بن الحسین ع سے چلی- پھر انکی چھ اشخاص محمد باقر- عبداللہ باہر- زید شہید- عمر الاشرف- حسین اصغر- وعلی اصغر سے جاری ہوئی تو کس کی اولاد سے ہے-

یمن- زید شہید کی اولاد سے-

جعفر- زید شہید کا سلسلۂ نسب تین اشخاص حسین ذی الدمعہ- عیسے موتم الاشبال- ومحمد بن زید معروف بہ محمد شہید سے رواں ہوا- تم ان سے کس کی اولاد سے ہو-

یمن- حسین ذی الدمعہ کی نسل سے-

جعفر- حسین ذی الدمعہ کی نسل یحییٰ بن حسین فقد د- وعلی- سے جاری ہوئی تم ان میں کسکی اولاد سے ہو-

یمن- یحییٰ بن حسین کی نسل سے-

جعفر- یحییٰ بن ذی الدمعہ کا سلسلۂ نسب سات اشخاص- قاسم حسن حمزہ- محمد اصغر- عیسیٰ- یحییٰ- عمر سے جاری ہوا- تم ان سے کسکی نسل سے ہو-

یمن- عمر بن یحییٰ کی نسل سے-

جعفر- عمر بن یحییٰ کی اولاد دو شخص- احمد محدث ومحمد ابو المنصور سے چلی- تم کس سے ہو-

یمن- احمد محدث سے-

جعفر- احمد محدث کی اعقاب حسین نسابہ نقیب سے- اور حسین مذکور کا سلسلۂ نسب دو مرد زید ویحییٰ سے جاری ہوا تم ان سے کسکی اولاد سے ہو-

یمن- یحییٰ بن الحسین نسابہ سے-

جعفر- یحییٰ مذکور کی اولاد سے دو شخص ابو علی عمر- وابو محمد حسن صاحب

اولاد و اعقاب ہوئے تم ان سے کسکی نسل سے ہو۔

میں۔ ابو علی عمر بن یحییٰ کی اولاد سے۔

جعفر۔ ابو علی عمر بن یحییٰ کی نسل تین مرد کی پشت سے اجرا پائی۔ ابو الحسین محمد ابو طالب محمد۔ و ابو الغنائم تو ان میں کسکی اولاد سے ہے۔

میں۔ ابو طالب محمد بن ابو علی عمر بن یحییٰ کی اولاد سے۔

جعفر۔ نے کہا تو تو ضرور عبداللہ بن اسامہ نسابہ ہے۔ میں نے کہا ہاں میں پسر اسامہ موصوف ہوں۔

صاحب عمدۃ الطالب اس کی نقل کے بعد کہتے ہیں کہ یہ حکایت اس مرد شریف کی حسن معرفت انساب سادات اور ان کے استحضار علم اعقاب والشال پر دلالت واضحہ رکھتی ہے۔

حسین بن علی بن الحسین

محدث۔ فاضل۔ جلیل القدر تھے۔ کتاب نصوص وغیرہ میں بسند صحیح ان سے نقل ہوا ہے کہ کہا ایک شخص نے میرے سامنے میرے باپ سے پوچھا کہ اوصیائے پیغمبر خدا کس قدر ہیں۔ انہوں نے ارشاد کیا کہ بارہ۔ اور دست مبارک اپنا اخ معظم محمد باقرؑ کے دوش پر رکھ کر فرمایا۔ سَبْعَةٌ مِنْ صُلْبِ هٰذَا۔ سات ان میں سے ان کی نسل سے ہوں گے۔

حسین بن علیؑ بن الحسین معروف بہ حسن اصغر

کنیت ابو عبداللہ فاضل و پرہیزگار تھے۔ ام ولد ساعدہ نام کے شکم سے پیدا ہوئے۔ انکی اولاد حجاز۔ عراق۔ شام و دیگر بلاد عجم میں بکثرت باقی رہی۔ ہکذا فی عمدۃ الطالب۔

نیز۔ عمدہ میں ہے کہ ۱۵۷ھ میں وفات پائی۔ عمر ستاون سال کی ہوئی

مگر اس صورت میں لازم ہے کہ ولادت ۱۰۰ھ میں ہوئی تھی لیکن ایسا ہو نہیں سکتا کیونکہ وفات امام زین العابدین بنا بر مشہور و حسب تصریح خود صاحب عمدہ ۹۵ھ میں ہے۔ تو کیا حسین اصغر اپنے والد کی وفات کے پانچ سال[1] بعد پیدا ہوئے۔

علی بن علی بن الحسین معروف بہ علی اصغر کیونکہ آپ جملہ اولاد امام زین العابدین میں سب سے چھوٹے تھے۔ ان کی نسل صرف حسن افطس سے جاری ہوئی۔ یہاں تک برادران جناب باقرؑ ان میں بھی وہ چھ کس جن سے نسل انکے باپ کی رواں ہوئی مذکور ہوئے۔ آگے دیگر اقربا و رشتہ داران کا ذکر ہوتا ہے۔

زید بن الحسن المثنیٰ ابن الحسن المجتبیٰ

قطب راوندی نے خرائج میں اور اس کا ترجمہ فارسی مجلسی علیہ الرحمہ نے جلاء العیون میں وارد کیا ہے کہ ابو بصیر نے حضرت ابو عبداللہ جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؑ نے کہا زید بن الحسن میرے باپ کے ساتھ

---

[1] ایسے مسامحات صاحب عمدہ سے اکثر مقامات پر سرزد ہوئے ہیں جہاں محشی نے ٹوکا ہے۔ ازانجملہ حسن مثنیٰ کی عمر ۳۵ سال۔ اور سنہ وفات ۹۷ ہجری لکھتے ہیں اور امام حسن مجتبیٰ ان کے باپ کی شہادت بلاخلاف ۵۰ھ ہجری میں ہے پس ۹۷ سے ۳۵ منہا کرنے سے ۶۲ھ رہتے ہیں تو ولادت حسن مثنیٰ ۶۲ھ میں بارہ سال ان کے والد کی وفات کے بعد لازم آتی ہے۔ لہذا محشی مرزا محمد علی لکھنوی حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ اعداد سنین عمر میں تقدیم و تاخیر ہوئی در اصل ۵۳ سال ہیں ۳۵ لکھے گئے۔ حقیر جامع الاوراق کے نزدیک حسین اصغر کی عمر بھی ستاون نہیں غالباً پچھتر سال کی ہوئی ہے یا کچھ کم و بیش۔ ہر کیف ولادت ۹۵ھ سے پہلے ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

اوقاف رسول کے بارے میں خصومت رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اولاد حسنؑ سے ہوں اس لیئے اس کے لئے اولیٰ واحق ہوں تم اولاد حسینؑ سے ہو تم کو اس کی تولیت نہیں پہنچتی۔ اس کو میری طرف رد کرو۔ میرے باپ نے اس سے انکار کیا تو وہ یہ قضیہ قاضی کے پاس لے گئے۔ پس زید اور وہ حضرت قاضی کے یہاں جایا کرتے تھے۔ ایک بار زید مذکور نے زید بن علی بن الحسین کو اثنار کلام میں کہا اُسکت یاابن السندیة۔ اے سندی کنیز کے بیٹے خاموش رہ۔ زید بولے اُف اب ہماری خصومت کی یہ نوبت پہنچی کہ اس کی وجہ سے ماؤں کا ذکر مجالس میں زبان پر آنے لگا۔ قسم خدا کی اب میں مرتے دم تک اس کے ساتھ کلام نہ کرونگا اور میرے پدر عالی قدر کے پاس آکر کہنے لگے۔ اے برادر میں نے تمہارے بھروسے پر کہ مجھ کو اکراہ نکرو گے اور خائب و خاسر نہ چھوڑو گے قسم کھالی ہے کہ زید بن الحسن سے ہم کلام نہوں گا اور نہ مخاصمت کروں گا۔ اور تمام کیفیت کہ قاضی کے مواجہ میں انہیں پیش آئی تھی بیان کردی۔ حضرتؑ نے ان کا عذر قبول کیا اور ان کو معذور رکھا۔

زید بن حسنؑ نے یہ سُنا تو غنیمت جانا اور کہا محمد بن علی کے ساتھ معاملہ اچھا رہیگا اُن سے جس طرح چاہوں گا گفتگو کروں گا اور عتاب کرونگا یعنی وہ حلیم ہیں ان سے کچھ اندیشہ نہیں۔ پس صبح کو آنحضرتؑ کے پاس آکر کہا چلیئے ہمارے درمیان قاضی ہے وہاں چلیئے۔ آپ انکے ساتھ روانہ ہوئے راہ میں انہیں سمجھانے لگے کہ اے زید اس ناحق کوشی سے باز آؤ۔ دوستانِ خدا کے ساتھ خصومت خوب نہیں۔ پھر فرمایا۔ اے زید تمہارے پاس کارد ہے جس کو تم نے مجھ سے چھپا یا ہے۔ اگر وہی چھری شہادت دے کہ یہ حق میرا ہے

تمہارا نہیں۔ تو اس کی طلب سے باز رہو گے۔ کہا البتہ باز رہوں گا اور حلف
کیا اسپر۔ حضرتؑ نے سکین کو مخاطب کر کے کہا اے کارد باذنِ خدا کلام کر
چھری زید کے ہاتھ سے چھوٹ کر علیحدہ جا پڑی اور گویا ہوئی کہ اے زید
تو ظالم ہے۔ محمد تجھ سے زیادہ اولیٰ ہے اس امر کے لئے۔ تو اسکی طلب
سے باز رہے گا تو ہر آئینہ تجھ کو قتل کرونگی۔ زید کو یہ سُن کر غش آگیا اور گر پڑے
آپ نے ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا اور کھڑا کیا۔ اور فرمایا اے زید یہ پتھر جس پر ہم
کھڑے ہیں گویا ہو اور جس کے حق میں گواہی دے تو قبول کرے گا۔ پس
پتھر کی وہ جانب جس پر زید کھڑے تھے لرزنے لگی۔ اور قریب تھا کہ پھٹ
جائے اور اس میں سے آواز آئی۔ زید تو ظالم ہے اور محمد بن علی اس کے
لئے اولیٰ ہے۔ اس سے باز آؤ ورنہ تم کو مار ڈالوں گا۔ زید غش کھا کر گرے
میرے باپ نے پھر اُٹھایا اور کہا اے زید اگر یہ شجر بول پڑے اور شہادت
دے تو مانے گا۔ کہا نعم۔ حضرت نے درخت کی جانب اشارہ کیا تو
تو وہ زمین کھودتا ہوا انکے قریب آکر بولا۔ یا زید انت ظالم و محمدؐ
احق بالامر منک۔ اس سے باز رہ ورنہ تجھے قتل کروں گا۔ زید بدستور
بیہوش ہو کر گر پڑے اور درخت اپنے مقام کو واپس گیا۔ زید کو حضرت
نے اُٹھایا اُسنے حلف کیا کہ آئندہ کبھی آپ سے تعرّض و خصومت نکروں گا
اور اسی روز ہشام کو عبدالملک کے پاس روانہ ہوئے۔ وہاں جا کر اس سے
کہا میں ایک ساحر کذّاب کے پاس سے آرہا ہوں۔ تجھ کو روا نہیں کہ اسے
بحال خود رہنے دے اور تمام قصّہ اس سے بیان کیا۔ عبدالملک نے عاملِ
مدینہ کو لکھا کہ محمد بن علی کو قید کر کے یہاں بھیجدو اور زید سے کہنے لگا اگر
بالفرض میں تجھ کو اس کو قتل کرنے کو کہوں تو تو قتل کرے گا۔ کہا ہاں

کروں گا۔ اُدھر عامل کے پاس خط پہنچا تو اس نے جواب میں لکھا کہ اے امیر المومنین۔ یہ میرا خط تمہاری مخالفت میں نہیں۔ میں تمہارے حکم کا رد کرنے والا نہیں۔ الّا اپنے خلوص سے تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ شخص جس کے مقدمے میں تم نے یہ لکھا ہے ورع و تقویٰ۔ زہد و عفت میں بے نظیر ہے۔ محراب عبادت میں کھڑا ہوتا ہے تو درندے پرندے جمع ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس کی خوش الحانی داؤد نبی کی خوش الحانی سے کمتر درجہ کی نہیں علم میں وہ اعلم النّاس ہے تو عبادت میں سر آمد عباد و زہاد ہے اس سے متعرض ہونا میں امیر المومنین کے ملک و دولت وصحت و عافیّت کے حق میں اچھا نہیں جانتا۔ فانّ اللہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیّر وا ما با نفسھم بتحقیق کہ حق تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جبتک کہ وہ آپ اپنی حالت نہیں بدلتے۔

یہ خط خلیفہ کو ملا تو زید بن الحسن کو بُلا کر دکھایا۔ اس نے کہا اس کو مال دے کر راضی کر لیا ہے۔ عبد الملک نے کہا کوئی اور بات گرفت کی تیرے خیال میں آتی ہو تو بیان کر۔ کہا ہاں ان کے پاس سلاح رسول اللہؐ شمشیر زرہ۔ خاتم۔ عصا و دیگر متروکات ہیں ان کے لئے لکھ بھیجو۔ دینے سے انکار کریں گے تو تجھ کو خاصہ حیلہ انکے قتل کا مل جائے گا۔ اس نے عامل کو لکھا کہ ابو جعفر محمد بن علی کو دس لاکھ درہم دے کر تمام متروکات رسول اللہؐ ان سے حاصل کرو۔ جناب صادقؑ فرماتے ہیں کہ عامل وہ خط لیکر میرے باپ کے پاس آیا اور آنحضرت کو پڑھوایا۔ آپ نے فرمایا مجھے چند یوم کی مہلت دے۔ پس کچھ اشیاء مہیا کر کے عامل کو دیں اس نے ہشام کے پاس بھیجدیں خلیفہ بہت خوش ہوا اور زید کو بُلا کر دکھائیں۔ انہوں نے کہا قسم خدا کی رسول اللہؐ

کے ترکے سے ان میں ایک شے بھی نہیں۔ ہشام نے آپ کی خدمت میں لکھا تم نے روپیہ لیا اور ہماری مطلوبہ شے نہ دی۔ حضرت نے فرمایا جو میری رائے میں آیا تیرے پاس بھیجدیا تیرے مطلوب کی موافق ہو یا نہو عبد الملک نے بظاہر اس کی تصدیق کی اور اہل شام کو جمع کر کے کہا یہ اسباب و سامان رسول خدا ہیں کہ ہمارے پاس مدینہ سے آئے ہیں پھر زید کو بلوا کر کہا اگر میں نے یہ نہ ٹھان لیا ہوتا کہ تم سے کسی کو قتل نکروں گا تو البتہ تجھے قتل کرتا اور اس کو قید کر کے حضرت باقرؑ کے پاس بھیجدیا کہ تمہارے ابن عم کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ اس کو اچھی طرح ادب کرو۔ (یہ ظاہری کارروائی تھی۔ درواقع اس کو ایک زہر آلود زین دیا تھا کہ حضرتؑ کو اس پر سوار کرائے تاکہ زہر سرایت کر کے آپ کی ہلاکت کا باعث ہو۔) زید خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا ویحک زید۔ کیسا امر عظیم تم لیکر آئے ہو جس کو جاری کیا چاہتے ہو۔ میں اس درخت تک کو جانتا ہوں جس کی لکڑی سے یہ کاٹھی تراشی گئی ہے مگر مقدر یہی ہے (۱۹ صفر ۱۱۴ھ منہ)۔ لیکن ویل و عذاب ہے اس کے لیئے جسکے ہاتھ پر یہ شرارت جاری ہو۔ پس وہ زین گھوڑے پر کسا گیا اور آپ اس پر سوار ہوئے اُترے تو بدن مبارک اس کے اثر سے ورم کر آیا تھا۔ امر کیا کہ کفن حاضر کیا جائے۔ اور پارچہ سفید جو احرام حج میں استعمال کیا تھا اس کو اس میں شامل کیا اور تین روز زندہ رہ کر عالم بقا کو سدھارے بنیاد اعتقاد سے

گھوڑے کو زین زہر سے کسکر ہشام نے	بھجوایا اس امام دو عالم کے سامنے
ہر چند جانتے تھے امامت کی راہ سے	لیکن نہیں ہے چارہ قضائے الٰہ سے
پہنا کفن سوار ہوئے گھوڑے پر امام	پہنچا بدن میں آہ اثر زہر کا تمام

(۱۷) حاشیہ دیکھو صفحہ ۲۱۸ پر)

جناب صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ زین آل محمدؐ کے پاس موجود ہے۔ ایک مکان میں لٹکا رہتا ہے (تاکہ کوئی اس کو استعمال نہ کرنے پائے اور ہمیشہ پیش نظر رہتا ہے کہ بزمانہ رجعت ظالموں سے انتقام لیا جائے) اس کے بعد زید کچھ عرصہ زندہ رہے۔ بعد ازاں ان کو جنون کا مرض عارض ہو گیا ہذیان بکتے تھے۔ نماز بھی چھوڑ دی تھی۔ ان کا یہی حال تھا حتیٰ کہ عالم باقی کو انتقال کیا۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کتاب ارشاد میں زید مذکور کا بزمرہ اولاد امام حسن علیہ السلام ذکر کیا ہے اور ان لفظوں میں آپ کی مدح فرمائی ہے کان جلیل القدر کریم الطبع ظریف النفس کثیر البر مدحہ الشعراء وقصدہ الناس من الآفاق لطلب فضلہ کہ زید جلیل القدر طبیعت کے سخی و کریم و خوش طبع تھے خلائق کے ساتھ نیکی و احسان سے سلوک کرتے شاعروں نے ان کی مدح کی اور لوگوں نے آفاق عالم سے ان کے فضل و احسان طلب کرنے کے لئے ان کی جانب سفر کئے اور اس معاملے کا کہ جس طرح وہ امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ پیش آئے جناب شیخ نے اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا غالباً آپ کی نظر ان احادیث پر رہی جن میں وارد ہوا ہے کہ ہم اہل بیت سے کوئی دنیا سے نہیں جاتا جبتک کہ امام زماں کی امامت کا

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۷) روایت میں عبد الملک بن مروان کا نام مذکور ہے مگر مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں بعد نقل حدیث اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ عبد الملک کی جگہ غالباً ہشام بن عبد الملک تھا۔ راویوں یا کاتبوں سے سہواً ہشام کا ذکر چھوٹ گیا ہے مؤلف اوراق کہتا ہے کہ یہ بالکل درست ہے۔ کیونکہ عبد الملک کا زمانہ خلافت عہد امامت محمد باقرؑ سے خاص کر اسکے آخری وقت سے بہت بعید ہے ۱۲ منہ۔

قائل نہیں ہولیتا یا وہ روایت آپ کی مطمح نظر رہی کہ ایک مرتبہ جناب صادقؑ مجمع اصحاب میں تشریف رکھتے تھے کہ عبداللہ بن علی بن الحسینؑ آپ کے چچا نے آکر کچھ سخت کلامی کی جو اصحاب آنجناب کو ناگوار گزری۔ جب وہ چلے گئے تو بعض نے کہا ہمارا ارادہ ہوا کہ اُن کے ساتھ دست و گریباں ہوجائیں کیسی قبیح باتیں ان کی تھیں۔ حضرتؑ نے فرمایا مہ لا تدخلوا فیما بیننا۔ خاموش رہو اور ہمارے اپنے درمیانی معاملات میں دخل ندو۔

عبداللہ بن الحسن المثنیٰ معروف بہ عبداللہ محض

محض ان کو اس لئے کہتے تھے کہ خالص اولاد حسنین علیہما السّلام سے تھے۔ کیونکہ انکے والد حسن مثنیٰ بن الحسن اور والدہ فاطمہ بنت الحسین تھیں۔ عمدۃ الطالب میں ہے کہ عبداللہ مذکور اپنے زمانے میں شیخ بنی ہاشم شمار ہوتے تھے۔ ابتدائے خلافت عباسیہ میں ابوسلمہ خلال نے کہ صاحب اقتدار و اختیار تھا چاہا کہ امر خلافت کو اولاد علی و عباس کے شورے میں ڈالے کہ وہ اپنے درمیان سے کسی کو اس کے لئے انتخاب کرلیں۔ پھر سوچا کہ یوں اتفاق نہو گا تو چاہا کہ صرف اولاد علیؑ و فاطمہؑ صلوات اللہ علیہما سے ایک کو اس پر نصب کرے تو اس نے تین خط تین اشخاص جعفر بن محمد و عبداللہ بن الحسن مذکور و عمر بن علی بن الحسین کے نام لکھ کر ایک شیعہ کوفہ کے رہنے والے کو دیئے کہ خفیہ لے جائے اور اس کا جواب لائے۔ کوفی مدینہ پہنچکر اوّل حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا رات کا وقت اور چراغ روشن تھا۔ حضرت نے وہ خط پڑھ کر چراغ پر رکھ دیا اور فرمایا ھذا ھو الجواب۔ اس کا یہی جواب ہے جو تو نے دیکھا۔ قاصد وہاں سے اُٹھ کر عبداللہ بن حسن کے پاس گیا۔ انھوں نے یہ دعوت قبول کی اور

سوار ہوکر جعفر بن محمد کے پاس آئے۔ حضرت نے فرمایا اے عمو تم نے کیوں تکلیف کی مجھ کو وہیں بُلوا بھیجا ہوتا کہا میرے آنے کی وجہ ایک عظیم و جلیل امر ہے۔ یہ خط ابو سلمہ کا ہے مجھ کو خلافت کے لئے دعوت کرتا ہے اور سب سے زیادہ اس کا مستحق جانتا ہے۔ ہمارے شیعہ خراسان کے رہنے والے اسکے پاس جمع ہیں۔ حضرت صادق ع نے فرمایا خراسانی تمہارے شیعہ کب سے ہوئے۔ کیا ابو مسلم کو خراسان تم نے ہی بھیجا تھا اور کیا سیاہ لباس کا ان کے لئے تمہارا ہی حکم تھا۔ کیا تم ان سے کسی کا نام و نسب بتلا سکتے ہو۔ یہ نہیں اور تم ان سے اور وہ تم سے واقف نہیں تو وہ تمہارے شیعہ کیونکر ہوئے۔ عبداللہ نے کہا هٰذا الکلام منك لشئ تمہارا یہ کلام کسی وجہ پر مبنی ہے یعنی تم نہیں چاہتے کہ میں خلافت پاؤں حضرت نے فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ میں دل سے چاہتا ہوں کہ ہر مومن مسلمان کو نصیحت کروں تم سے کیوں دریغ کرنے لگا۔ اے چچا یہ باطل باتیں تم کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ بتحقیق کہ یہ دولت جس کی تم کو خواہش ہے ان لوگوں (عباسیوں) کے لئے مقرر ہو چکی ہے۔ تمہارے اور کسی اولاد ابو طالب کے لئے نہیں۔ میرے پاس بھی قاصد ایسا ہی خط لایا ہے جیسا کہ تمہارے پاس لایا۔ پس عبداللہ اس کلام سے ناخوش ہوکر وہاں سے چلے گئے۔ لیکن عمر بن علی بن الحسین نے خط واپس کیا اور کہا میں اسکے کاتب کو نہیں پہچانتا کیا جواب دوں۔ انتہٰی

مؤلف اوراق کہتا ہے کہ ہم منصور دوانیقی عباسی کے عہد میں محمد و ابراہیم پسران عبداللہ بن الحسن کے بدعوائے خلافت خروج کر کے مارے جانے اور عبداللہ کے معہ باقی سادات بنی حسن ع مقید ہو کر عراق کو لیجائے جانیکی

کیفیت مفصّل اس سے پہلے کتاب کشف الحقائق تاریخ جعفر صادقؑ میں لکھ چکے ہیں فلا نعیدھا۔ نیز بروایت ابن اثیر نقل ہو چکا کہ اس وقت جناب صادقؑ اس اسیر قافلہ کو جاتے دیکھ کر زار و قطار چوں ابرِ نوبہار رو رہے تھے اور اس واقعہ سے حضرت کو اس قدر صدمہ ہوا کہ عرصہ تک بیمار رہے حتیٰ کہ جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ الغصّہ عبداللہ نے منصور کے قید خانے میں رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا۔ عمدۃ الطالب میں ہے وتوفی عبداللہ وھو ابن خمس وسبعین سنۃ ان کی عمر پچھتّر برس کی ہوئی۔

بحار میں مناقب بن شہر آشوب سے نقل ہے کہ جابر جعفی نے کہا کہ ایک مرتبہ میرا گزر مجلس عبداللہ بن الحسن المثنیٰ میں ہوا۔ انہوں نے کہا محمد بن علی کو (یعنی امام باقرؑ) میرے اوپر کون سی فضیلت و فوقیت ہے وہ بھی علی و فاطمہ کی اولاد سے ہیں اور میں بھی۔ اس کے بعد میں خدمت میں اپنے امام و مولیٰ ابوجعفر علیہ السلام کی حاضر ہوا تو مجھے دیکھ کر خنداں ہوئے اور فرمایا اے جابر ذرا ٹھہرو۔ بتحقیق کہ پہلا داخل ہونے والا اس دروازے سے عبداللہ بن الحسن ہونگے۔ میں بنظر انتظار در کی طرف دیکھنے لگا۔ اس بس عبداللہ دامن کشاں وہاں داخل ہوئے۔ فرمایا اے عبداللہ تم کہتے تھے محمد کو مجھ پر کیا فوقیت ہے۔ میں بھی محمد و علی سے وجود میں آیا وہ بھی۔ پھر جابر سے فرمایا کہ تم گڑھا کھود دو اور اس میں ہیزم خشک بھر کر آگ لگا دو جابر نے تعمیل ارشاد کی آگ روشن ہو گئی۔ تو عبداللہ سے کہا اگر تمہارا وہ خیال درست ہے تو اس جلتی آگ میں کود پڑو تم کو ضرر نہ دے گی عبداللہ ہند دلا جواب ہو گئے۔ پس حضرت میری طرف دیکھ متبسم ہوئے اور فرمایا۔ اب یہ مبہوت و حیران رہ گئے۔

جامع اوراق کہتا ہے کہ بنی اعمام کی عموماً یہی حالت ہے کہ اپنے چچازاد بھائیوں کی فضل و فوقیت کو دیکھ نہیں سکتے۔ بیشتر ان کی طرف سے ایذائیں پہنچتی ہیں اور انواع و اقسام کے آزار و آلام اٹھانے پڑتے ہیں حضرات ائمہؑ کے عمو زادوں کے معاملات میں دخل دینے سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔ بنابریں میں نہیں چاہتا تھا کہ بروایت مذکورہ بالا و دیگر اس قسم کی روایات کو نقل کرتا ہے۔ الّا چونکہ وقائع نگار کا فرض ہے جو کو الف اس کو بذرائع معتبر پہنچیں قید تحریر میں لائے۔ اس روایت کو ابن شہر آشوبؒ و مجلسی علیہ الرحمہ جیسے بزرگوں نے اپنی کتب و اسفار میں نقل کیا ہے لہذا اسکے نقل میں معذور ہے۔

قاسم بن محمد بن ابی بکر

پوتے ابوبکر بن ابی قحافہ خلیفۂ اوّل سُنّیان کے ان کا ذکر خیر اس سے پہلے تاریخ امام زین العابدین میں بھی گزرا کیونکہ آنحضرتؑ کے خالہ زاد بھائی اور اصحاب خاص سے تھے۔ یہاں بحیثیت اسکے کہ پدر ام فروہ یعنی امام باقرؑ کے خُسر ہوتے ہیں اور زمانۂ آنجناب سے ایک معقول حصّے کا ادراک کیا ہے۔ ان کا تذکرہ ضرور ہے جیسا کہ بعض دیگر اشخاص کا بھی اس سلسلۂ مبارکہ میں باسباب مختلفہ مکرّر ذکر آیا ہے چنانچہ اولاد امام زین العابدین جلاء العینین میں بوجہ آنحضرت کی اولاد ہونے اور تاریخ امام باقرؑ میں ان کے بھائی ہونے سے تکرار مذکور ہوئے ہیں۔ تاہم ہر دو مقامات میں تکرار حالات و حکایات سے حتی المقدور اعراض و احتراز رہا ہے اور ہر جگہ جُدا روایتیں مذکور ہوئی ہیں۔ الّا شاذ و نادر۔

الغرض قاسم بن محمدؒ جیسے شیعوں میں مقبول خلّص اصحاب زین العابدین سے مستقیم العقیدہ قائل امامت حضرات ائمہ معصومین سمجھے جاتے ہیں۔ ویسے ہی سُنّیوں

میں یکے از فقہائے سبعہ[۵] شمار ہوتے ہیں۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ وہ اپنے زمانے میں سب سے افضل تھے۔ صحابہ رسول اللہ[ص] کی ایک بڑی جماعت سے

---

[۵] فقہائے سبعہ (سات فقیہ) ایک زمانہ میں مدینہ منورہ میں ہوئے ہیں جن کا علم و فتویٰ اہل سنّت کے درمیان رائج رہا۔ تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ وہ فقہائے کے نام سے اس لئے مشہور رہے ہوئے اور یہ لقب (سبعہ) اس واسطے ان سے مخصوص ہوا کہ صحابہ رضؓ کے بعد امر قضاء و فتویٰ ان کی طرف راجع ہو گیا تھا۔ ہر چند اس وقت علماء تابعین سے مثل سالم بن عبداللہ بن عمر خطاب وغیرہ دیگر اشخاص بھی موجود تھے مگر فتویٰ انہی سات شخصوں کا چلتا تھا۔ یہ قول ہے حافظ سلفی کا۔ اور بعض شعراء نے ان ساتوں کے نام ذیل کے دو شعروں میں جمع کئے ہیں ؎

الا کل من لا یقتدی بائمۃ فقسمتہ ضیزیٰ عن الحق خارجہ
فخذھم عبید اللہ عروۃ قاسم سعید سلیمان ابوبکر و خارجہ

یعنی آگاہ رہو کہ جو ان سات اماموں کی پیروی نکرے گا وہ بدقسمت وحق سے خارج ہے۔ انکے یہ نام ہیں۔ عبید اللہ۔ عروہ۔ قاسم۔ سعید۔ سلیمان۔ ابوبکر۔ خارجہ۔

واناا قول سعید سے مراد شاعر کی سعید بن مسیب بن حزن قرشی مدنی ہے جن کا ذکر اس سے پہلے تاریخ علی بن الحسین میں بزمرہ اصحاب آنحضرت گزرا۔ دوسرے قاسم بن محمد بن ابی بکر۔ وہاں اور یہاں دونو جگہ مذکور ہیں۔ یہ دونو بزرگ جنکی نسبت احادیث شیعہ میں وارد ہوا ہے۔ کانا علی ھذا الامر۔ کہ وہ اس امر یعنی امامت ائمہ اثنا عشر کا اذعان رکھتے تھے۔ بباعث اس کے کہ امام وقت سید العابدین عؑ سے متوسّل تھے اور ان سے اخذ احادیث کرتے تھے مقبولان شیعہ سے ہیں۔ باقی پانچ کس عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود۔ عبداللہ بن مسعود صحابی کے پوتے۔ عروہ بن زبیر از بطن اسماء بنت ابوبکر

(بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۲۲۴ پر)

روایت کرتے ہیں اور ایک جماعت کبار تابعین نے ان سے روایت کی ہے یحییٰ بن سعید کا قول تھا کہ جن جن علمار کا ہم نے ادراک کیا ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا کہ جس کو قاسم بن محمد پر ترجیح دے سکیں اور مالک بن انس کا قول ہے کہ قاسم فقہار امت محمدیہ سے ایک تھے۔ اور محمد بن اسحٰق صاحب مغازی نے کہا کہ ایک شخص نے قاسم بن محمد سے پوچھا کہ تمہارا علم زیادہ ہے یا سالم بن عبداللہ بن عمر خطاب کا۔ کہا ذاك مبارك سالم۔ وہ برکت والا صحیح و سالم ہے ابن اسحاق نے کہا۔ انہوں نے کراہت کی اس سے کہ کہتے وہ مجھ سے زیادہ تر عالم ہے کہ ارتکاب کذب کا اندیشہ تھا۔ اور یہ بھی نہ کہا کہ میں اس سے زیادہ عالم ہوں کہ شائبہ تذکیہ نفس کا تھا۔ اس لئے ایک جملہ مدح کا خالی از تقابل کہہ دیا۔ وکان اعلمھا۔ حالانکہ قاسم و سالم میں درحقیقت قاسم ہی علم میں بڑھے ہوئے تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۳) خواہر عائشہ۔ سلیمان بن یسار مولیٰ آزاد کردہ میمونہ زوجۂ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام المخزومی۔ خارجہ بن زید بن ثابت انصاری چونکہ ان کا ارتباط آنحضرات صلوات اللہ علیہم سے ثابت نہیں لہذا ہمارے یہاں کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتے بلکہ بعض ان سے صریحاً دشمنان اہل بیت سے تھے۔ مثلاً عروہ بن زبیر کو جو دشمنی اپنی ننھیال سے ورثہ میں ملی تھی اس کا ذکر پہلے جلاء العینین تاریخ علی بن الحسین میں گزرا کہ وہ (زہری) کے ساتھ مسجد رسول خدا میں بیٹھا حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کی مذمت کر رہا تھا۔ حضرت زین العابدین نے وہاں جا کر بخطاب فاصل دونوں کی زبانیں بند کیں ۱۲ منہ

عبداللہ بن محمد بن علیؑ بن ابیطالب

کنیت ابو ہاشم۔ بیٹے محمد بن حنفیہؓ کے جن کا ذکر خیر پیشتر تاریخ امام زین العابدین میں بزمرہ اقربائے آنحضرت گزرا۔ ماں اُم ولد نائلہ نام۔ ذی علم زبان آور وسخاشت تھے۔

کتاب مقاتل الطالبین میں ابو الفرج اصفہانی نے لکھا ہے کہ خراسان کے شیعوں کا گمان تھا کہ انہوں نے وصایت اپنے باپ محمد بن علی علیہ السلام سے ورثہ میں پائی۔ پس وہ امام تھے اور اپنے بعد محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو اپنا وصی وجانشیں کر گئے۔ محمد مذکور نے اپنا وصی ابراہیم امام کو کیا اور اس کا وصی ابو العباس سفاح پہلا خلیفہ عباسیوں کا ہوا۔ اور وصایت خلافت عباسیوں میں اس جہت سے آئی۔ الغرض ابو ہاشم مذکور کو سلیمان بن عبدالملک اموی نے اپنے عہد سلطنت میں زہر دلوایا جس سے انہوں نے حُمیمہ ملک شام میں وفات پائی۔

لکھا ہے کہ ابو ہاشم مدینہ سے سلیمان کے پاس شام میں اپنی کسی حاجت کو آئے تھے۔ واپسی کا ارادہ کیا تو اسباب وسامان بار ہو گیا۔ خود سوار ہونے کو تھے کہ سلیمان نے بہانہ اس کے کہ دن کا کھانا ان کے ساتھ کھائیے وداع کرنے میں تاخیر کی۔ گرمی کا موسم تھا۔ کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو دوپہر ہو گیا تھا ابو ہاشم اپنے سامان کی طرف جو آگے چل دیا تھا۔ پیادہ پا روانہ ہوئے۔ راہ میں پیاس لگی۔ سلیمان نے پانی میں زہر ملوا کر پیچھے سے بھجوایا۔ جو شدت عطش میں پی گئے۔ اس آب زہر آلود کے پیتے ہی سُست ہو گئے اور درمیان راہ گر پڑے آدمی بھیجکر محمد بن علی بن عبداللہ عباس کو اور عبداللہ بن حارث بن نوفل کو بلوایا وہ حاضر ہو کر بشرائط خدمت بجالائے۔ حتیٰ کہ ابو ہاشم نے وہیں وفات پائی اور

حمیمہ میں مدفون ہوئے۔ اور محمد بن علی مذکور کو اپنا وصی کر گئے۔

اصحاب اطیاب جناب محمد باقرؑ

جس طرح بعد وفات جناب ختمی مآبؐ ابتدا رخلافت خلیفہ اول میں دُنیائے اسلام اہل بیت علیہم السّلام سے پھر گئی تھی۔ بعد ازاں رفتہ رفتہ ادھر رجوع ہونے لگے۔ ایسے ہی بعد شہادت ابو عبد اللہ الحسین سیّد الشہدا حضرت علی بن الحسینؑ زین العابدینؑ گوشہ عزلت وانزوا میں بیٹھ کر مصروف عبادت و گریہ و بکا رہے۔ اور تعداد اصحاب آنجناب اس قدر کم تھی کہ انکا شمار انگلیوں پر ہو سکتا تھا۔ مگر حضرت محمد باقر کے عہدِ امامت میں یہ تعداد جلد جلد بڑھتی گئی تا اینکہ ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ کے زمانے میں ہزاروں پر ان کی نوبت پہنچی تھی۔ ہم یہاں اصحاب جناب باقرؑ سے مشاہیر بزرگان کا حال بطریق اختصار واجمال لکھتے ہیں۔ وباللہ التوفیق

جابر بن عبد اللہ بن عمرو خزام الانصاری

آپ اوّل وافضل اصحاب جناب باقرؑ سے ہیں اور صحابہ رسول خداؐ سے آخری شخص ہیں جنہوں نے مدینہ سکینہ میں وفات پائی۔

رجال بن داؤد سے نقل ہوا ہے کہ جابر غزوہ بدر اور اٹھارہ دیگر غزوات میں ہمراہ رکاب رسالتمآب تھے۔ اور کشی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ عبد اللہ پدر جابر اُن بارہ اشخاص میں ہیں جو رسول اللہ کی پہلی بیعت میں شریک ہوئے شامل تھے اور ان ستّر اشخاص سے تھے جنہوں نے بروز عقبہ آنحضرتؐ سے بیعت کی لیکن جابر پچھلی ستّر اشخاص والی بیعت میں شامل تھے پہلی بارہ والی میں نہ تھے۔

اور فضل بن شاذان علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ وہ سابقین صحابہ سے ہیں جنہوں نے رسول اللہؐ کی وفات کے بعد امیر المومنینؑ کی طرف رجوع کیا اور ابن عقدہ کہ اکابر محدثین سے ہے صاف کہتا ہے کہ وہ ان لوگوں سے ہیں جو اہل بیت رسالت پر منقطع تھے اور اس حبل المتین وعروۃ الوثقیٰ سے متمسک رہے۔

حقیر جامع اوراق کہتا ہے کہ جابرؓ کی خدمت بابرکت محمد باقرؑ میں پہنچنے اور ان کو رسول اللہؐ کا سلام پہنچانے کا قصہ ہم اس سے پہلے اسی کتاب میں لکھ چکے۔ اس کے بعد جابرؓ صبح شام آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ اہل مدینہ اعتراض کرتے کہ جابر کو دیکھو باوجودیکہ وہ اصحاب رسول خداؐ سے ایک باقی رہ گئے ہیں۔ صبح و شام اس لڑکے کے پاس جاتے ہیں۔ اس کے بعد جب وہ حضرت اپنے پدر بزرگوار سے نقل حدیث کرنے لگے۔ تو یہ لوگ کہتے کہ کس قدر جرأت رکھتے ہیں نقل حدیث میں۔ پس حضرتؑ رسول خدا سے روایت کرنے تو معترض ہوتے کہ ہم نے ایسا دروغ گو نہیں دیکھا کہ جس کو اس نے نہیں دیکھا اس سے نقل روایت کرتا ہے۔ حضرت نے یہ دیکھا تو بواسطہ جابر روایت کرنے لگے تو اس کو ان لوگوں نے قبول کیا اور تصدیق کی۔ راوی حدیث جناب صادقؑ کہتے ہیں وکان جابر واللہ یاتیہ ویتعلم منہ اور قسم خدا کی جابر آنحضرتؑ کے پاس تعلیم پانے آتے تھے نہ کہ ان کو تعلیم دینے۔

نیز کشی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ زرارہ نے حضرتؑ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور جابر سے نقل حدیث کرتے ہیں۔ ہم کو آپ کے ہوتے جابر سے کیا واسطہ۔ فرمایا جابر اس آیہ شریفہ کی تاویل سے آگاہ تھے۔ ان الذی فرض علیک القران لرادک الی معاد۔ بتحقیق کہ وہ خدا جس نے تجھ پر قرآن لازم

کیا ہے البتہ تجھ کو جائے بازگشت پر واپس لائے گا۔ ممکن ہے کہ مراد حضرت کی اس آیہ سے استدلال لانے سے یہ ہو کہ جابر بن عبداللہ رجعت پر عقیدہ رکھتے ہیں۔

دیگر۔ کشی میں ابوالزبیر سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ جابر عصا ٹیکتے کوچہ ہائے مدینہ میں پھرتے ہیں اور ان کی مجالس و محافل میں جاتے اور کہتے ہیں علیؑ خیر البشر فمن ابی فقد کفر۔ کہ علیؑ بعد رسول اللہؐ بہترین انسان ہیں جو اس سے انکار کرے کافر ہے۔ اے گروہ انصار اپنی اولاد کو محبت علی بن ابی طالب پر تادیب و تربیت کرو جو اس کو قبول نکرے اسکی ماں کے حال میں نظر کر دیعنی وہ ضرور بچہ بحرام جنی ہے۔ سچ ہے ؎

محبت شہ مرداں مجوز بے پدرے   کہ دست غیر گرفتہ است پائے مادر او

بالجملہ جناب جابر خالص دوست و شیعہ امیر المؤمنین۔ و مخلص بانی اہل بیت طاہرین تھے۔ مشہور ہے کہ معرکہ کربلا کے بعد زیارت سید الشہدا اور دیگر شہدا سب سے پہلے انہوں نے کی جیسا کہ شاعر کہتا ہے ؎

اوّل زائر جناب جابر ست   دل فدائے آنکہ اوّل زائر ست

یہ زیارت اس جناب کی کہ اتفاقاً عاشورہ محرم سے چالیس دن کے بعد اعنی ۲۰ صفر کو واقع ہوئی آنحضرات عالیات کے نزدیک ایسی مقبول و منظور ہوئی اور اس قدر تاکید اس کی کی گئی کہ ثانی الحال زیارت اربعین علامات مومن سے ایک علامت قرار پائی۔ مجلسی علیہ الرحمہ زاد المعاد میں تاکید زیارت آنحضرت بروز اربعین کی چند وجہیں نقل کرتے اور ان کو بعید ظاہر کرنے کے بعد کہتے ہیں "وجہیکہ از احادیث ظاہر مے شود آن ست اوّل کسی کہ از صحابہ حضرت رسالت پناہ بزیارت آنحضرت مشرف شد جابر بن عبداللہ انصاری بود و دراین

روز (اربعین) بکربلا رسید و آنحضرت را باشہدا زیارت کرد۔ چوں جابر از اکابر صحابہ بود و اساس ایں امر عظیم را گزاشت مے تواند بود کہ سبب مزید فیضان زیارت آنحضرت دراں روز شدہ باشد‘‘

ایک بڑی اور بے نظیر فضیلت جناب جابرؓ کی یہ ہے کہ وہ جملہ چہاردہ معصوم سے نصف حضرات کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ یعنی سات بزرگوں کی صحبت سے کسب فیوض فرمایا۔ حضرت رسولِ خدا کے عہدِ نبوّت کا بڑا حصّہ انہوں نے دراک کیا اور جملہ غزوات آنجنابؐ میں ہمراہ رکاب میمنت انتساب رہے جنگ خندق میں ایک بزغالہ و صاع بھر آرد جو سے سات سو گرسنہ اصحاب کو سیر کرنے کا رسول اللہؐ کا مشہور معجزہ انکے گھر میں ظاہر ہوا۔ زہرا، بتول فلذہ کبد رسول کی ہمکلامی سے مشرف ہوئے۔ وہ حضرت امیر کبیر سے صدر خلافت ابوبکر میں جبکہ دُنیا آپ سے برگشتہ ہوگئی تھی۔ گو نہ کشیدگی رہی مگر بہت جلد رجوع بحق ہوکر آپ کے برگزیدہ اصحاب میں داخل اور جنگ صفین وغیرہ میں ہمراہ رکاب فیض انتساب رہے۔

آپ کے جان نثاروں میں داخل تھے۔ دو ریحانۂ ہائے رسول سیّدا شباب اہل الجنّۃ جناب حسنین علیہما السّلام سے وہ کبھی علیحدہ نہیں ہوئے۔ ہر چند معرکۂ کربلا میں جناب سیّد الشّہداء کے ساتھ شریک نہیں ہو سکے۔ الاشدّتِ خلوص و حُسنِ عقیدت نے بے چین کر دیا۔ خبر شہادت سُنتے ہی چل کھڑے ہوئے اور روضۂ اقدس پر پُہنچکر زیارتِ شہدا کا شرف حاصل کیا اور ہمیشہ کے لئے زیارتِ اربعین کی بُنیاد رکھ گئے۔ امام زین العابدین سے اس قدر اخلاص بڑھا ہوا تھا کہ جب وہ جناب کثرتِ عبادت سے نحیف و زار ہو گئے تو زینب بنت امیر المومنین نے انہی کو منتخب کیا کہ آپ کو سمجھائیں۔ انہوں نے حق اخلاص کما ینبغی ادا کیا۔ چنانچہ تاریخ

آنجناب میں اس کا ذکر بیشتر گزرا۔ امام محمد باقرؑ کی فیض صحبت سے بھی وہ خالی نہیں رہے رسول اللہؐ کا سلام آپ کو پہنچایا۔ غرض جابرؓ کی طولانی عمر کے کارنامے بینظیر ہیں فطوبیٰ لہ وحسن مآب۔

ابو حمزہ ثمالی

ثابت بن دینار نام کنیت سے مشہور ہوئے۔ آپ نے جیسا کہ بیشتر کشف الحقائق میں ذکر ہوا امام زین العابدین کا زمانہ امامت ادراک کیا۔ محمد باقر و جعفر صادق کے راویان اخیار سے ہیں صدر امامت موسیٰ کاظم میں ۱۵۰ھ میں رہگرائے عالم باقی ہوئے۔ چار معصوموں کی خدمت سے مشرف ہونے سے ان کو سلمان ثانی کہتے ہیں۔ کیونکہ سلمان نے بھی حضرت رسالت پناہ امیر المومنین جناب حسنین کی خدمت گزاری کا شرف حاصل کیا تھا۔

مجالس المومنین میں ہے کہ تنہا شیعوں نے نہیں سنیّوں نے بھی ان سے روایت حدیث کی اور ثقہ و معتبر جانا ہے۔ ان کے بیٹوں سے نوح منصور و حمزہ تین اشخاص زید شہید کے ساتھ قتل ہوئے۔

رجال نجاشی سے نقل کیا ہے کہ ابو حمزہ ثمالی کوفی ثقہ تھے۔ آل مہلب بن ابی صفرہ نے ان کی ولا کا دعویٰ کیا مگر وہ انکے موالی سے نتھے۔ روایت حدیث بن ہمارے علماء اخیار سے ہیں۔ ثقات و مقبولین سے شمار ہوتے ہیں۔ کتاب تفسیر۔ کتاب نوادر حدیث و کتاب زہد انکی تصانیف سے ہیں

ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ثابت بن ابی صفیہ ابو حمزہ ثمالی مولیٰ مہلب بن ابی صفرہ ہے۔ انس و شعبی وغیرہ سے روایت کرتا ہے وکیع و ابو نعیم اور ایک جماعت نے اس سے روایت کی ہے۔ احمد بن حنبل و ابن معین نے کہا وہ کچھ چیز نہیں۔ ابو حاتم نے کہا لین الحدیث ہے

نسائی کا قول ہے کہ ثقہ نہیں۔ اور عبید اللہ بن موسیٰ سے نقل کیا کہ ایک روز میں ابو حمزہ کے پاس تھا کہ عبد اللہ بن مبارک اس کے پاس آیا۔ اور حدیث سُنتا اور لکھتا رہا تا اینکہ انہوں نے ایک حدیث عثمان کے بارے میں نقل کی اور اس کے اثنا میں مذمت عثمان کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر ابن مبارک اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور جس قدر ان کی روایات و احادیث سے لکھا تھا اس کو پھاڑ ڈالا اور وہاں سے چلا گیا سلیمان اس کو رافضیوں کی ایک قوم سے جانتا تھا۔ تمام ہوا کلام ذہبی ناصبی کا ذہب اللہ بنورہ۔ گو اس نے اپنی اہل نخلہ سے ابو حمزہ کی مذمّت نقل کی۔ تاہم اس قدر تو اس سے ثابت ہوا کہ جناب ابو حمزہ فضلائے شیعہ و کملائے فن حدیث سے تھے۔ تب تو وکیع و ابو نعیم و عبد اللہ بن مبارک جیسے بزرگان حدیث سُنیہ ان سے استفادہ کرنے کے لئے آتے تھے اور اخذ حدیث کرنیکے لئے انکے پاس حاضر ہوتے تھے۔ وھٰذا ھو المطلب۔

کشی علیہ الرحمہ نے ابو بصیر سے نقل کیا کہ اس نے کہا میں حضرت ابو عبد اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے ابو حمزہ کا حال مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے کہا میں ان کو بیمار چھوڑ آیا تھا۔ حضرت نے فرمایا جب تو واپس وطن جاوے تو میرا اسلام اس کو پہنچا ئیو۔ اور کہنا کہ فلاں مہینے میں فلاں دن میں تیرا انتقال ہوگا۔ ابو بصیر کہتے ہیں میں نے عرض کی۔ فدا ہوں حضرت پر قسم خدا کی اس کو تم سے اُنس ہے اور وہ تمہارا دوست و شیعہ ہے۔ فرمایا راست کہتا ہے۔ جو ہمارے پاس اسکے لئے ہے وہ اس سے بہتر ہے۔ عرض کی تمہارے کون کون شیعہ تمہارے ساتھ جنّت میں جائیں گے۔ کہا جو شخص خدا سے ڈرے اور طریقہ رسول اللہ صلعم پر چلے اور گناہوں سے پرہیز کرے۔ ایسا کرے گا تو روزِ قیامت ہمارے ساتھ ہمارے درجات میں ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم

کوفہ کو واپس آئے تو اس کے تھوڑے عرصہ بعد ابو حمزہ نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ کہتے ہیں کہ ابو حمزہ و زرارہ و محمد بن مسلم ایک ہی سال میں فوت ہوئے کوئی ایک سال بعد وفات حضرت ابو عبداللہؑ کے یا اس سے کچھ کم و زیادہ۔ اور ابو حمزہ کوفی تھا۔ حضرت امام رضاؑ فرماتے تھے کہ ابو حمزہ اپنے زمانے میں ایسے تھے جیسے کہ سلمان اپنے عہد میں تھے۔ کیونکہ انہوں نے ائمہ علیہم السلام سے چار شخصوں علی بن الحسین و محمد بن علی و جعفر بن محمد کی خدمت کی اور کچھ زمانہ موسیٰ کاظم کا ادراک کیا۔

نیز کشی کہتے ہیں کہ ابو حمزہ اور ان کے دو بیٹے علی و حسین اور محمد ان کا بھائی سب ثقہ و فاضل ہیں۔

عبداللہ بن شریک العامری

خلاصۃ الرجال علامہ حلّی رحمہ میں ہے کہ وہ علی بن الحسین زین العابدینؑ و محمد بن علی باقرؑ کے راویوں سے ہے۔ اور مختار کشی میں ہے کہ ایک روز محمد باقرؑ نے اس کے حق میں فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب عبداللہ بن شریک عمامہ سیاہ سر پر رکھے ہوئے اور گیسو دو شانوں کے درمیان لٹکائے ہوئے حضرت قائم آل محمد کے ساتھ چار ہزار مرد جرّار کے ساتھ میدان کارزار میں شرائط جنگ و جہاد بجا لا رہا ہے۔ یہ اشارہ ہے طرف زمان رجعت کے کہ عقائد شیعہ امامیہ اثنا عشریہ سے ایک عقیدہ ہے کہ بوقت ظہور موفور السرور حضرت قائم آل محمد کچھ کملائے مومنین و دیگر منافقین و جاحدین سے کسی قدر اس زمانے میں زندہ کئے جائینگے۔

نیز کشی رحمہ کی روایت ہے کہ عبداللہ بن شریک نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ امیرالمومنینؑ نے اہل جمل کو شکست دی تو حکم دیا کہ گریختہ کا تعاقب نکریں اور زخم خوردوں کو قتل نکریں جو اپنے گھر میں بیٹھ کر دروازہ بند کرلے وہ امن میں ہے

اور بروز صفین آپ نے بھاگے ہوؤں کا تعاقب کیا۔ مجروحوں کو قتل کرایا
ابان بن تغلب کہتا ہے کہ میں نے عبداللہ بن شریک سے کہا کہ یہ دو مختلف
سیرتیں حضرت امیرؑ سے ان دو موقعوں پر ظاہر ہوئیں۔ یہ کیا بات ہے عبداللہ
نے کہا جنگ جمل میں راس و رئیس فرقہ باغیہ طلحہ۔ زبیر مارے گئے تھے۔ فتنہ
دب گیا اور حق نے اپنے مرکز و مقام پر قرار لیا۔ بقیۃ السیف کا نیست و نابود کرنا
ضرور نتھا۔ بخلاف صفین کے کہ سردار باغیہ طاغیہ معاویہ علیہ الہاویہ زندہ و سلامت
تھا۔ وہاں مفروروں کو نروکنا مجروحوں کو باقی چھوڑنا اس مردود کی طاقت بڑھنے
دینا تھا۔ لہذا ان کے قتل کا حکم دیا۔

ابوبصیر

راویان اخبار ائمہ اطہار میں اس کنیت کے متعدد اشخاص
گزرے ہیں جو اپنے جُدا جُدا ناموں اور علیحدہ قوم و قبیلوں
سے شناخت کیئے جاتے ہیں۔ تاہم ان میں اس قدر ابہام اور ایسا خلط مبحث واقع
ہوا ہے۔ اور ایک کی روایت دوسرے سے اس کثرت سے منسوب کی گئی ہیں
کہ بڑے بڑے علمار رجال و محدثین کو ان میں التباس و اشتباہ ہوگیا۔ جناب
محمد مہدی بن سید حسن الموسوی الخوانساری نے اس بارہ میں ایک رسالہ عربی زبان
میں تصنیف کیا درحقیقت اس میں داد تحقیق دی ہے۔ اس میں تحریر ہے کہ
حسن بن داؤد رحمہ نے کہا کہ چار شخص اصحاب ائمہ اطیاب سے بکنیت ابوبصیر کہلاتے ہیں
اوّل ابوبصیر لیث بن البختری المرادی بقولے ابو محمد سے بھی کنیت کرتے تھے
وہ راویان شیعہ سے ثقہ۔ عظیم الشان تھے۔ جناب باقرؑ نے ان کے اور تین اپنے
دیگر اصحاب کے حق میں فرمایا بشر المخبتین بالجنۃ کہ محسنوں کو جنت کی بشارت
دو۔ وہ چار مبشر بجنۃ یہ ہیں۔ بُرید برائے مہملہ مفتوحہ بن معاویہ عجلی۔ ابوبصیر لیث بن
البختری المرادی مذکور۔ محمد بن مسلم ثقفی۔ زرارہ بن اعین۔ یہ چار دل نجبا و امینان

خدا سے ہیں۔ اسکے حلال وحرام پر وہ نہ ہوتے تو آثار نبوت منقطع و مندرس ہو جاتے۔ دوسرے ابو بصیر یحییٰ بن القاسم مکفوف پسر نافع۔ تیسرے ابو بصیر یوسف ابن حارث۔ چوتھے ابو بصیر عبد اللہ بن محمد اسدی انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

ابو بصیر عبد اللہ بن محمد الاسدی

کشی علیہ الرحمہ نے عبد اللہ بن وضاح سے اور اس نے ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے ابو عبد اللہ جعفر صادق ع سے ایک مسئلہ قرآن کا دریافت کیا۔ حضرت غضبناک ہوئے اور فرمایا میں ایک شخص ہوں جس کے پاس قریش وغیر قریش آتے رہتے ہیں۔ تم مجھ سے قرآن کے بارے میں سوال کرتے ہو پس میں آپکے آگے گڑگڑانے اور الحاح وزاری کرنے لگا تا اینکہ رضامند ہوئے۔ آپ کے پاس اس وقت اہل مدینہ سے ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس سے مخاطب تھے میں مکان کے دروازے پر دلگیر ہو کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں بشیر الدہان وہاں آیا۔ اور سلام علیک کرکے میرے پاس بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ ان سے دریافت کرو کہ آنحضرت ؐ کے بعد امام کون ہو گا۔ میں نے کہا اگر تم میرا حال دیکھتے کہ کس طرح جھڑکا گیا ہوں تو مجھے اس سوال کو نہ کہتے۔ حضرت ابو عبد اللہ اس مدنی سے گفتگو قطع کرکے میری سمت مڑے اور کہا اے ابو محمد تم کو ہمارے کاموں میں دخل دینا لازم نہیں۔ تمہارا کام یہ ہے کہ سنو اور اطاعت کرو۔ تمام ہوئی روایت کشی کی۔

رسالہ مہدیہ مذکورہ میں اس کی نقل کے بعد لکھا ہے کہ میرے نزدیک کشی رح کا اس روایت کا یہاں وارد کرنا بے وجہ ہے کیونکہ حدیث سے نہیں پایا جاتا کہ اسکا راوی ابو بصیر۔ عبد اللہ بن محمد اسدی ہو بلکہ ظاہر امر اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ جہانتک کہ ہم کو معلوم ہے علم رجال میں کہیں اس کا ذکر نہیں کہ جسبیر عبد اللہ ابو محمد کنیت

کا اطلاق ہوا- وہ اصحاب صادقؑ سے ہے- شیخ رح و ابن عقدہ نے اس کو اصحاب صادق سے شمار نہیں کیا ہے بلکہ اصحاب باقرؑ سے کہا ہے اور ابو بصیر راوی حدیث مذکور نے اس کو حضرت صادقؑ سے روایت کیا ہے- اور عبداللہ وضاح جس نے اس سے روایت کیا وہ راویان موسیٰ کاظم سے ہے پس مظنون یہ ہے کہ ابو بصیر کہ اس اسناد میں ذکر ہوا ہے یحییٰ بن قاسم ہے کہ ابو محمد اس کی کنیت بھی ہے- شیخ کا قول ہے کہ عبداللہ بن محمد اسدی کوفی جسکی کنیت ابو بصیر ہے اصحاب محمد بن علی باقر سے ہے-

اور ابو بصیر یوسف بن حارث تبری

صاحب رسالہ اس کی نسبت کہتے ہیں کہ ہم کو یوسف مذکور کے تبری ہونے پر وثوق ہے نہ اس پر کہ ان کی کنیت ابو بصیر تھی- ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ حضرات ائمہ علیہم السّلام سے کسی امام کے اصحاب میں داخل بھی تھے کسی عالم کو نہیں پایا کہ ان کے لئے کوئی اصل ذکر کرے- یا اس کی تصنیف سے کسی کتاب کا نام لے- حتیٰ کہ ہم کو یہ بھی پتہ نہ لگا کہ کوئی حدیث ان کی روایت کردہ ہو-

ابو بصیر یحییٰ بن ابی القاسم الاسدی مکفوف

علمائے رجال نے کہا ہے کہ افقہ اوّلین چھ نفر ہیں- زرارہ معروف بن خربوذ- برید العجلی- ابو بصیر اسدی- فضیل بن یسار- محمد بن مسلم- طائفی ثقفی- نیز انکا قول ہے کہ افقہ ان سب میں زرارہ تھے- مگر بعض نے بجائے ابو بصیر اسدی کے ابو بصیر مرادی یعنی لیث بن البختری کو بیان کیا ہے یحییٰ کے باپ ابو القاسم کا نام اسحاق بتایا گیا ہے- یہ سب اصحاب اطیاب ابو جعفر محمد باقرؑ اور راویان اخبار اس جناب سے ہیں- یحییٰ بن ابی القاسم کے ہم نام یحییٰ بن قاسم حذّار ازدی واقفی اور بھی ہے- محمد بن مسعود کہتا ہے کہ

میں نے حسن بن علی فضال سے اس ابو بصیر (ابو بصیر حذار) کی بابت دریافت کیا کہ کیا وہ متہم بغلو تھا۔ کہا غلو سے تو متہم نہیں تھا۔ مگر مخلط[1] ضرور تھا۔ اس کی ایک کتاب مناسکِ حج میں ہے۔ ابو جعفر و عبد اللہ کے راویوں سے تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ یحییٰ بن ابی القاسم اسدی ہے نہ یحییٰ مذکور۔ دیگر یحییٰ حذار اصحاب موسیٰؑ کاظم کے زمرہ میں ہے بخلاف یحییٰ اسدی کے کہ اصحاب ابو جعفر سے ہے۔ دیگر حذار معروف بوقف ہے۔ یحییٰ اسدی اس نسبت سے پاک ہے اور سب سے بڑا فرق جو یحییٰ بن ابی القاسم کو یحییٰ حذار اور اوروں سے جدا کرتا ہے یہ ہے کہ وہ مکفوف (نابینا) تھے۔

علی بن ابی حمزہ کی روایت ہے کہ ایک روز میں ابو بصیر کو حمام میں لے گیا۔ دیکھا میں نے کہ حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق نے موئے بغل لینے کو نورہ کا طلا کر رکھا ہے۔ میں نے ابو بصیر کو اس کی خبر دی۔ کہا مجھے تئیں آنحضرت کے نزدیک لے چلو تا کہ اس مقدمہ میں ان سے سوال کروں کہا میں ان کو دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے کہا تو دیکھتا ہے میں تو نہیں دیکھ سکتا پس میں آنحضرت کے نزدیک لے گیا۔ بولے فدا ہوں حضرت پر۔ میرا قائد (رہنما) کہتا ہے کہ حضور نے بغلوں میں نورہ کا طلا کر رکھا ہے۔ فرمایا ہاں اے ابو محمد بغلوں کے بالوں کو موچنے سے چننا ضعف بصارت کا باعث ہے۔ طلا

---

[1] مخلط وہ شخص ہے کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب کو دوست رکھے مگر انکے دشمنوں سے برائت و بیزاری نہ کرے۔ اور بعض کا قول ہے کہ یہ کہنا کہ میرا صاحب مخلط ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ کبھی جبر کا قائل ہے کبھی قدر کا اور کوئی مذہب اس کا ایسا نہیں جس پر قائم و ثابت ہو ۱۲ مجمع البحرین۔

نورہ بالوں کو بسہولت پاک وصاف کرتا ہے۔ صاحب رسالہ کہتے ہیں کہ یہ روایت اور اس کے سوا دیگر اخبار و احادیث دال ہیں کہ وہ نابینا ہے اور اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ نیز یہ کہ ابوحمزہ و ابوبصیر یحییٰ بن قاسم حذار عرصہ تک ان کی قیادت و راہبری کا کام دیتے رہے ہیں۔ دیگر کہ ابوبصیر یحییٰ بن ابی القاسم اسدی نے ابتدائے عہد امامت موسیٰ بن جعفر میں دنیا سے رحلت کی۔ اور ابوبصیر ازدی واقفی اس کے بہت دنوں بعد یعنی حضرت امام رضا کے امامت کے زمانے تک زندہ تھے۔ تب تو واقفی کہلائے کیونکہ واقفی وہی ہیں جنہوں نے موسیٰ کاظم کی رحلت کے بعد ان کی امامت پر وقف کیا۔ امام رضا کی امامت پر ایمان نہ لائے ہر چند آخر کار وہ اس عقیدۂ فاسدہ سے تائب ہو گئے تھے۔ اور یہ امر کہ ابوبصیر اسدی نے صدر عہد امامت موسیٰؑ میں رحلت کی اس سے پہلے ہم عقد الناظم تاریخ موسیٰؑ کاظم میں لکھ چکے کہ جب حضرت حسب الطلب مہدی بن منصور عباسی عراق کو چلے تو ابوبصیر معہ اپنے شاگرد ابوحمزہ ہمراہ رکاب تھے۔ زبالہ کے مقام پر قیام ہوا تو حضرت نے ابوحمزہ کو بلا کر چند وصیتیں کیں کہ کوفہ پہنچکر ایسا اور ایسا کرنا۔ ابوبصیر اس پر دلگیر ہوئے کہ میرے ہوتے میرے شاگرد سے مخاطب ہوئے اور اس کو وصیتیں کرتے ہیں۔ دوسرے روز ابوبصیر کو بخار چڑھ گیا۔ تو انہوں نے ابوحمزہ سے کہا کہ میں اس بدظنی سے کہ اپنے مولیٰ آقا جناب موسیٰ کی طرف کی توبہ کرتا ہوں۔ حضرت نے جو مجھے چھوڑ کر تم سے خطاب کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جانتے تھے کہ میں کوفہ نہیں جاؤں گا بلکہ میں فوت ہونگا۔ پس ابوبصیر نے مقام زبالہ ہی میں وفات پائی اور ابوبصیر یحییٰ بن القاسم الحذار اس کے بہت دنوں بعد زمانہ امامت امام رضا تک زندہ رہے۔

الحاصل ابوبصیر اسدی بڑے پائے کے شخص تھے۔ امامین علیہما السلام کے نزدیک ان کا بڑا مرتبہ تھا۔ شعیب عقرقوفی کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابوعبداللہؑ سے عرض کی کہ بیشتر اوقات ہم کو کسی مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی ہے ایسا موقعہ وہاں ہو تو کس سے سوال کریں۔ حضرت نے فرمایا علیك بالاسدی۔ تم کو لازم ہے کہ ابوبصیر اسدی سے مسئلہ دریافت کرو۔

ابوبصیر لیث بن البختری المرادی

اصحاب حضرت ابوجعفر محمد باقر و ابوعبداللہ جعفر صادق و راویان اخبار آنحضرات سے عظیم الشان و رفیع المکان ہیں انکی صداقت و ثقاہت پر فرقۂ حقّہ کا اجماع خلفاً عن سلف چلا آیا ہے۔ جہاں ابوبصیر کا اطلاق بلا قید ہوتا ہے اس سے یہی لیث مرادی مراد ہوتے ہیں۔ جناب صادق کا قول ہے کہ جنہوں نے ہمارے ذکر کا احیا کیا اور میرے باپ کی احادیث کو خلائق کے درمیان پھیلایا۔ ابوبصیر لیث المرادی ہے اور زرارہ و محمد بن مسلم و برید ابن معاویۃ العجلی یہ نہوتے تو کوئی دین کا انبساط نکر سکتا یہ حافظان دین اور امانتدار ہیں میرے باپ کے انکے حلال و حرام پر۔ سبقت کرنے والے ہیں ہماری طرف دنیا میں اور سبقت کرینگے ہماری جانب آخرت میں۔ نیز آنحضرتؑ نے فرمایا کہ میرے باپ کے اصحاب یعنی اشخاص وغیرہم باعث زینت تھے زندگی میں اور مرنے کے بعد ھؤلاء قوامون بالقسط قوالون بالقسط۔ وہ قائم ہونے والے ہیں عدل و انصاف پر۔ اور قائل ہیں اس کے ھؤلاء السابقون السابقون اولئك المقربون۔

شعیب عقرقوفی کہتے ہیں کہ میں نے ابوبصیر مرادی سے ذکر کیا کہ میں نے حضرت ابوعبداللہؑ سے ایک عورت کی بابت سوال کیا کہ اس نے باوجودیکہ شوہر دار تھی

دوسرے مرد سے نکاح کرلیا۔ حضرت نے کہا عورت سنگسار کی جائے گی اور مرد کے سو دُرّے لگیں گے کہ تحقیق کیوں نہ کیا۔ پھر شعیب نے کہا کہ میں حضرت ابوالحسن کی خدمت میں پہنچا تو ان سے بھی یہ سوال کرنے کا اتفاق ہوا کہ امراۃ تزوّجت ولھا زوج فرمایا عورت کو رجم کیا جائے گا ولاشئ علی الرّجل مرد پر کوئی مواخذہ نہیں یہ سُن کر ابوبصیر نے اپنے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور کہا میرا گمان یہ ہے کہ ہمارے صاحب یعنی جناب ابوالحسن موسیٰؑ کا علم و حکمت ابھی پورا نہیں ہوا مجھے خود حضرت صادق نے فرمایا ہے کہ عورت رجم کی جائے گی اور مرد پر کوئی حد نہیں۔ صاحب رسالہ نقل روایت کے بعد کہتے ہیں کہ غالبًا یہ ذکر حضرت صادقؑ کے زمانے کا ہے۔ جبکہ جناب ابوالحسن موسیٰؑ امام نہتھے۔ اور علم امام کا فیضان مبداءِ فیاض سے اسکے قلب پر اس وقت کامل ہوتا ہے جبکہ امامت انکی طرف منتقل ہوتی ہے پس معنی کلام ابوبصیر کے یہ ہوں گے کہ میرا گمان یہ ہے کہ چونکہ ہمارے صاحب یعنی حضرت ابوالحسن اس وقت امام نہیں لہذا انہوں نے ان کا علم کمال کو نہیں پہنچا۔ مگر اس پر یہ وارد ہوتا ہے کہ گو وہ حضرت اس وقت امام نہتھے الّا ملکہ عصمت کہ بحکم خدا نفس کو وقوع فی الخطاء سے نگاہ رکھتا ہے تو ان کو حاصل تھا۔

پس حق یہ ہے کہ قول ابوالحسن اس وقت کا ہے جبکہ زوج یعنی ناکح کو اصلاً معلوم نہتھا کہ اس کے شوہر ہے اور قول ابوعبداللہ اس وقت کا جبکہ جانتا تھا کہ شوہر دار ہے اس نے نکاح کیا اور ہم بستر ہوا اور حاکم شرع کے نزدیک بشہادت شرعیہ اس کی موت ثابت نہ کر سکا۔ پس دونوں قولوں میں تخالف و تضاد نہ ہے گا پھر صاحب رسالہ کہتے ہیں کہ تقریر جواب اس کے کہ ابونصیر سے بھی الزام رفع ہو جائے اس طرح پر ہے کہ یہ واقعہ جناب صادقؑ کے زمانے کا ہے اور ابوبصیر کو اس وقت

یہ معلوم نتھا کہ آنحضرت کے بعد ابوالحسن موسیٰؑ امام ہوں گے۔ خاصکر جبکہ عبداللہ انکے بڑے بیٹے حضرت صادقؑ کے موجود تھے بلکہ شاید اسمٰعیل بن جعفر بھی اس وقت بقید حیات ہوں پس اس سے بے اختیار وہ کلمات صادر ہو گئے۔ اس تقریر سے جواب ظاہر و ایراد دفع ہوا۔

زرارہ بن اعین

بزرگان اصحاب اولوالالباب حضرت ابوجعفر محمد باقرؑ۔ و ابو عبداللہ جعفر صادق سے ہیں۔ شیخ و بزرگ تھے علمائے شیعہ کے اپنے زمانے میں اور ان سے مقدم تھے اور قاری و فقیہ۔ متکلم۔ ادیب و شاعر تھے اور حلیہ فضیلت و دین داری سے آراستہ تھے۔ پیشتر حال ابوبصیر میں گزرا کہ آپ معہ برید عجلی و محمد بن مسلم و ابوبصیر ان چار بزرگوں سے ہیں جنہوں نے بقول جناب صادق اخبار و احادیث محمد باقرؑ خلائق کو پہنچائیں۔ یعنی دین خدا سے ان کو آگاہ کیا وہ نہوتے تو اخبار و آثار رسالت منقطع و مندرس ہو جاتے۔ نیز حضرت صادقؑ کا قول ہے کہ وہ میرے باپ کی احادیث کے نگہبان تھے اور بشمول معروف بن خربوز و فضیل بن یسار وہ چھ اشخاص افقہ اولین ہیں اور فقیہ تر ان چھ میں بھی زرارہ بن اعین ہی ہیں۔ جمیل بن دراج کہتے ہیں کہ میں ایک روز در دولت جناب صادق علیہ السلام پر حاضر ہوا تو ایک مرد کو فہ کا رہنے والا ہمارے اصحاب سے اندر سے نکلتا ہوا ملا۔ حضور میں پہنچا تو فرمایا۔ تونے یہاں سے جاتے ہوئے کسی کو دیکھا۔ عرض کی ہاں ایک شخص شیعیان سے کوفہ کا رہنے والا ملا تھا۔ فرمایا اس کی اور اس جیسے اوروں کی روح کو حق تعالیٰ پاکی و تقدس نہ بخشے۔ اس نے اس وقت ان لوگوں کا ذکر کیا جو میرے باپ کے حرام و حلال کے امین اور انکے صندوق علم تھے اور اسی طرح آجتک میرے اسرار

کی امانت ان کے سپرد ہے۔ حق تعالیٰ اہلِ زمین سے بدی ان کی خاطر سے دور کرتا ہے۔ وہ ہمارے شیعوں میں زندہ و مُردہ بمنزلہ سیارگان آسمان روشن و درخشاں ہیں۔ وہ میرے باپ کی یاد کو دلوں میں تازہ کرنے والے ہر بدعت کو دفع کرتے اور انتحال اور بطلان کو اس دین سے رفع کرتے ہیں اور غالیوں کی تاویلات کو مٹاتے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ گریاں ہوئے راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی وہ خوش نصیب کون کون اشخاص ہیں۔ فرمایا وہ وہ ہیں کہ صلوات خدا اور اس کی رحمت ان پر نازل ہو۔ برید عجلی۔ زرارہ۔ ابوبصیر۔ محمد بن مسلم۔ لیکن اے جمیل اس مرد کا حال عنقریب تجھ پر کھُل جائے گا۔ جمیل کہتا ہے۔ قسم خدا کی اس بات کو زیادہ عرصہ نہوا تھا کہ میں نے اس مرد کو دیکھا کہ اصحاب ابوالخطاب میں شامل ہے۔ اس وقت میرے مُنہ سے بے ساختہ یہ کلمہ نکلا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کہ حق تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت کو قرار دے۔ پھر جمیل نے کہا کہ اس کے بعد ہم اصحاب ابوالخطاب کو ان اشخاص کی عداوت سے شناخت کیا کرتے تھے۔

کشی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ زرارہ نے کہا مجھ سے ابوعبداللہ جعفر صادق ؑ نے فرمایا۔ اے زرارہ تمہارا نام جو اہلِ جنت کے ناموں میں لکھا ہوا ہے وہ بے الف ہے یعنی اس میں کوئی الف نہیں آیا زرارہ میں الف ہے۔ میں نے کہا ہاں فدا ہوں حضرت پر میرا اصلی نام عبد ربہ ہے اور زرارہ بعد کو میرا لقب مقرر ہوا اور ہشام بن سالم سے نقل کیا کہ زرارہ نے کہا قسم

۱؎ شعر دیگرے را یا مذہب دیگرے را بر خود بستن ۱۲ صراح

خدا کی میں ابو عبد اللہ علیہ السّلام سے ایک حرف فتوے کا سُنتا ہوں تو میرا ایمان اس سے تازہ اور قوی ہوتا ہے۔

فائدہ ومنفعتہا الیک عائدہ

یہ بات ظاہر ہے اور ناظرین سلسلہ ہذا پر بخوبی روشن کہ حضرات ائمہ معصومین برگزیدگان الٰہ العالمین سے زمانہ کبھی موافق نہیں ہوا۔ خلفاء امویہ و عباسیہ ان کے خون کے پیاسے جان کے دشمن آزار و استیصال کے درپے رہتے ماتحت حکام بلکہ عامہ خلائق ان میں عیب نکالتے۔ ان کے محاسن کو چھپاتے ہر حیلہ وبہانہ سے انہیں ستانے و ایذا دینے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ انکے دوستوں اور شیعوں کا حال اس سے بدتر تھا۔ ان کو جہاں پاتے ڈھونڈ کر نکالتے۔ قید و قتل کرتے۔ زندہ دیواروں میں چنوا دیتے۔ پس عیش و آرام ان سے مفقود۔ انواع و اقسام کے عذاب ان کے واسطے موجود رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ جو کوئی آنحضرات کے زمانے میں اپنی محبّت وحُسن عقیدت کا اظہار کرتا تو فرماتے فاستعد للبلاء جلبابًا۔ تیر آفات کا نشانہ بننے اور مصیبتیں جھیلنے کو تیّار ہو جاؤ۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ آل رسول کی محبّت ان مدعیان اسلام کے نزدیک وہ ناقابل معافی جرم تھا کہ اِدھر اس کو زبان سے نکالا۔ اِدھر مصائب و آفات کا آسمان سر پر ٹوٹ پڑا۔ پھر جان مال عزّت آبرو کسی شے کی خیر نہیں۔ اس احقر کے نزدیک اُس وقت پر موقوف نہیں آج اس کو بارہ سو برس گزر گئے اس وقت بھی اگر انگریزی سلطنت کا سایہ معدلت گستر سر پر نہ ہو تو یہ ہمارے لئے وہی دن موجود ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بالجملہ یہ حضرات عالیات کبھی کسی کے آگے اپنے خالص دوستوں اور شیعوں کا ذکر خیر زبان پر نہ لاتے۔ بلکہ اغیار کے سامنے

سامنے بیشتر اوقات ان سے بیگانگی و مغائرت کا اظہار کرتے بلکہ ان کی جان بچانے کے لیئے مذمت و منقصت تک کر جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب صادق ؑ کو زرارہ جیسے اپنے مخلص باپ کے فدائی سے بعض اوقات برائت و بیزاری اور انکو بلا ذم و تنقیص کرنی پڑتی ہے۔ رجال کشی میں عمران زعفرانی سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا میں نے حضرت ابو عبداللہ کو سنا اور ہم اس وقت بارہ نفر حاضر خدمت تھے کہ آپ نے ابو بصیر سے خطاب کر کے فرمایا کسی نے اسلام میں ایسا احداث نہیں کیا جس قدر کہ زرارہ نے احداثِ بدعات کیا ہے۔ لعنتِ خدا ہو اسپر اور مسعدہ بن صدقہ سے روایت کیا کہ ابو عبداللہ نے کہا۔ کچھ لوگوں کو ایمان عاریت دیا جاتا ہے پھر ان سے چھین لیا جاتا ہے۔ ان کو بروز قیامت معارون (عاریت دادہ شدہ) کے نام سے پکاریں گے۔ آگاہ رہو کہ زرارہ بن اعین ان میں سے ایک ہے۔ انتہیٰ یہ باتیں یقیناً اغیار کے مواجہ میں ان کی جان و مال و عزت و آبرو کی حفاظت کی خاطر ارشاد ہوئیں ورنہ حقیقت میں جناب زرارہ کے فضل و شرف میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ رجال کشی میں حسین بن زرارہ سے نقل ہے کہ اس نے حضرت ابو عبداللہ سے کہا۔ میرے باپ نے حضرت کو سلام کہا ہے اور عرض کیا ہے کہ فدا ہوں حضرت پر۔ لوگ ایک ایک دو دو آکر مجھ سے کہتے ہیں کہ حضرت نے بدی اور برائی سے تیرا ذکر کیا ہے۔ فرمایا اپنے باپ کو ہمارا اسلام پہنچانا اور کہنا کہ میں دُنیا و آخرت دونو جگہ تیرا بھی خواہ ہوں۔ اور قسم خدا کی میں تجھ سے رضامند ہوں۔ اس کے بعد لوگ جو ان کا جی چاہے کہیں تو اس کی ذرا پروا نکر۔

بروایت دیگر عبداللہ بن زرارہ سے فرمایا۔ اپنے باپ کو ہمارا اسلام کہو اور کہیو کہ میں نے جو لوگوں کے سامنے تم کو برائی سے یاد کیا اس کی وجہ یہ ہے

کہ یہ لوگ ہمارے دشمن ہیں۔ ہمارے دوستوں اور مقرّبوں کی ایذا دہی پر تُلے رہتے ہیں۔ اور ہماری محبّت کی وجہ سے ان میں طرح طرح سے عیب نکالتے اور بدنام کرتے ہیں آخر انکے قتل وتباہی کے باعث ہوجاتے ہیں اور ہمارے دشمنوں کے ساتھ دوستی کرتے ہیں جن کی ہم مذمّت کرتے ہیں یہ ان کی مدح و ستائش کرتے اور سر پر بٹھاتے ہیں۔ تم اے زرارہ ہم سے محبّت اور اس طرف میلان ورغبت رکھنے میں شہرت پاگئے ہو۔ لاجرم یہ لوگ تم سے عداوت کرنے لگے۔ اب جو تمہاری ذمّ وتنقیص ہماری طرف سے شائع ہوگی تو ان کی حالت بدل جائے گی اور تمہاری عداوت ان کے دلوں سے فرو ہوجائیگی اور بجائے مذمّت کے تمہارے مدح خواں ہوں گے۔ اور تم ان کے نزدیک محمود و ستودہ ہوجاؤ گے۔ پس جو کچھ ادھر سے ہوا مصلحتہً ان کی شرارتوں کے دفعیہ کی نظر سے ہوا جیسا کہ خضر علیہ السّلام نے مصلحتہً صحیح وسالم کشتی کو عیب دار کردیا تھا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ امّا السّفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر فاردت ان اعیبھا۔ وکان وراءھم ملک یاخذ کل سفینۃ غصبًا۔ لیکن کشتی پس وہ کچھ مسکینوں کا مال تھا جو اس دریا میں کام کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ اس کو عیب دار کردوں اور تھا ان کے پرلی طرف ایک بادشاہ (ظالم) جو ہر ایک کشتی کو بروئے غصب لے لیتا تھا حضرت نے فرمایا۔ پس اے زرارہ کہ رحمتِ خدا ہو تیرے اوپر میرے نزدیک تو تمام لوگوں سے احبّ ناس ہے۔ اور میرے باپ کے اصحاب میں سب سے زیادہ محبوب تو اس بحرِ ذخار میں بہترین سفن ہے اور دشمنانِ دین اس کو بحر ہدیٰ میں ثابت و سالم دیکھ کر غصب کرنے کے درپے ہیں۔ میں عیب لگا کر ان سے اس کے بچاؤ کی فکر کرتا ہوں۔ تمام ہوئی روایت کشی رحمہ اللہ کی۔

یہ فائدہ ہر ایک موقعہ پر جہاں کہ بزرگان اصحاب ائمہ اطیاب سے کسی کی مذمت میں کوئی حدیث پائی جائے۔ یاد رکھا جائے۔ اور رنگ زمانہ کو خیال میں لاکر حسب مصلحت مذکورہ بالا اس حکمت عملی کو موجب بقا اس فرقہ ناجیہ کا سمجھنا چاہیئے۔ بہت ہی راست فرمایا ہے جناب صادق آل محمد نے کہ تقیہ میرا اور میرے باپ دادا کا دین و آئین ہے۔ فی الحقیقت سپر تقیہ ان لوگوں کے پاس نہوتی تو اس مذہب کا نام و نشان نہ ملتا چہ جائیکہ علوم دین ان میں مرتب و مہذّب ہوئے اور آج لاکھوں نہیں کروڑہا بنی آدم اس مذہب سے متذہب ہیں۔

برادران زرارہ

کشی رح نے حسن بن علی بن یقطین سے روایت کی ہے اس نے کہا مجھ سے میرے اساتذہ و مشائخ نے بیان کیا کہ حمران۔ بکیر۔ عبدالملک و عبدالرحمٰن پسران اعین و زرارہ بن اعین تمام راہِ راست پر تھے۔ اور وہ چاروں عہد امامت ابو عبیداللہ میں فوت ہوئے۔ فقط

زرارہ امام موسیٰ کاظم کے زمانے تک زندہ رہے۔ اور جو کچھ پیش آنا تھا ان کو پیش آیا۔ یہ سب کے سب اصحاب ابو جعفر محمد باقر سے تھے۔

نیز۔ ربیعۃ الرای سے نقل کیا کہ اس نے حضرت ابو عبداللہ کی خدمت میں عرض کی یہ چند برادران جو عراق سے حضرت کے پاس آتے ہیں کون لوگ ہیں۔ میں نے حضور کے اصحاب میں ان سے بہتر و خوبرو تر کسی کو نہیں دیکھا فرمایا یہ پسران اعین میرے باپ کے اصحاب سے ہیں۔

محمد بن مسلم ثقفی طائفی کوفی

ان کا حال پہلے کشف الحقائق میں بزمرہ اصحاب جناب صادق مذکور

ہوا۔ بحیثیت اصحاب باقرؑ میں شامل ہونے کے یہاں ذکر ہوتا ہے۔ آپ اماميين ہمامین کے راویان ثقات و اصحاب عالیدرجات سے ہیں۔ خاصکر جناب باقرؑ کے حواری و انصار میں معروف و ممتاز تھے۔ چار سال متصل مدینہ منورہ میں حاضر محفل خلد مشاکل رہ کر کسب علوم و فیوض کیا کئے۔ ان کا قول ہے کہ جس مسئلے میں مجھ کو شک و شبہ عارض ہوتا۔ حضرت سے دریافت کرکے صاف کرتا۔ اس طرح پر تیس ہزار احادیث اس جناب سے اخذ کیں۔ اور آپ کی وفات کے بعد سولہ ہزار حدیث جناب صادقؑ سے سماعت کی۔ انکی تصنیف سے ایک کتاب احکام حلال و حرام میں چار صد مسئلہ نام یادگار رہی۔ عبدالرحمٰن بن حجاج و حمّاد بن عثمان کا قول تھا کہ شیعوں میں محمد بن مسلم کی برابر کوئی فقیہ نہ تھا۔

نیز کشف الحقائق میں گزرا کہ ایک بار امام باقرؑ نے ان کو کہا اے محمد تواضع و فروتنی اختیار کرو۔ تو اس کلام ہدایت التیام سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ٹوکرا کھجوروں سے بھر کر درِ مسجد پر جا بیٹھے اور خرما فروشی کرنے لگے۔ اس کو چھوڑا تو شتر بارکش لیکر خراس کھولدیا۔ آٹا پسواتے تھے۔ چنانچہ اسی وجہ سے لوگ ان کو طحان (پسنہارا) کہنے لگے تھے۔

نیز وہ ہیں صاحب معجزہ مشہورہ جناب باقرؑ کے کہ ایک مرتبہ درد پہلو میں مبتلا ہوئے تو حضرت نے ایک کوزہ شربت سرد کا بھیجا اس کو پی کر یا تو ہل نہ سکتے تھے یا اُٹھ کر اپنے پاؤں خدمت میں حاضر ہوئے کانّما نشط عن عقال گویا کہ رسن میں بندھے ہوئے چھوٹ گئے۔ وقد مرّ سابقًا۔

مختار کشی علیہ الرحمہ میں ہے کہ عبداللہ بن یعفور نے جناب صادقؑ کی خدمت میں عرض کی کہ بعض اوقات ہمارے اصحاب شیعہ کو ایسے مسائل پیش آجاتے

ہیں جن کا میں جواب نہیں دے سکتا تو حیران ہوتا ہوں کہ کیا کروں - فرمایا فما یمنعک من محمد بن مسلم الثقفی - کون شے تجھ کو منع کرتی ہے کہ محمد بن مسلم سے دریافت کرلے - بتحقیق کہ وہ میرے پدر عالی قدر سے سماعت حدیث کرتے رہے اور آنحضرتؑ کے نزدیک قدر و منزلت رکھتے تھے -

نیز کشی رحہ نے ابو کہمش سے روایت کی اس نے کہا میں ابو عبداللہ جعفر صادقؑ کے پاس حاضر ہوا تو حضرت نے کہا محمد بن مسلم ثقفی نے ابو لیلی قاضی کے پاس شہادت دی اس نے اس کو قبول نکیا رد کی - میں نے عرض کی ہاں ایسا ہوا - فرمایا کوفہ پہنچو تو اس کے پاس جاؤ - اور کہو کہ تجھ سے تین مسئلے دریافت کرتا ہوں ان کا جواب بروئے قیاس نہ دینا اور نہ کہنا کہ ہمارے اصحاب نے اس میں یہ کہا ہے وہ کہا ہے - یعنی جواب فقط حدیث رسول اللہ سے ہو - پس اوّل فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں شک کا حکم دریافت کر - پھر بدن یا کپڑے کے پیشاب سے نجس ہونے پر ان کا طریق تطہیر پوچھ - بعد ازاں یہ مسئلہ استفسار کر کہ ایک شخص حج میں سات سنگریزوں سے رمی جمرات کرنا چاہتا تھا ایک کنکری اس سے گر گئی تو کیا کرے گا - جب کوئی حدیث اس پر نلاسکے تو کہنا جعفر بن محمد نے کہا ہے کہ تو نے ایسے شخص کی شہادت کس لئے رد کی کہ جو احکام خدا و سیرۃ رسول خدا کا تجھ سے زیادہ دانا ہے - ابو کہمش راوی کہتا ہے کہ میں کوفہ آیا تو قبل اس کے کہ اپنے مکان کو جاؤں ابو لیلی کے پاس گیا اور مسائل مذکورہ اس کے آگے پیش کئے اور کہدیا کہ اپنی رائے اور اقوال علماء کا جواب میں دخل نہو - کہا سوال کر - میں نے پہلا سوال فرضیہ کی پہلی دو رکعتوں میں شک کا پوچھا - سن کر سر جھکا لیا اور ذرا سوچکر بولا - قال اصحابنا - ہمارے اصحاب نے اس میں ایسا اور ایسا کہا ہے - میں نے کہا میں پہلے ہی یہ شرط کر چکا ہوں کہ

قول اصحاب کا مذکور نہ ہو۔ کہا تو میرے پاس اس مسئلے میں کوئی حدیث نہیں
پھر کہا بدن یا کپڑے کو پیشاب لگ جائے تو اس کی تطہیر کا کیا طریق ہے
اس میں تھوڑے تامل کے بعد اس کے مُنہ سے وہی کلمہ نکلا کہ ہمارے اصحاب
کا یہ قول ہے۔ میں نے پھر ٹوکا کہ پہلے ہی شرط کر چکا ہوں۔ بعد ازاں رمی
جمرات والا مسئلہ پیش کیا اس میں بھی وہی جواب اس کا تھا۔ اس وقت میں نے
کہا کہ جعفرؑ بن محمدؑ نے کہا ہے کہ تو نے اس مرد کی شہادت کیوں رد کی جو تیری
نسبت احکامِ خدا و سنّت رسول اللہ کا زیادہ دانا ہے۔ کہا وہ کون ہے
میں نے کہا محمد بن مسلم ثقفی طائفی۔ بولا تجھے خدا کی قسم ہے کیا درحقیقت
جعفرؑ بن محمدؑ نے تجھ سے ایسا کہا۔ میں نے کہا واللہ جناب جعفر نے مجھے یہ
پیغام دے کر تیرے پاس بھیجا ہے۔ ابولیلیٰ نے آدمی بھیجکر محمد بن مسلم کو
بلوایا اور دوبارہ اس کی شہادت لیکر اس کو نافذ کیا۔

نیز۔ مختار کشی میں ہے کہ اصحاب جعفر صادق سے دو شخص شریک قاضی
کے پاس گئے اور کہا اے ابوعبداللہ ہم کو ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ کہا
کس معاملے میں۔ کہا نماز میں۔ شریک نے کہا دریافت کرو جو چاہو۔ انہوں نے
کہا ہم چاہتے ہیں کہ تم جواب میں یہ نہ کہو کہ فلاں نے اس میں یہ کہا ہے اور فلاں
نے یہ۔ صرف وہ جواب درکار ہے جس میں حدیث رسول اللہ سے استناد ہو
کہا اچھا کہو کیا کہتے ہو۔ کہا قصر کتنی مسافت پر ہوتا ہے۔ کہا عبداللہ بن مسعود کا
اس میں یہ قول ہے اور فلاں کا یہ۔ انہوں نے کہا ابن مسعود اور فلاں فلاں
کی ضرورت نہیں۔ فقط رسول اللہ کی حدیث بیان کرو۔ بولا خدا کی قسم ایک شیخ
کے لئے بڑی قباحت ہے کہ نماز کے مسئلے میں رسول اللہ کی حدیث نہ لا سکے اور
قبیح تر اس سے یہ ہے کہ آنحضرتؐ پر افترا کروں اور حدیث وضعی لاؤں۔

انہوں نے کہا اچھا ایک اور مسئلہ بتلائیے۔ کہا وہ بھی نماز میں ہے۔ کہا ہاں وہ بھی نماز میں ہے کہا پوچھو۔ انہوں نے کہا نماز جمعہ کس پر واجب ہوتی ہے۔ شریک نے کہا اس میں بھی میرے پاس کوئی حدیث رسول اللہ نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت وہاں سے اٹھنے لگے تو شریک نے کہا۔ یہ مسائل جو تم نے مجھ سے پوچھے ضرور تمہارے پاس ان کا علم ہوگا۔ ہم نے کہا ہاں۔ ہم نے محمد بن مسلم ثقفی سے سنا ہے انہوں نے امام محمد باقر سے روایت کی۔ انہوں نے باسناد خود رسول اللہ سے نقل کیا۔ شریک نے کہا وہی ثقفی لمبی ریش دراز۔ ہمنے کہا ہاں وہی ثقفی۔ کہا اس نے کیا کہا البتہ وہ مامون الحدیث تھا اس نے کیا روایت کی۔ میں نے کہا اس نے رسول اللہ سے نقل کیا

ان التقصیر یجب فی بریدین۔ و اذا اجتمع خمسۃ احدھم الامام فلھم ان یجمعوا۔ بتحقیق کہ قصر کرنا اوپر فاصلہ دو برید (منزل) کے ہے اور جب پانچ شخص جمع ہو جائیں جن میں سے ایک پیش نماز ہو تو ان کو چاہیئے کہ نماز جمعہ بجالائیں۔

جابر بن یزید الجعفی

آپ شروع شباب میں طلب علم دین کے لیئے کوفہ سے مدینہ میں آئے اور ابو جعفر محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض مدعا کیا۔ تاکہ زمرہ فیض یابان مجلس اقدس میں داخل کیئے جائیں حضرت نے ملتمس ان کا قبول کیا۔ اور جیسا کہ پہلے گزرا ارشاد کیا کہ کوئی دریافت کرے تو عراق وطن نہ بتلانا۔ کہنا اہل مدینہ سے ہوں۔ جابر نے عرض کی کیا یہ جھوٹ نہیں۔ میرا پہلا سوال یہی ہے کہ آیا جھوٹ بولنا روا ہے۔ حضرت نے فرمایا نہیں یہ جھوٹ نہیں جبتک مدینہ میں ہو اہل مدینہ سے ہو۔ اس سے جو کیفیت اہل مدینہ کی آنحضرات کے ساتھ تھی

سمجھ میں آسکتی ہے کہ کوفہ کا رہنے والا بتائے گا تو مخصوصان و شیعیان اہلِ بیت سے جان کر در پے ایذا رسانی ہونگے۔ مدنی بتانے میں اندیشہ نہ تھا۔ پس ان کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے کہ یہ صورت توریہ کی تلقین فرمائی۔ بیشتر قول امام زین العابدین میں گزرا کہ مدینہ میں بیس کس بھی ایسے نہیں ہیں جو ہم کو دوست رکھیں۔

دیگر۔ کشی علیہ الرحمہ نے بواسطہ عبدالرحمن بن کثیر جابر سے نقل کیا کہ حضرت ابوجعفر نے مجھ سے فرمایا۔ اے جابر ہماری احادیث صعب مستصعب ہیں۔ قسم خدا کی کہ ان کا سوائے نبی مرسل یا ملکِ مقرّب کے کوئی متحمل نہیں ہو سکتا۔ یا وہ مومن جس کے قلب کا اللہ تعالیٰ امتحان کر چکا ہو۔ پس اے جابر تم پر کوئی کلام ہمارا وارد ہو جس پر تمہاری طبیعت نرم ہو تو شکر خدا بجا لاؤ۔ انکار کرے تو اس کو ہماری طرف رد کرو۔ اور ہرگز نکھو کہ یہ کیونکر اور کس طرح ہے۔ قسم بخدا کی کہ یہ شرک بخدا ہے۔ یعنی ہمارا کلام تمہاری چون و چرا سے برتر ہے۔

دیگر۔ جابر نے کہا کہ آنحضرت ع نے ستر ہزار احادیث مجھ سے ایسی بیان کیں جن کا میں نے آجتک کسی سے ذکر نہیں کیا اور نہ کبھی کروں گا ایک بار میں نے آنحضرت سے عرض کیا تھا کہ قربان ہوں حضرت پر بڑا بھاری بوجھ حضور نے میرے سر پر رکھ دیا ہے کہ وہ اسرار کہے جن کو کسی کے سامنے بیان نکر سکوں۔ بعض اوقات میرے دل میں ایک جوش پیدا ہوتا ہی کہ حالت جنون طاری ہو جاتی ہی فرمایا ایسی صورت ہوا کرے تو کوہ و دشت میں چلے جایا کرو۔ اور وہاں ایک گڑھا کھود کر اس میں منہ رکھو اور کہو حدثنی محمد بن علی کذا وکذا۔ مجھ سے ابوجعفر محمد باقر ع نے ایسا اور ایسا بیان کیا۔

نیز۔ جابر نے کہا کہ حضرتؑ نے مجھ کو ایک کتاب عطا کی اور فرمایا کہ اس کا مضمون عہد بنی امیہ تک کسی سے بیان نہ کرنا اور اس کے بعد ہرگز خفا نہ کرنا۔ پھر ایک اور کتبہ عنایت کیا کہ اس کا مضمون کبھی کسی سے نہ کہنا اور دونو باتوں کی اس قدر تاکید کی کہ اس کے خلاف کرے گا تو رحمتِ خدا تجھ سے دور ہو گی یعنی ملعون ہو گا۔ اس لئے جابر کہا کرتے ہیں ستّر ہزار ایسی حدیثوں کا راوی ہوں جن کو آجتک مجھ سے کسی نے نہیں سُنا۔

نیز۔ کشی علیہ الرحمہ نے زیاد بن ابی الحلال سے روایت کی کہ اس نے کہا ہمارے اصحاب کے درمیان جابر کے بارے میں اختلاف ہوا۔ میں نے کہا اس کے مقدمے میں حضرت ابو عبداللہؑ سے دریافت کیا چاہیے اس نیّت سے حاضر خدمت ہوا تو بغیر اس کے کہ لب کشا ہوں آپ نے فرمایا رَحِمَ اللہ جابر الجعفی کان یصدّق علینا ولعن اللہ المغیرۃ بن سعید کان یکذّب علینا۔ حق تعالیٰ جابر جعفی کو رحم کرے وہ ہماری احادیث راست راست بیان کرتا تھا اور لعنتِ خدا ہو مغیرہ بن سعید پر وہ ہم پر جھوٹھ باندھتا اور افترا لگاتا تھا۔ ابن غضائری نے کہا جابر کے ثقہ و صدوق ہونے میں شک و شبہ نہیں الاّ اس کے راوی۔ جو لوگ اس سے نقل احادیث کرتے تھے ان میں اکثر ضعفا شامل تھے۔

دیگر۔ عبدالحمید بن ابی العلاء سے نقل ہوا ہے کہ کہا میں اس زمانے میں جب ولید قتل ہوا مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ لوگ ایک مقام پر اکٹھے ہو رہے ہیں۔ میں اس طرف گیا تو دیکھتا ہوں کہ جابر جعفی عمامہ سُرخ خز کا سر پر باندھے کہہ رہے ہیں۔ حدّثنی وصیّ الاوصیاء و وارث علم الانبیاء محمد بن علی علیہما السّلام۔ کہ مجھ سے وصیوں کے وصی۔ علوم انبیاء

کے ورثہ دار ابو جعفر محمد باقرؑ نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی۔ لوگ اس کو سُن کر کہتے۔ جُنّ جابر جُنّ جابر۔ جابر کو جنون ہو گیا۔ جابر دیوانہ ہو گئے۔

جنونِ جابر جعفی

مذکورہ بالا بیان سُن کر جن لوگوں نے ان کو دیوانہ کہا وہ تو خود دیوانہ تھے مگر ایک زمانے میں اس سے پہلے ان کو مصلحتہً خود ضرور دیوانہ بننا پڑا ہے۔ اس کا بیان علامہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور کتاب مناقب آل ابی طالب میں یوں کیا ہے کہ نعمان بن بشیر نے کہا کہ ایک مرتبہ طویل القامہ آدمی نے اثنا، راہ آکر جابر کے ہاتھ میں ایک نامہ دیا۔ انہوں نے اس کو دیکھ کر آنکھوں پر رکھا وہ خط محمّد بن علیؑ الباقر کا تھا۔ جابر نے نامہ بر سے پوچھا کس وقت آنحضرتؑ سے جدا ہوا۔ اس نے کہا السّاعة یعنی اسی وقت۔ جابر نے مُہر توڑ کر پڑھنا شروع کیا۔ تو پڑھتے اور ناک بھویں سکوڑتے جاتے تھے خط پڑھ کر اپنے پاس رکھ لیا۔ اس کے بعد کوفہ پہنچنے تک کسی نے ان کو ہنستے اور خوش ہوتے نہ دیکھا۔ کوفہ پہنچے تو میں اگلے روز صبح کو ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ گھر سے عجیب حالت میں نکلے کہ گلے میں کچھ مُہرے لٹکائے ہوا ہیئے ایک زنبیل خرموں کا سر پر رکھے اور بچّوں کی طرح ایک سرکنڈے پر سوار ہیں اور کہتے جاتے ہیں اُدخل یا منصور بن جمہور امیراً غیر مامور۔ اے منصور پسر جمہور اندر آؤ بحالیکہ تو امیر ہے نہ کہ رعایا۔ یہ حالت دیکھ کر لڑکے ان کے گرد جمع ہو گئے اور وہ انکے ساتھ چکر لگا رہے تھے۔ اور لوگ کہتے تھے کہ جابر مجنون ہو گئے۔ راوی کہتا ہے۔ قسم خدا کی کچھ روز نگزرے تھے کہ ہشام بن عبد الملک کا فرمان والیِ کوفہ کے نام آیا۔ اس میں درج تھا کہ جابر کو قتل کر کے اس کا سر

یہاں بھیجدو۔ اس نے اہل مجلس سے دریافت کیا کہ جابر بن یزید جعفی کون شخص ہے انہوں نے کہا اصلحک اللہ وہ ایک مرد صاحب علم و فضیلت تھے مگر اب دیوانہ ہو گئے ہیں رحبہ میں بچوں کے ساتھ سرکنڈا نیچے لئے گھومتے پھرتے ہیں امیر نے خود ایک بار غرفہ سے نگاہ کی تو درحقیقت اس کو لڑکوں میں کھیلتا اور گردش کرتا پایا۔ بولا خدا کا شکر ہے کہ اس کے قتل سے مجھ کو محفوظ رکھا۔ پس تھوڑے دنوں بعد منصور پسر جمہور شہر میں در آیا اور اس سے وہی امور صادر ہوئے جن کی جابر نے خبر دی تھی۔ انتہٰی مافی المناقب اور مختار کشی میں اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ حاکم شہر نے اس کی یہ حالت ہشام کو لکھ بھیجی پھر وہ معترض نہیں ہوا اور جابر تھوڑے عرصے بعد اپنی اصلی حالت صحت پر آ گئے۔

ایک اور کرامت جابر کی

کشی علیہ الرحمہ نے ایک اور کرامت اس کی یہ نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ اس کے پاس آئے اور کہا ایک مسجد بنانی ہے اس میں ہماری اعانت کیجئے۔ کہا میں ایسے کام میں اعانت نکرونگا جس میں ایک مومن ہلاک ہو جائے پس یہ لوگ اس کے پاس سے نکلے اور کہتے جاتے تھے کہ وہ کنجوس و بخیل ہے۔ جھوٹی باتیں بناتا ہے اگلے روز مطلوبہ تعداد چندے کی جمع ہو گئی اور تعمیر مسجد کا کام شروع کر دیا گیا۔ حتّٰی کہ ایک مرد کے پاؤں میں لغزش ہوئی اور وہ گر کر ہلاک ہوا۔ الحاصل جناب جابر کے ورع و تقوٰی و صدق لہجہ میں کسی کو کلام نہیں۔ سُنّی و شیعہ نے اسکی یکساں مدح کی ہے۔ سفیان ثوری سے نقل ہوا ہے کہ ان کو نقل حدیث میں راست گو و صدوق جانتا تھا اور کہا کرتا تھا ما رأیت اورع بالحدیث من جابر کہ میں نے نقل حدیث میں کسی کو جابر سے زیادہ کسی کو پرہیزگار نہیں پایا اور ذہبی نے باوجود اپنے معروف تعصب کے میزان الاعتدال میں اپنے علماء سے بہت کچھ ان کی صدق گوئی کی مدح و ثنا نقل کی ہے اور جس قدر مذمت کی وہ اس وجہ سے کی کہ وہ شیعہ تھے۔

شیخ نجاشی نے لکھا ہے کہ جابر جناب ابو جعفر محمد باقر اور ابو عبد اللہ جعفر صادق کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے ۱۲۸ھ میں رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا رحمۃ اللہ علیہ۔

اسمٰعیل بن جابر جعفی

کشی علیہ الرحمہ نے عثمٰن بن عیسیٰ سے نقل کیا کہ اسمٰعیل مذکور نے اس سے کیا۔ مجھ کو لقوے کا مرض پڑا جس سے صورت بگڑ گئی۔ مدینہ جا کر حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق ع سے ملا۔ حضرت نے فرمایا تمہاری شکل ایسی کیوں ہو گئی۔ عرض کی ریاح فاسدہ پیدا ہوئیں اس کا اثر ہے۔ فرمایا روضۂ رسول خدا ص پر جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھ کر اپنا ہاتھ منہ پر رکھو اور یہ دعا پڑھو۔ بسم اللہ و باللہ ھذا احرج اقسمت علیک بالذی اتخذ ابراھیم خلیلا وکلم موسی تکلیما وخلق عیسیٰ من روح القدس لما ھدأت و اطفیت کما اطفیت نار ابراھیم اطفی باذن اللہ راوی کہتا ہے کہ میں نے یہ عمل کیا۔ دو مرتبہ اس کو کیا تھا کہ میرا چہرہ اصلی حالت پر آ گیا۔ پھر اس وقت تک اچھا ہوں۔ اس مرض نے عود نہیں کیا۔

ثویر بن ابی فاختہ

عباد بن بشیر سے نقل کیا ہے کہ اس نے ثویر سے روایت کی کہ میں اور عمر بن ذر قاضی و ابن قیس الماصر اور صلت بن بہرام حج کو جاتے تھے۔ راستہ میں جہاں قیام ہوتا وہ کہتے ہم نے چار ہزار مسئلے لکھ رکھے ہیں کہ ابو جعفر محمد باقر ع سے دریافت کریں۔ تیری معرفت یہ سوال کیے جائیں گے۔ میں یہ سن کر غمگین ہوتا۔ تا اینکہ مدینہ پہنچ کر میں حضرت ع کی خدمت میں چلا گیا وہ کہیں اور ٹھہرے۔ میں نے عرض کیا کہ فدا ہوں حضرت ع پر ابن ذر و پسر قیس الماصر اور صلت میرے ہم سفر تھے۔ راہ میں کہتے آتے تھے کہ ہم نے چار ہزار مسئلے لکھ رکھے ہیں جن کو ابو جعفر ع سے تحقیق کریں گے

میں یہ سُن کر غمگین ہوتا تھا۔ فرمایا اس میں غمگینی کی کیا بات ہے۔ یہاں آئیں تو اندر بلا لیجیو۔ اگلے روز بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک غلام حضرت نے آکر کہا کہ دروازے پر ابن ذر وغیرہ چند اشخاص حاضر ہیں۔ آپ نے فرمایا اے ثویر تو جا کر ان کو اندر لے آ۔ میں بلا لایا۔ اندر آئے تو سلام کر کے خاموش بیٹھ گئے اور کوئی کلمہ زبان پر نہ لائے۔ دیر ہوئی تو حضرت نے خود کہا کہ ہاں کچھ ذکر احادیث جاری ہو مگر وہ بدستور خاموش تھے۔ حضرت نے یہ دیکھا تو کنیز کو آواز دی کہ کھانا لاؤ وہ خوانِ طعام لے آئی۔ کھانا آگے رکھا گیا تو فرمایا۔ الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے ہر ایک شے کی ایک حد مقرر کی ہے حتّیٰ کہ اس خوانِ طعام کی بھی ایک حد ہے اس پر ابن ذر بولا کہ اس کی کیا حدّ ہے۔ فرمایا اس کی حد یہ ہے کہ آگے رکھا جائے تو بسم اللہ کہی جائے۔ اُٹھایا جائے تو الحمد للہ کہنا چاہیئے۔ پس کھانے لگے۔ درمیان میں پانی طلب کیا۔ لونڈی نے ایک چرمی کوزے میں پانی حاضر کیا۔ حضرت نے اس کو ہاتھ میں لے کر پھر اسی کلمہ کا اعادہ کیا کہ الحمد للہ الذی جعل لکل شیءٍ حدّاً ینتھی الیہ۔ حتّیٰ کہ اس کوزے کی بھی ایک حد ہے جس پر اس کی انتہا ہوتی ہے۔ ابن ذر نے پھر سوال کیا اس کی کیا حد ہے فرمایا اس کی حد ہے کہ پانی بسم اللہ کہکر پینا شروع کریں اور خاتمہ پر الحمد للہ کہیں اور اس کے دہانے سے اور اس مقام سے جہاں شکستگی ہو مُنہ لگا کر نہ پییں کھانے سے فارغ ہو کر پھر حضرت نے ذکر احادیث چھیڑا۔ مگر ان میں مطلق یارائے کلام نہ تھا۔ یہ دیکھ کر آپ نے بالخصوص پسر ذر سے خطاب کیا کہ تم کو اہل بیت رسالت کے حق میں بھی کوئی حدیث ملی ہے۔ کہا ہاں یا ابن رسول اللہ۔ ہم کو رسول اللہ سے پہنچا ہے آپنے فرمایا انّی تارک فیکم الثقلین احدھما اکبر من الآخر کتاب اللہ واھل بیتی ان تمسکتم لھما لن تضلوا۔ فرمایا اے پسر

ذرؔ فردائے قیامت جبکہ رسول اللہؐ سے ملاقات ہوگی اور وہ پوچھیں گے کہ تم میرے بعد ان دو گراں قدر چیزوں سے کس طرح پیش آئے تو تم کیا جواب دو گے۔ یہ سُن کر ابن ذرؔ رونے لگا اور عرض کی حال آنکہ سلسلہ اشک اسکی ریش پر رواں تھا۔ کہیں گے ثقل اکبر سے ہم نے یہ کیا کہ اس کو پارہ پارہ کیا اور اصغر کو قتل و قمع کر ڈالا۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ ایسا کہے گا تو ٹھیک یہی جواب ہے آنحضرت کے ساتھ جھوٹ نہ بولے گا۔ اے پسر ذرؔ قسم خدا کی تو ایک قدم بھی ہنگامۂ محشر سے باہر نجائے گا جبتک کہ تین باتوں سے تجھ سے سوال نہو۔ عمر سے کس شئے میں فنا کی۔ مال سے کہ کس طرح کسب کیا کہاں کہاں خرچ کیا اور ہم اہل بیت کی محبّت سے۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد یہ لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے یعنی ان کے وہ چار ہزار مسئلے جوں کے توں رہ گئے۔

قیس بن رمّانہ نیز مختار کشی میں نقل ہے کہ قیس نے کہا کہ میں نے حضرت ابو جعفر محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر تہید ستی اور قرض کی شکایت کی۔ فرمایا قبر مطہر رسول اللہؐ پر جا کر اپنا عرض حال کرو اور پھر ہمارے پاس آؤ۔ میں وہاں گیا اور جس طرح حضرتؑ نے فرمایا تھا شکایت اپنی افلاس اور بار قرض کی عرض کی اور واپس خدمت میں آیا۔ فرمایا مصلّے کو اُلٹا کر جو کچھ اس کے نیچے ہو لیلو۔ میں نے اس کو اُٹھایا تو وہاں دینار تھے۔ عرض کی قسم خدا کی میں نے جو اپنا حال بیان کیا تو اس کی یہ غرض نہ تھی کہ آپ کچھ عطا کریں۔ فرمایا اس کو لے لو اور کسی کے آگے اپنا حال نکہو کہ اس کے نزدیک خفیف ہو گے پس میں نے وہ دینار اُٹھا لئے۔ شمار کیا تو تین سو دینار تھے۔

مفضل بن قیس بن رمانہ بیٹے قیس رمانہ کے وہ اصحاب جعفر صادقؑ سے تھے جیسے کہ باپ قیس امام محمد باقرؑ کے

متوسلوں سے تھے۔ ابو احمد بن ابی عمیر سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا مفضل بن قیس ایک مرد نیک تھے۔ اور محمد بن ابراہیم عبیدی نے کہا کہ مفضل نے حضرت ابو عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا حال بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا اے کنیز وہ تھیلی جس میں چار سو دینار ہیں اور ابو جعفر دوانیقی نے ہم کو دئے تھے لے آؤ۔ وہ لائی تو فرمایا یہ لو اور اپنی تنگدستی کو اس سے دور کرو۔ عرض کی میرا مقصود یہ نہ تھا۔ میں تو یہ چاہتا تھا کہ حضور درگاہِ باری میں دعا کریں۔ فرمایا میں دعا کرونگا۔ مگر خبردار لوگوں کے سامنے اپنی تنگدستی کا ذکر زبان پر نہ لائیو کہ ان کی نظر میں خفیف و خوار ہوگا۔

نیز ابن ابی عمیر نے کہا کہ مفضل مذکور خوب آدمی تھے۔ ایک مرتبہ حضرت صادقؑ سے کہنے لگے کہ ہمارے اصحاب فلاں مسئلے میں یہ کہتے تھے۔ اور میں نے یہ کہا حضرت نے فرمایا تو نے درست کہا۔ جبرئیل خدائے جلیل کے پاس سے یہی حکم لیکر آئے تھے۔

علباء بن دراع الاسدی

ابو بصیر نے کہا میں حالت نزع میں علباء کے پاس حاضر تھا مجھ سے کہنے لگے حضرت ابو جعفر میرے واسطے جنّت کے ضامن ہوئے ہیں ان کو یہ وعدہ یاد دلا دینا۔ راوی کہتا ہے کہ میں اس کے بعد جو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا تو مرتے وقت علباء کے پاس حاضر تھا۔ میں نے عرض کی حاضر تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ حضور اس کے لئے جنّت کے ضامن ہوئے ہیں۔ آپ کو وہ صحبت یاد دلا دوں۔ فرمایا اس نے راست کہا۔ میں رونے لگا اور عرض کی اے مولا میرے کیا میں کبیر السّن نابینا اس قابل نہیں کہ آپ میرے لئے اس کی ضمانت کرلیں۔ فرمایا میں تیرے لئے بھی ضامن ہوں۔ میں نے کہا اپنے

آبا ر طاہرین کو بھی اس کا ضامن کیجئے اور ایک ایک کا نام لیا۔ فرمایا وہ بھی ضامن ہیں۔ میں نے عرض کی رسول خداؐ کو بھی اس کا ضامن کیجئے۔ فرمایا ان کو بھی ضامن کیا۔ حقیر جامع اوراق کہتا ہے کہ یہی قصہ بعینہ ابو بصیر کا حضرت صادقؑ کے ساتھ گزرا۔ شعیب عقرقوفی نے ہی وہاں بھی اُس کو نقل کیا ہے کہ وہ حضرت اس کے لئے اسی طرح اپنے اور اپنے آبا ر طاہرین و رسول رب العلمین کی طرف سے ضامن بہشت ہوئے بلکہ وہاں حق تعالیٰ کی جانب سے بھی ضمانت فرمائی ہے جیسا کہ بیشتر کتاب کشف الحقائق میں ابو بصیر کے حال میں گزرا۔

تعجب ہے شیخ کشی علیہ الرحمہ سے کہ دونو صورت سے نقل کر گئے اور اصلاً انکی تاویل و تطبیق کی طرف متوجہ ہوئے ظاہرا اصل قصہ حضرت صادقؑ کے عہد کا ہے راویوں کو وہم ہوا کہ جناب باقرؑ سے اس کو منسوب کیا۔ کیونکہ اس کے بعد دوسری روایت اس سے زیادہ فاش رہی ابھی ابو بصیر سے رجال کشی میں مذکور ہوئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ علباء اسدی جناب صادق کے عہد تک زندہ تھے پھر کیونکر ابو بصیر نے محمد باقر سے اس کے نزع کی حالت بیان کر کے ایفاء عہد کا تذکرہ کیا۔ وہ دوسری روایت جو رجال کشی کے سوا استبصار شیخ باب الخمس میں بھی نقل ہوئی ہے یہ ہے کہ ابو بصیر نے کہا علباء اسدی عہد بنی امیہ میں والی بحرین تھا اور وہاں سے اس نے سات لاکھ دینار و اسپ و شتر اور کنیز و غلاموں سے بہت کچھ حاصل کیا۔ پس ان تمام اشیاء کو در دولت پر لا کر حضرت صادقؑ کے سامنے پیش کیا اور عرض کی میں نے ولایت بحرین میں بنی امیہ کے عہد حکومت میں یہ سب کچھ کمایا۔ میں یہ جانتا ہوں کہ ان کی خلافت ناروا ہے اس لئے یہاں لایا ہوں کہ یہ سب حضور کا مال ہے۔ آنحضرتؑ نے فرمایا اس کو سامنے لاؤ۔ حاضر ہوا تو فرمایا ہم نے سب قبول کیا اور پھر اپنی طرف سے

تجھ کو ہبہ کر دیا۔ اب تجھ کو حلال ہے اور ہم تیرے لئے جنت کے ضامن ہوتے ہیں

عقبہ بن بشیر الاسدی

شیخ کشی نے نقل کیا ہے کہ عقبہ نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میں حسب نسب کی رو سے ایک مرتبہ عالی رکھتا ہوں ہماری قوم کا ایک عریف[۱] مرگیا۔ لوگ اس کی جگہ مجھ کو عریف بنانا چاہتے ہیں حضرت کی اس میں کیا رائے ہے۔ فرمایا تو حسب نسب میں برتر ہے تو اس میں کسی پر کیا احسان۔ حق تعالیٰ نے اسلام کی وجہ سے حالت منقلب کر دی جو لوگوں کی نظر میں وضیع تھا اب شریف ہے بشرطیکہ مومن ہو اور جس کو وہ شریف جانتے تھے اگر کافر ہے تو وضیع ہے سوائے تقویٰ و پرہیزگاری خدا کے کسی کو کسی پر فوقیت نہیں اور تو جو کہتا ہے کہ ہمارے قبیلہ کا عریف مرگیا تجھ کو عریف بنانا چاہتے ہیں اگر جنت سے کراہت رکھتا ہے اور وہ تیرے نزدیک مبغوض ہے تو شوق سے عریف بنجا۔ ظالم حاکم ایک مسلمان کے خون ناحق میں تجھ کو اپنے ساتھ رکھے گا بس لامحالہ تو اسمیں اس کے ساتھ شریک ہو گا۔ اور ممکن ہے تجھ کو ان کی دنیا سے کچھ بھی حاصل نہو۔

اسلم مولیٰ محمد بن الحنفیہؓ

سلام بن سعید الجمحی نے کہا کہ مجھ سے اسلم آزاد کردہ محمد بن حنفیہؓ نے کہا میں ابو جعفر محمد باقرؑ کے ساتھ چاہ زمزم کی منڈ سے پیٹھ لگائے بیٹھا تھا کہ محمد بن عبد اللہ بن الحسن وہاں سے گزرے اور جا کر طواف خانہ کعبہ کرنے لگے۔ حضرت نے فرمایا اے اسلم اس جوان کو پہچانتے ہو۔ عرض کیا کیوں نہیں پہچانتا۔ یہ محمد بیٹے عبد اللہ

۱؎ عریف بروزن صدیق شناسندہ و کارگزار قوم وہ مرتبہ میں رئیس سے کمتر ہوتا ہے ۱۲ صراح

بن الحسن کے بڑے بیٹے حسن مجتبیٰ کے ہیں۔ فرمایا آگاہ رہو کہ یہ ایک زمانے میں خروج کرے گا اور ابتدائیں اٹھا کر قتل کر دیا جائے گا۔ پھر فرمایا کہ یہ راز تیرے پاس امانت رہے کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ میں معروف بن خربوذ سے اس کا ذکر کر دیا مگر اسی طرح اس کو تاکید کر دی کہ خبردار کسی کے آگے اس کا ذکر نہ آئے۔ ایک روز ہم حضرت کی خدمت میں حاضر تھے اور مکہ کے پانچ چار اشخاص کے ساتھ صبح و شام حاضر رہتے تھے کہ معروف نے اس کا ذکر چھیڑا اور حضرت سے عرض کی کہ وہ حدیث (محمد بن عبد اللہ والی) ارشاد ہو کہ میں حضور کی زبان مبارک سے اس کو سننا چاہتا ہوں۔ حضرت نے میری طرف نگاہ کی کہ اسلم! میں نے کہا جعلت فداک جس طرح حضور نے مجھ سے تاکید کی تھی میں نے ویسے ہی عہد و پیمان اس سے لیکر اس کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا لو کان النّاس کلّھم لنا شیعۃ لکان ثلثۃ ارباعھم لنا شکّاکا والربع الاٰخر احمق۔ اگر تمام جہان ہمارا شیعہ ہوتا تو ¾ ان سے ہم میں شک کرنے والے اور ایک ربع ¼ احمق بیوقوف ہوتے جامع الاوراق کہتا ہے کہ یہ بنا بر اکثریت کے ہے۔ ورنہ بزرگان اصحاب آنجناب ابو بصیر زرارہ و محمد بن مسلم۔ جابر بن یزید وغیرہ کے کامل العقیدہ واثق الیقین ہونے میں کون شک کر سکتا ہے۔ بعض حضرات ان میں ایسے گزرے ہیں کہ انہوں نے اپنے برملا کہا ہے کہ اگر ایک انار کے دو ٹکڑے کر کے حضور ایک ٹکڑے کو حلال فرماویں دوسرے کو نجس و حرام کہیں تو ہم سر ہو اس میں شک نہ کرینگے یہی سمجھیں گے کہ ضرور آدھا حرام ہے اور آدھا حلال۔ اور ایک ربع احمق سے مراد وہ سیدھے سادے مسلمان ہیں جن کے عقیدے فولاد سے زیادہ مستحکم اور مضبوط ہوتے تھے اسی سے حدیث مشہور

اکثر اہل الجنۃ البلھاء کہ اکثر جنّت والے سیدھے سادے پکّے مسلمان ہوں گے

محمد بن فرات

محمد بن ولید سے نقل ہے کہ اس نے محمد بن فرات مذکور سے سُنا کہتے تھے میں نے حضرت ابو جعفر محمد باقرؑ سے آیہ شریفہ وتقلبک فی الساجدین کی بابت دریافت کیا۔ فرمایا مراد اس سے پشتہا ئے نبیین ہے۔ یعنی حق تعالیٰ اپنے حبیب محمد مصطفےٰ کے خطاب میں فرماتا ہے کہ بدلتے رہے ہیں ہم تم کو پشتہائے سجدہ گزاران ہیں مراد ساجدین سے ایزد سُبحانہ کی وہ انبیاء خدا ہیں جو اجداد آنحضرت میں داخل ہیں یعنی نور آنحضرت ایک نبی کی پُشت سے دوسرے نبی کی پُشت میں بدلا گیا۔

یہ محمد فرات سن صبا میں اصبغ بن نباتہ صاحب امیر المومنین علیہ السّلام کی خدمت میں پہنچے کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کے ساتھ ان کو دیکھا سر و ریش سب سفید و دراز تھے۔ میرے بوڑھے باپ نے کہا کوئی حدیث جو آنحضرتؑ سے سُنی ہو ہم سے بیان کیجئے کہا ہاں میں نے آنحضرتؑ کو منبر کوفہ پر یہ کہتے سُنا کہ میں سید شیب ہوں اور مجھ میں ایوب نبی کی مشابہت ہے اللہ تعالیٰ میری بھی جمعیت کو اسی طرح جمع کریگا جیسا ایوبؑ کی جمعیت کو پھر جمع کیا۔ میں نے اور میرے باپ نے یہ حدیث آنحضرت کی اصبغ سے سُنی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد انھوں نے رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا۔

نیز ابن فرات نے عبایہ ربعی سے یہ دوسری حدیث امیر المومنین کی سُنی کہ حضرت نے فرمایا انا قسیم النّار اقول ھذا لی وھذا لک کہ میں قسمت کنندہ دوزخ ہوں روزِ قیامت اس سے کہوں گا کہ یہ تیرا حصہ ہے تو لے۔ یہ میرا ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے محمد مذکور سے پوچھا تمہارا اس وقت کیا سن تھا۔

کہا بچا تھا لڑکوں میں گیند بلا کھیلا کرتا تھا۔

سعد اسکاف آپ کے اصحاب سے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار حضرت کی خدمت میں عرض کی یا ابن رسول اللہ فدا ہوں آپ پر میں بعض اوقات کسی جگہ بیٹھ جاتا ہوں اور آپ حضرات کے فضائل اور جو حقوق آپ کے اس اُمت پر ہیں ان کا بیان کیا کرتا ہوں۔ حضرت باقرؑ نے فرمایا وددتُ ان علیٰ کُلّ ثلثین ذراعاً قاصاً مثلک دوست رکھتا ہوں کہ تجھ جیسا زبان آور بیان کرنے والا ہر تیس ہاتھ کے فاصلے پر ایک ہوتا۔

فضیل بن یسار یہ وہ بزرگ ہیں جن کی نسبت حضرت باقرؑ نے فرمایا یہ میرے باپ کے اصحاب سے ہیں وانی احبّ الرجل ان یحبّ اصحاب ابیہ میں اس شخص کو دوست رکھتا ہوں جو اپنے باپ کے اصحاب کو دوست رکھے۔

کشی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو جعفر فضیل بن یسار کو دیکھتے تو فرماتے بخٍ بخٍ بشّر المخبتین مرحباً بمن تأنس بہ الارض مبارک و گوارا ہو۔ بشارت دو صاحبان نفوس مطمئنہ کو۔ مرحبا ہو اس شخص کو کہ زمین جس سے انس پذیر ہو۔ ایسے ہی کلمات مدح وثنا فضیل بن یسار میں جناب صادقؑ سے منقول ہیں وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

ع وین سعادت بزور بازو نیست۔

علامہ ابن شہر آشوب رح دربارۂ اصحاب انجاب جناب ابو جعفرؑ کہتے ہیں کہ فرقہ ناجیہ نے اتفاق کیا ہے اسپر کہ فقیہ ترین اوّلین اصحاب ابو جعفر محمد باقرؑ و ابو عبداللہ جعفر صادقؑ چھ اشخاص ہیں۔ زرارہ بن اعین۔ ابو بصیر

اسدی - فضیل بن یسار ہندی - محمد بن مسلم طائفی (ان چاروں کا حال پیشتر اس کتاب میں اور اس سے پہلے کشف الحقائق تاریخ جعفر صادق میں مذکور ہوا) دو باقی - معروف بن خربوذ (طول سجود میں مشہور ہیں اور ان کے دراز سجدوں کی حکایت جمیل دراج نے اور ان سے محمد بن عمیر نے نقل کی ہے - برید بن معاویہ عجلی (ان کا حال بھی کشف الحقائق میں گزرا - حضرت صادق نے انکو اپنے باپ ابو جعفر محمد باقر کے اصحاب سے شمار کیا ہے اور فرمایا وہ آنحضرت کے زینت مجلس تھے دُنیا و آخرت میں) پھر صاحب مناقب کہتے ہیں کہ بواب (دربان) آنحضرتؑ کے جابر بن یزید جعفی تھے - وقد مرّ ذکرہ اور اصحاب اطیاب بتفصیل ذیل لکھتے ہیں -

حمران بن اعین شیبانی - (چونکہ اصحاب ابو عبد اللہ جعفر صادق میں بھی داخل تھے کشف الحقائق میں ان کا ذکر ہوا - یہاں اس کتاب کے مناسب اور ایک روایت کشی کی نقل ہوتی ہے کشی میں ہے کہ حمران کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر محمد باقر کی خدمت میں عرض کیا یا ابن رسول اللہ میں نے عہد کیا ہے کہ مدینہ سے نجاؤں گا جبتک کہ معلوم نہ کرلوں کہ آیا میں حضرت کے شیعوں سے ہوں - فرمایا نعم فی الدنیا والاخرہ - ہاں تو ہمارے شیعوں سے ہے دُنیا و آخرت میں -

عبد الملک بن اعین } برادران زرارہ و حمران سب کے سب مومن طریقہ حقہ پر تھے -
عبد الرحمان " "
بکیر " "

محمد بن اسمٰعیل بن بزیع - (انہوں نے جناب باقر سے ایک کرتے کا سوال کیا کہ حضور اپنے توشہ خانہ سے ملبوس خاص قمیص عنایت کریں کہ اس کو اپنا

کفن کروں۔ آپ نے کُرتہ عطا کیا کہ اس کا تکمہ وغیرہ نکال دینا)۔

عبداللہ بن میمون قداح۔ (ان کو آنحضرت نے فرمایا۔ تم مکہ میں اپنے طریق کے کے آدمی ہو۔ عرض کی چار۔ فرمایا۔ تم اندھیاری زمین کے روشن کرنیوالے ستارے ہو)۔

محمد بن مروان کوفی۔ از اولاد ابوالاسود دوئلی۔

اسمٰعیل بن نفیل ہاشمی۔ پسر نوفل بن حارث۔

ابو ہارون مکفوف۔ طریف ناصح بیاع الاکفان۔ سعید بن طریف الاسکاف الدولی۔ اسمٰعیل بن جابر الخثعمی الکوفی۔ عقبہ بن بشیر الاسدی۔ اسلم مکی مولائے محمد بن الحنفیہ۔ ابو بصیر لیث بن البختری المرادی۔ کمیت بن زید الاسدی الشاعر ناجیہ یا نجیہ بن عمارہ الصیداوی الاسدی۔ معاذ مسلم البر النحوی وغیرہ وغیرہ۔

مخالفان و معاندان آنحضرت صلوات اللہ علیہ

مغیرہ بن سعید

جس نے حضرت ابو جعفر کے بارے میں غلو کر کے آنحضرت کو ایذا دی اور جھوٹی باتیں آپ کی طرف منسوب کیں

مغیرہ بن سعید تھا جس طرح ابو الخطاب حضرت صادقؑ پر افترا کرتا اور دروغ حدیثیں اس کی طرف سے خلقت میں پھیلاتا۔ مغیرہ بن سعید انکے باپ پر تہمتیں لگاتا و افترا باندھتا تھا۔

کشی نے حضرت صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا مغیرہ بن سعید حضرت ابو جعفر پر جھوٹ باندھتا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے حرارت آہن کا مزہ چکھایا۔ اور حضرت صادق نے ارشاد کیا کہ خدا لعنت کرے مغیرہ کو

وہ میرے باپ پر جھوٹی باتیں باندھتا تھا۔ حق تعالیٰ نے اس کو حرارت آہن کا ذائقہ چکھایا۔ خدا کی لعنت ہو ان لوگوں کو جو ہمارے حق میں وہ باتیں بناتے ہیں جن کو ہم اپنے لئے روا نہیں رکھتے۔ خدا لعنت کرے ان کو جو ہم کو اس عبودیت و بندگی خدا سے جس پر ہم پیدا ہوئے باز رکھتے ہیں۔ تحقیق کہ ہماری بازگشت خدا کی طرف ہے۔ اور وہی ہمارا مالک تقدیر ہے۔

نیز مختار کشی میں محمد بن عیسیٰ بن عبید سے روایت ہے کہ کسی نے ہمارے اصحاب سے یونس بن عبدالرحمٰن سے کہا اے ابو محمد تم نقل حدیث میں بہت تشدد کرواتے ہو اور بہت سی احادیث روایت کردہ فرقہ حقہ کا انکار کرتے ہو۔ یہ تمہاری ردّ احادیث کی کیسی عادت ہے۔ انہوں نے کہا ہشام بن عبدالحکم نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوعبداللہ کو سُنا کہ فرماتے تھے کہ ہماری کوئی حدیث قبول نکرو جبتک قرآن خدا و حدیث رسول خدا کی اور ہماری اگلی احادیث کی موافق نہو۔ کیونکہ مغیرہ بن سعید نے میرے باپ کے اصحاب کی کتب احادیث میں ایسی باتیں شامل کردی ہیں جس کو آنحضرت نے نہیں فرمایا۔ پس خدا سے ڈرو اور ان امور کو ہماری طرف سے قبول نکرو جو قول خدا و سنّت رسول خدا محمد مصطفےٰ کے مخالف ہو۔ کیونکہ ہم جو حدیث بیان کرتے ہیں یہی کہتے ہیں کہ قال اللہ عزّ وجلّ کذا وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کذا۔

اور خود ہشام حکم سے روایت کی ہے کہ میں نے ابوعبداللہ سے سُنا کہ مغیرہ بن سعید دیدہ و دانستہ میرے باپ پر جھوٹ باندھتا تھا۔ اس کے اصحاب کہ میرے باپ کے اصحاب میں۔ ملے جُلے رہتے تھے ان سے بہت سی فاسد باتیں انکے درمیان پھیلی اور باقی رہیں۔

شعراء آنجناب

کمیت بن زیاد الاسدی

اکابر شعراء شیعہ اثنا عشریہ سے ہے حضرت ابو جعفر محمد باقرؑ و ابو عبداللہ جعفر صادقؑ کا معاصر تھا ان دونو کی اور دیگر اہلِ بیت علیہم السّلام کی مدح میں قصائد غرا رکھتا ہے۔ علامہ حلی رح نے خلاصۃ الاقوال میں اس کو مقبولین سے شمار کیا ہے اور بلفظ مشکور اس کی صفت و ثنا کی۔ ہکذا فی مجالس المؤمنین۔

نیز مجالس میں ہے کہ شیعوں ہی پر موقوف نہیں سُنّی بھی اس کے قائل ہیں کہ کمیت محبّ اہل بیت اطہار اور جامِ عشق اپنا ان کی محبّت میں سرشار رکھتا تھا۔ چنانچہ بعض علماء شافعیہ نے شرح شفاء قاضی عیاض مالکی میں اس مقام پر جہاں سید حمیری کے حق میں کہا ہے کہ وہ غالیان شیعہ سے تھا خلفاء ثلثہ رض کی تکفیر کرتا تھا۔ کمیت کی نسبت لکھا ہے۔ لیکن وہ تکفیر صحابہ نہیں کرتا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس شافعی عالم کے نزدیک کمیت شیعہ ضرور تھا۔ گو اس میں غلو نہ رکھتا تھا۔

وہ مؤیّد بروح القدس تھا

کافی میں ہے کہ کمیت حضرت محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا اے کمیت ہمارے پاس مالِ دُنیا سے کچھ نہیں۔ ہوتا تو تجھ کو دیتے۔ مگر اب تیرے لئے ہے قول رسول اللہؐ کا جو حسّان بن ثابت کے حق میں ارشاد کیا کہ

لَا تزال مؤیدًا بروح القدس مادمت تقول فینا۔ اے حسان تو برابر روح القدس سے تائید حاصل کرتا رہے گا جبتک کہ ہماری مدح میں شعر کہے گا یا ہماری حمایت کرے گا۔ کمیت نے کہا حضور شیخین کے بارے میں کیا فرماتے

ہیں۔ فرمایا واللہ ما اُھریقت محجمۃ دمٍ ولا دفع حجۃ بغیر حق ولا حکم بظلمٍ الا وھو فی اعناقھما الی یوم یقوم قائمنا۔ قسم خدا کی بقدر ایک شیشہ حجامت کے خون نہیں گرایا جاتا۔ اور ایک حجۃ کا ابطال بناحق نہیں کیا جاتا اور ایک حکم ظالمانہ جاری نہیں ہوتا الا یہ کہ اس کا وبال ان دونو کی گردن پر ہے۔ اس وقت تک کہ قائم آل محمدؐ محمد بن الحسن العسکری کی حکومت روئے زمین پر قائم ہو۔ بروایتے اس قدر اور فرمایا نحن معاشر بنی ھاشم نامر کبارنا وصغارنا بسبّھما والبراءۃ منھما۔ ہم گروہ بنی ہاشم اپنے چھوٹوں بڑوں کو انکی مذمت کرنے اور ان سے برارت و بیزاری رکھنے کا امر کرتے ہیں۔

بہرکیف کمیت نے حضرت کا کلام سن کر کہا اللہ اکبر اللہ اکبر حسبی حسبی۔ میرے لئے یہی ارشاد حضرت کا کافی ہے۔

اس کے شعر میں حضرت کا اصلاح دینا

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ حضرت باقرؑ نے کثیر شاعر سے کہا تو نے عبد الملک کی مدح کی۔ اس نے کہا فدا ہوں آپ پر میں نے اس کو یا امام الھدے نہیں کہا۔ بلکہ اسد سے خطاب کیا۔ اور اسد (شیر) ایک سگ درندہ ہے اور شمس کہا اور شمس (سورج) جمادات سے ایک شے ہے اور بحر کہا اور بحر ایک بیجان چیز ہے۔ اور حیۃ کہا۔ اور حیۃ (سانپ) ایک زمین پر رینگ کر چلنے والا متعفّن و بدبو دار دابّہ ہے۔ اور جبل کہا اور جبل (پہاڑ) سنگ سخت ہے۔ یہ عذر خواہی کثیر کی سنکر حضرت متبسم ہوئے۔ اور کمیت نے یہ اشعار حضرت کے سامنے انشاد کئے ؎

من لقلبٍ متیّمٍ مستھامٍ　　غیر ما صبوۃٍ ولا احلامٍ

جب اس شعر پر پہنچا ؎

اخلص اللہ لی ھوای فما اغرقُ[1] نزعًا ولا تطیش سھامی

یعنی خدا نے میری محبت کو جو تم اہل بیت کے بارے میں رکھتا ہوں خالص گردانا ہے۔ اس کا اثر یہ ہے کہ جب تمہاری مدح کا ارادہ کرتا ہوں تو گو کمان کو بزور نہیں کھینچتا مگر تیر نشانے پر پہنچ جاتا ہے۔ یعنی حسب دلخواہ کامیاب مراد ہوتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا اے کمیت یہ شعر اس طرح ہو تو بہتر ہے۔ اخلص اللہ فی ھوای فقد + اغرق نزعًا ولا تطیش سھامی + کہ میں مبالغہ کرتا ہوں اس کے کھینچنے میں اور میرا تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھتا ہے۔ اور ذرا خطا نہیں کرتا

---

[1] اغرق النازع فی القوس۔ اغراق و مبالغہ کیا تیر انداز نے کمان کھینچنے میں یہ ایک ضرب المثل ہے جہاں کسی کی کارکردگی میں مبالغہ کریں اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ طاش السھم عن الھدف تیر نے نشانے سے عدول کیا۔ شاعر کہتا ہے کہ اگرچہ میں تمہاری مدح خوانی میں کمان کو زور سے نہیں کھینچتا۔ تب بھی میرا تیر نشانے پر ٹھیک لگتا ہے۔ حضرت نے شعر کی نفی کو اثبات سے بدل دیا۔ یعنی ما اغرق نزعًا کی جگہ فقد اغرق نزعًا فرمایا۔ جس سے ایک تو یہ فائدہ ہوا کہ شاعر کی طرف سے مدح گوئی میں تقصیر و بے پروائی کا جو وہم ہوتا تھا دور ہو گیا۔ دوسرے کمان کی کشش میں مبالغہ کرنے کو تیر کے نشانے پر لگنے میں کچھ دخل نہیں بلکہ معاملہ بالعکس ہے علاوہ برایں اس صورت میں ایک لطیف و کامل پہلو یہ ہے کہ مدّاح جب اپنے ممدوح کی مدح میں مبالغہ کرے تو بوجہ ارتکاب کذب حق سے گزر جاتا ہے۔ جیسا کہ تیر انداز جب کمان کو زور سے کھینچتا ہے تو نشانہ چوک جاتا ہے پس شاعر نے کہا میں جس قدر تمہاری مدح میں مبالغہ کرتا ہوں۔ میرا تیر ہدف حق سے عدول نہیں کرنے پاتا ۱۲ بحار الانوار

کمیت اس برجستہ اصلاح پر پھڑک گیا اور بولا یا مولای انت اشعر منی فی هذا المعنی۔ اے آقا میرے۔ آپ ان معنوں میں مجھ سے بڑھ کر شاعر ہیں۔

نیز مناقب میں ہے کہ جب کمیت نے امام باقرؑ کے سامنے قصیدۂ مشہور من نقلب متیم مستهام الخ پڑھا تو حضرت نے قبلہ رو ہو کر تین مرتبہ کہا اللّھمّ ارحم الکمیت واغفر لہ۔ خداوندا تو کمیت پر رحم کر اور اسکی مغفرت فرما۔ پھر ایک لاکھ درہم کا اس کے لئے حکم دیکر فرمایا اے کمیت میں نے تیرے لئے۔ یہ مال اپنے گھروالوں سے جمع کیا ہے۔ کمیت نے کہا نہیں خدا کی قسم میں اسے نلوں گا۔ میں تو اس کا صلہ فقط مالک السّموات والارضین سے چاہتا ہوں۔ الا حضرتؑ اپنی قمیصوں سے ایک قمیص مجکو عطا فرمائیں آپ نے ایک کُرتہ اپنے ملبوس خاص سے اسکو عنایت کیا۔

امام کے امر و اشارے سے شیر نے کمیت کی رہبری کی

قطب رَوندی علیہ الرحمہ نے کتاب خرائج والجرائح میں اس مقام پر جہاں درندوں کے حضرات ائمہ علیہم السّلام کے تابع فرمان ہونے کا بیان کیا ہے۔ روایت کی ہے کہ جب دشمنان اہل بیتؑ نے کمیت کو بجرم محبت آنحضرتؑ کے قتل کرنا چاہا۔ اور وہ روپوش ہو گیا تو کچھ لوگوں کو راستوں پر مقرر کر دیا کہ جس مقام پر اس کو پائیں پکڑ لیں۔ حضرتؑ نے اسے فرمایا کہ رات کو نکل جا کسی سے ضرر نہ پہنچے گا۔ پس کمیت حسب فرمان مکان سے نکل کر ایک سمت کو چلا تھا کہ ایک شیر آگے آیا اور اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا پس کمیت نے دوسری طرف سے جانا چاہا۔ شیر اُدھر سے بھی مانع آیا۔ اور چند چند حرکتیں ایسی کیں جنسے کمیت اگیا کہ شیر چاہتا ہے کہ میں اس کے پیچھے چلوں پس شیر آگے اور کمیت اس کے پیچھے رواں ہوا حتیٰ کہ ایسے مقام میں پہنچ گیا

جہاں دشمنوں کا دست تعدّی اس سے کوتاہ تھا۔ مجالس المؤمنین میں اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ حکایت اس کی کرامت کے مثل و مشابہ ہے کہ سیّد حمیری کے حق میں جناب صادقؑ کی دُعا سے ظاہر ہوئی جبکہ سیّد اپنے ماں باپ سے بھاگے پھرتے تھے اور انہوں نے حاکم وقت کو ان کی گرفتاری پر برانگیختہ کر رکھا تھا۔

اس کا جوش ولاؤ محبّت اہل بیتؑ

کہتے ہیں کہ ایک روز کمیت حاضر خدمت امام ہمام ہوا تو اس وقت جناب باقرؑ اس شعر سے ترنم فرمارہے تھے ؎

ذھب الّذین یعاش فی اکنافھم   لم یبق الّا شامتٌ او حاسدٌ

یعنی وہ لوگ جن کی کنف حمایت و عنایت میں عیش و عشرت سے بسر ہو سکتی تھی چلے گئے۔ اب حاسدوں اور شماتت کرنے والوں کے سوا کوئی باقی نہیں۔ کمیت یہ سُن کر بیتاب ہو گیا اور بیساختہ یہ شعر اسی وزن و قافیہ کا اس کی زبان سے نکلا ؎

وبقی علی ظھر البسیطۃ واحدٌ   فھو المراد وانت ذاک الواحدُ

اور پشت زمین پر فقط ایک شخص واحد باقی ہے جس کی طرف ارادہ کیا جائے اور تو ہی اے مولیٰ میرے وہ ذات واحد ہے۔

کمیت کے جنّتی ہونے کی شہادت

رجال کشّی میں ابو المسیح عبداللہ بن مروانی حرانی سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا کہ ہمارے پاس ایک مرد عباد اللہ الصالحین سے رہتا تھا۔ وہ کمیت کے شعر بکثرت پڑھا کرتا۔ چونکہ اس میں ماہر تھا۔ لوگ اس سے یہ اشعار سُنا کرتے بلکہ بیگ اس نے ان کا انشاد چھوڑ دیا اور یہ چھوٹنا اس کا پچیس سال تک متسمر

رہا - کہ انکا پڑھنا ناجائز جانتا تھا -

مگر پھر اس طرف عود کیا اور دوبارہ ان کا پڑھنا شروع کر دیا لوگوں نے کہا تو ان سے پرہیز کرتا تھا اور ان کے پڑھنے کو حلال نہیں جانتا تھا - پھر کس لئے اب پڑھنے لگا ہے - کہا میں نے خواب میں دیکھا - گویا قیامت قائم ہوئی - اور میں ہنگامۂ محشر میں ہوں - مجکو ایک صحیفہ دیا گیا جس میں شیعیان و محبان علی بن ابی طالب سے بہشت میں جانیوالوں کے نام درج ہیں میں نے پہلی اور دوسری سطر پڑھی ان میں کوئی نام ایسا نظر نہ آیا - جس کو میں پہچانتا ہوں - تیسری چوتھی سطر میں نظر کی تو وہاں کمیت بن زید اسدی کا نام دکھائی دیا اس کا مجھ پر اثر ہوا اور پھر اس کے اشعار کو پڑھنے لگا ہوں

ابو ہاشم سید اسمٰعیل بن محمدؐ حمیری

حقیر ان کا حال خیر مآل اب سے پیشتر کتاب کشف الحقائق میں بذیل حالات شعراء جناب صادقؑ لکھ چکا ہے لیکن مناقب میں شعراء جناب باقرؑ کے ذیل میں ان کو بھی شمار کیا ہے - چنانچہ کمیت کے بعد ان کا نام درج کیا ہے - اس لئے تاسیاً لجنابہ میں بھی یہاں ان کا ذکر کرتا ہوں اور نہیں چاہتا کہ تاریخ حضرت باقرؑ سید کے تذکرے سے خالی رہے - گو بنظر اینکہ ولادت سید حمیری ۱۰۵ھ میں اور وفات جناب باقرؑ اس کے نو سال بعد ۱۱۴ھ میں ہوئی تو بعید ہے کہ ان کو حضرت کے مواجہ میں کبھی ان کو آپ کی مدح کرنے کا موقع ملا ہو - ہاں ویسے وہ مومن و موالی و شیعہ غالی تھے - اور مدح و ثنا خاندان رسالت میں ہمیشہ رطب اللسان رہتے تھے اور ممکن ہے کہ بباعث قرب زماں خاص جناب باقر

کی شان میں زیادہ خامہ فرسائی و مداحی کی ہو بالجملہ جیسا کہ پہلے گزرا سیّد کا مومن و شیعہ فدائی ہونا اور اعداء دین خصوصاً خلفاء ثلثہ سے برارت و بیزاری رکھنا معروف و مشہور ہے۔ مجالس المؤمنین میں تذکرہ ابن معتز وغیرہ کتب سے نقل کیا ہے کہ ماں اور باپ سیّد کے دونو ناصبی دشمن اہل بیت رسالت تھے۔ انہوں نے اپنے بعض اشعار میں ان کو اس عقیدۂ فاسدہ پر بہت زجر و ملامت کیا ہے ایک بار کسی نے سیّد سے پوچھا تم کیونکر شیعہ ہوئے۔ حال آنکہ شام کے رہنے والے قبیلہ حمیر سے ہو۔ انہوں نے فی الفور جواب میں کہا صُبّت علیّ الرحمۃ صبّاً فکنتُ کمؤمن آل فرعون۔ میرے اوپر رحمت کاملہ الٰہی کا نزول ہوتا رہا تا اینکہ میں مثل مومن آل فرعون کے ہوگیا۔ اس کلام سے ان کا اشارہ ہے طرف فرعونیت معاویہ اور اسکے اعوان و انصار کے۔ کیونکہ قبیلہ حمیر کے بہت سے اشخاص و ارکان مثل ذوالکلاع وغیرہ کے جنگ صفین میں اس کے ساتھ تھے اور امیرالمؤمنین کے ساتھ لڑائی کرتے تھے۔

فوات الوفیات میں ابوعبیدہ کا قول نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا بنی امیّہ کی کسی نے اس قدر مذمّت و ہجو نہیں کی جتنی یزید بن مفرغ اور سیّد حمیری نے کی۔ نقل ہے کہ دو شخصوں میں تکرار ہوئی کہ افضل خلق بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ کون ہے ایک کہتا تھا کہ ابوبکر ہے دوسرا علی کا قائل تھا۔ آخر دونو اس پر رضامند ہوئے کہ پہلا شخص جو اس وقت ہم پر وارد ہووے۔ جو کچھ وہ حکم کرے اس پر کاربند ہوں۔ اتفاقاً سیّد حمیری اس وقت وہاں آنکلے۔ فضیلت علی کے قائل نے ان سے کہا ہمارے درمیان نزاع ہے کہ افضل خلائق بعد ختمی مآب کون ہے۔ میں کہتا ہوں کہ افضل خلائق بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ علی ہیں۔ [1] سیّد کو اتنا سُنکر تاب نہ رہی کہ اس کا تمام بیان سُن لیں تب کچھ کہیں بیتابانہ بولے

(؎ حاشیہ دیکھو صفحہ ۲۷۳ پر)

اور یہ پسر زانیہ کیا کہتا ہے۔ قائل بفضیلت ابوبکر یہ سُن کر سہم گیا اور بولا میں کچھ نہیں کہتا۔

نیز تاریخ ابن کثیر شامی سے نقل کیا ہے کہ اصمعی سیّد اسمٰعیل کے میں کہا کرتا تھا لولا انه یسب الصحابة فی شعره ما قدمت علیه احداً من طبقته۔ اگر سیّد حمیری نے اپنے اشعار میں صحابہ کی مذمت نکی ہوتی تو میں البتہ اس کے زمانے کے شاعروں سے کسی کے شعر کو اس کے کلام پر فوقیت ندیتا قاضی نور اللہ نوّر اللہ مرقدہٗ اس کے بعد کہتے ہیں کہ اصمعی کا یہ قول بیجا ہے۔ کیونکہ شعر کی حسن وخوبی کو مذمّت و مدح صحابہ میں کچھ دخل نہیں کہ اسپر موقوف ہو۔ مگر اصمعی ناصبی خود دشمن اہل بیت تھا۔ تو بمفاد ع

مے ترا وچہ کنم انچہ در آوند من است

سیّد کے حق میں کہ دوستدار حضرات تھا۔ یہ کلمہ اس سے ترشح ہوا۔ پھر کہتے ہیں کہ اصمعی کی عداوت نسبت بخاندان رسالت مشہور ہے اور ذیل کے اس قطعہ سے جس کو شیخ زین الدین علی بن عراق مصری نے اپنے تذکرے میں نقل کیا ہے ظاہر ہے۔ لکھا ہے کہ ابو العنیاء نے کہا کہ میں نے ابو قلامہ جدی کو دیکھا کہ اصمعی کے جنازے پر کہتا تھا ؎

قبح اللہ اعظماً حملوھا ۔۔۔ نحو دار البلاء علی خشبات

اعظماً تبغض النبیّ واھل ۔۔۔ البیت الطیّبین الطّاھرات

بُرا ہو ان مُشت استخوان کا جن کو دار آفات و بلیات کی طرف تختہ ہائے چوبین

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۷۲) ان کا قوم سیّد نہیں کیونکہ وہ قبیلہ حمیر سے ہیں بکسر حا وسکون میم بروزن منبر۔ کما مر سابقاً ۱۲ منہ سیّد اسمٰعیل کے نام کا جزو ہے۔

رکھ کر۔ جا رہے ہیں وہ ہڈیاں ہیں کہ جو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ اور آپ کے اہل بیت طیّبین وطاہرات سے بغض وعداوت رکھنے والی ہیں۔

شیخ کفعمی رح نے حاشیہ کشف الغمّہ میں لکھا ہے کہ سیّد حمیری ۱۰۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۳ھ میں رحمتِ خدا کی طرف انتقال کر گئے۔

ایک شاعر مجہول الاسم

بحار میں شیخ ابن فہد حلّی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کی تحریر سے نقل ہوا ہے کہ ایک مرد حضرت ابو جعفر اوّل کے پاس ایک قصیدہ لیکر آیا جس کا مطلع یہ تھا ؎

علیک السّلام ابا جعفر

حضرت نے اس کے صلے میں کچھ نہ دیا۔ تو اس نے عرض کیا کہ میں نے حضرت کی مدح میں قصیدہ کہا۔ آپ نے انعام نہ دیا۔ فرمایا تو نے محکوم مُردوں کا تحیّہ کیا یعنی وہ دُعا دی جو مُردوں کو دیتے ہیں۔ پس کچھ اشعار پڑھ کر ثابت کیا کہ شعرائے عرب علیک السّلام ابتدائً اموات کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ پھر فرمایا تجھ کو کافی تھا کہ اس کو یوں کہتا سلام علیک ابا جعفر۔ محاورات عرب سے آنحضرت عؑ سے زیادہ کون واقف ہو سکتا تھا۔

مخالفان ومعاندان آنحضرت ان سے کتابیں مستعار لیتے اور مغیرہ کو دیتے وہ ان میں کفر وزندقہ شامل کرتا اور اس کو آنحضرت سے منسوب کرتا۔ اور واپس شیعوں میں کرا دیتا۔ پس جس قدر کتب اصحاب ابو جعفر میں غلو پایا جاتا ہے وہ مغیرہ بن سعید کا ان کی کتابوں میں شامل کیا ہوا ہے۔

اور حبیب خثعمی سے نقل کیا کہ اس نے آنحضرت ابو عبداللہ سے سُنا فرماتے تھے۔ امام حسن عؑ کا ایک کذاب تھا جو ان پر تہمتیں باندھتا۔ امام حسین عؑ کے لئے ایک کذّاب تھا جو ان پر تہمت لگاتا (دونوں کے نام نہیں بتائے) مختار ہمارے

جدامجد علی بن الحسین پر افترا پردازی کرتا۔ مغیرہ بن سعید میرے پدر عالی قدر پر جھوٹی باتیں باندھتا تھا۔

زرارہ کی حدیث ہے کہ ابو عبداللہؑ نے فرمایا کہ اہل کوفہ میں ایک نا یک کذّاب نزول کرتا رہتا ہے۔ مغیرہ میرے باپ ابو جعفر پر تہمت لگاتا تھا کہ انہوں نے کہا کہ زنان اہل بیت کو حیض آتا ہے تو ان ایام کی نمازیں قضا پڑھتی ہیں۔ لعنتِ خدا ہو اس پر اس نے صریح جھوٹ بکا۔ ہرگز یہ بات نہیں۔ جیسی دیگر عورات پر ان ایام کی قضا واجب نہیں ویسے ہی ان پر بھی نہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ ابو الخطاب نے میرے اوپر یہ تہمت لگائی کہ میں نے اس کو اور اس کے اصحاب کو کہا نماز مغرب نہ پڑھیں جبتک فلاں ستارہ نہ دیکھ لیں۔ قسم خدا کی میں نہیں جانتا کہ وہ کونسا ستارہ ہے۔

اور سلمان کنانی سے نقل کیا کہ حضرت ابو جعفر نے اس سے کہا کہ مغیرہ بن سعید کی مثال بلعم باعورا کی ہے۔ عرض کی بلعم کون۔ فرمایا بلعم وہ ہے جس کی نسبت حق تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے الّذی اتیناہ آیاتنا فانسلخ منھا فاتبعه الشّیطان وکان من الغاوین۔ وہ شخص ہے کہ آئیں اُس کے پاس ہماری نشانیاں وہ ان سے نکل گیا۔ پس پیچھے لگا اس کے شیطان اور ہو گیا وہ گمراہوں سے۔

دیگر۔ عبدالرحمن بن کثیر سے نقل کیا ہے کہ ابو عبداللہؑ نے ایک روز اپنے اصحاب سے کہا۔ خدا لعنت کرے مغیرہ بن سعید کو اور اس زنِ یہودیہ کو جسکے پاس وہ آمد و رفت رکھتا اور سحر و شعبدہ و خوارق عادت سیکھتا تھا۔ بیشک اس نے میرے پدرِ عالی قدر پر افترا پردازیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے نورِ ایمان کو اس سے سلب کر لیا۔ کچھ لوگ میرے اوپر تہمتیں لگاتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو

حدید کی حرارت چکھائے۔ قسم خدا کی ہم بندگانِ خدا ہیں۔ اس سُبحانہ نے ہم کو پیدا کیا اور برگزیدہ فرمایا کہ کسی نفع وضرر پر قادر نہیں۔ رحم کرے تو یہ اسکی رحمت ہے عذاب کرے تو ہمارے گناہوں کا بدلہ ہے۔ اللہ پر ہماری کوئی حجۃ نہیں نہ اس نے ہم کو آزادئ جہنّم کا سرخط لکھ دیا ہے۔ البتہ ہماری موت آئے گی اور قبروں میں دفن ہوں گے اور بروز قیامت ہنگامۂ محشر میں مبعوث ہوں گے اور اس جلّ جلالہٗ کے آگے کھڑے کیئے جائیں گے اور نیک وبد کا سوال ہم سے ہوگا۔ وائے ہو ان پر وہ کیا کہتے ہیں وہ خدا ورسول کی ایذا دہی کرتے ہیں اور امیر المؤمنین وحسن وحسین وعلی بن الحسین ومحمد بن علی علیہم السّلام کو ان کے مرقدوں میں ستاتے ہیں۔ میں ہر چند رسول اللہ کا گوشت پوست ہوں۔ رات کو اپنے بستر پر عذاب خدا سے خائف ومرعوب لیٹتا ہوں وہ امن سے ہی بچھونوں پر سوتے ہیں۔ میں لرزاں ترساں بیدار اور کوہ وصحرا میں دیوانہ وار جاتا ہوں۔ پس برارت وبیزاری ڈھونڈتا ہوں خدا کی طرف اس گوش وبینی بریدہ غلام بنی اسد ابو الخطاب سے لعنتِ خدا ہو اس پر۔ قسم خدا کی اگر ہم امتحان لیتے یا خود تم کو ان امور کا حکم دیتے تب بھی فرض تھا کہ ہماری باتوں کو قبول نکرتے چہ جائیکہ مجھ کو دیکھتے ہیں کہ ترسناک وخائف ہوں ان کو بد دُعا کرتا ہوں اور خدا کے سامنے ان کی باتوں سے بیزار ہوتا ہوں۔ بتحقیق کہ میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں ایک ذریت رسول اللہ علیہ وآلہ سے ہوں مجھ کو کوئی سند نجات سے نہیں دی گئی۔ اطاعت کروں گا تو رحم کرے گا۔ نافرمان ہوں گا تو عذاب شدید فرمائیگا۔

دیگر محمد بن صباح سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ نے اس سے کہا کہ مغیرہ بن سعید وابو الخطاب وہ اشخاص ہیں کہ روئے جنّت نہ دیکھیں گے جبتک کہ بہت عرصہ تک آتشِ جہنّم میں نہ معذّب ہولیں۔

فائدہ در تحقیق فرقہ تبریّہ۔ بالضم بار موحدہ و سکون ثانی۔ یہ فرقہ منسوب بمغیرہ بن سعید ہے جس کا لقب ابتر تھا اور کہا گیا ہے کہ وہ اصحاب کثیر النوا حسن ابن ابی صالح وسالم بن ابی حفصہ۔ حکم بن عتبہ۔ سلمہ بن کہیل و ابو المقدام ثابت الحداد ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے ولایت علی علیہ السّلام کو ابو بکر و عمر کی محبّت کے ساتھ خلط ملط کیا یعنی ان کو ہی امام جانتے ہیں۔ ہاں عثمان۔ طلحہ۔ زبیر و عائشہ سے عداوت رکھتے ہیں اور اولاد علی کے ساتھ خروج کرنے کو واجب جانتے ہیں۔ مجمع البحرین اور مختار کشی میں ہے کہ وہ اس خروج کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی راہ سے ضروری گنتے ہیں اور جو کوئی اولاد علی سے خروج کرے اس کو امام برحق سمجھتے ہیں۔ جناب صادق ع نے فرمایا کہ اگر تبریہ مشرق سے مغرب تک ایک صف واحد بھی بنے تو وہ کسی دینِ خدا کی عزّت کے موجب نہوں گے۔

دیگر۔ نیز کشی رح میں سدیر سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں حضرت باقر کی خدمت میں داخل ہوا اور میرے ساتھ اس وقت سلمہ بن کہیل۔ ابو المقدام ثابت حداد و سالم بن ابی حفصہ و کثیر النوّا ایک جماعت کے ساتھ تھے اور حضرت ابو جعفر کے پاس ان کے بھائی زید بن علی حاضر تھے۔ انہوں نے کہا ہم علی ع حسن ع و حسین ع سے محبّت رکھتے ہیں اور ان کے دشمنوں سے بری و بیزار ہیں۔ فرمایا خوب ہے۔ پھر بولے کہ ابو بکر و عمر کے بھی دوست ہیں۔ اور ان کے دشمنوں سے بری۔ اس وقت زید بن علی نے ان سے کہا تو تم فاطمہ بنت رسولخداؐ سے بھی برات رکھتے ہو۔ بترکم اللہ قصیر و کوتاہ کرے حق تعالےٰ تم کو اس وقت سے اس گروہ کا نام تبریّہ ہوا۔

ابو الجارود زیاد بن منذر اعمیٰ	معروف بہ سرحوب فرقہ سرحوبیہ اس سے منسوب ہے جو ایک شاخ ہی زیدیّہ کی

یہ نام اس کا حضرت ابو جعفر محمد باقرؑ نے رکھا تھا اور وجہ تسمیہ یہ ارشاد کی کہ سرحوب ایک شیطان نابینا کا نام ہے سکین البحر کہ ساکنین دریا ہے۔ ابو الجارود مذکور آنکھوں کا اور دل کا دونو طرح اندھا تھا لہٰذا سرحوب[۱] نام پایا۔

۱ء ابو الجارود رواۃ امام باقرؑ سے ہے اس سے بہت سی روایات کتب شیعہ میں مروی ہیں۔ مولوی حیدر علی سنی منتہی الکلام میں تفسیر علی ابن ابراہیم قمی کا ذکر کرتے ہوئے کہ وہ شیعوں کی بڑی معتبر کتاب ہے اس کا مصنف کلینی علیہ الرحمہ صاحب کافی کا اُستاد تھا محمد باقر مجلسی بحار میں جابجا اس سے نقلیں کرتے ہیں و دیگر علماء شیعہ اس کتاب سے استدلال کرتے ہیں افادہ فرماتے ہیں کہ باوجود اس کے کل روایات تفسیر مذکور کی ابو الجارود سے لی گئی ہیں جس کا نام امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک شیطان نابینا ساکن البحر کے نام پر سرحوب رکھا اور جعفر صادق نے اس کو کاذب و مکذّب کہا یعنی خود جھوٹ بولنے والا اور ائمہ علیہ السلام کے کلام کی تکذیب کرنے والا وغیرہ وغیرہ مولانا سیّد حامد حسین طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ نے کتاب مستطاب استقصار الافحام میں اس کے جواب میں افادہ فرمایا ہے کہ تفسیر متذکرہ کی کل روایات کا اس سے مروی ہونا غلط ہاں کچھ روایتیں اس سے ضرور ماخوذ ہیں؟ یہ ہے کہ مذکور ابو الجارود اپنی اواخر حیات میں مذموم و مجروح و ملوم ہوا۔ ابتدا میں وہ مستقیم العقیدہ صحیح المذہب تھا پس کہاں سے ثابت ہوا کہ تفسیر علی بن ابراہیم کی روایات اسکے تغیر و فساد کے بعد ماخوذ ہوئیں اس سے پہلے کی نہیں۔ رجال روضۃ المتقین میں لکھا ہے کہ صنف الاصل فی حال الاستقامۃ وروی اصحابنا عنہ ثم ضلّ فاعتبروا اصلہ کما فی غیرہ من الکفرۃ۔ اس نے اپنی کتاب اصلی از اصول احادیث اپنی استقامت وصحت عقیدہ کی حالت میں تصنیف کی۔ اسی وقت میں ہمارے اصحاب نے اس سے روایت احادیث بھی کیا اس کے بعد وہ گمراہ ہو گیا

کشی علیہ الرحمہ نے ابو نصر وشا سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا ہم امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر تھے۔ اس وقت ایک کنیز ہمارے سامنے گزری اس کے ہاتھ میں ایک قمقمہ (کاسہ تھا) جس کو اس نے اُلٹ دیا۔ حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابو الجارود کے دل کو اس طرح اُلٹ دیا جیسے کہ اس لڑکی نے اس کاسے کو اُلٹا اس میں ہمارا کیا گناہ ہے۔

اور ابو بصیر سے روایت کی کہ حضرت ابو عبد اللہ کے سامنے کثیر النوا۔ سالم بن ابی حفصہ و ابو الجارود کا ذکر آیا تو فرمایا کذّابون مکذّبون کفّار علیھم لعنۃ اللہ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی جعلت فداك کذّاب کو ہم نے جانا کہ جو بہت جھوٹ بولے۔ مکذّبون کے کیا معنی۔ فرمایا۔ جھوٹے کذّاب ہیں کہ ہمارے پاس آکر کہتے ہیں کہ ہماری تصدیق کرتے ہیں حال آنکہ واقعہ میں ایسا نہیں اور ہم سے احادیث کا استماع کرتے ہیں اور دل میں ان کی تکذیب کرتے ہیں۔

دیگر۔ ابو سلیمان حمّال نے کہا کہ میں نے سُنا کہ حضرت ابو عبد اللہ نے منا کے مقام پر ابو الجارود کے خیمہ پر پکار کر کہا۔ اے ابو الجارود قسم خدا کی میرے باپ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۸) جیسا کہ دیگر کفار سے بھی یہی سلوک ہوا ہے کہ ان کی روایات بحالت اسلام مقبول و بصورت کفر مردود ہوئیں۔ اس کے بعد صاحب استقصاء رحمۃ اللہ علیہ نے الزام و افحام حیدر علی مصنّف منتہی الکلام کو درجہ قصویٰ پر پہنچایا ہے کہ ثابت کیا ہے کہ بزرگان علماء سُنیہ مثل ترمذی نے اپنی صحیح میں اور ابن شاہین و سہیلی و صاحب تفسیر شاہی نے اپنی کتابوں میں سرحوب مذکور سے روایتیں نقل کی ہیں پس جو اعتراض و تمسخر و طنز مصنّف نے علی ابن ابراہیم پر کیے ہیں اس کے لئے یہ لوگ اولیٰ و احق ہیں۔

۱۲ منہ عفی عنہ

اپنی موت کے وقت امام اہل الارض تھے۔ جس نے ان کو نہ پہچانا گمراہ رہا۔

سال آئندہ بھی میں نے آنحضرت کو دیکھا کہ ایسا ہی فرمایا۔ اس کے بعد مجھ کو کوفہ میں اس سے ملنے کا اتفاق ہوا تو میں نے اس سے کہا کیا تم نے ابوعبداللہ کا کلام نہیں سنا جو دو مرتبہ تم نے ارشاد کیا۔ کہا ہاں۔ سنا۔ ان کی مراد باپ سے اس کلام میں علی ابن ابی طالب ہیں محمد باقر نہیں۔

دیگر۔ ابو اسامہ سے روایت کیا کہ اس نے کہا کہ حضرت ابوعبداللہ نے مجھ سے پوچھا کہ ابو الجارود کا کیا حال ہے۔ پھر فرمایا اَمَا وَ اللّٰہِ لا یموت اِلّا تائِھا۔ قسم خدا کی وہ حیران پریشان ہو کر مریگا۔

عکرمہ مولائی ابن عباس

معاندین معاصرین آنجناب سے کہ نصب و خروج کے دریا میں ڈوبے ہوئے تھے

ایک عکرمہ غلام عبداللہ بن عباس تھا۔ اس کے ناصبی خارجی دشمن اہل بیت ہونے کی بڑے بڑے علماء سنیہ مثل احمد بن حنبل۔ ابوعبداللہ حاکم۔ ذہبی۔ شیخ عبدالحق وغیرہ وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ مگر شاہ عبدالعزیز دہلوی کی ناصبیت دیکھئے کہ ایسے مشہور خارجی کی مدح وثنا کرتے اور کہتے ہیں کہ عکرمہ شاگرد رشید و غلام خاص عبداللہ بن عباس تھا مگر بعض ناواقفوں نے اس کے اوپر نصب و خروج کی تہمت لگائی ہے۔ یعنی جن لوگوں نے اس کو ناصبی خارجی بتایا ہے وہ خود جاہل ناواقف ہیں اور ان کے شاگرد رشید فاضل رشید الدین باوصف دعوائے محبت اہل بیت اسکو مشاہیر قدماء اہل سنت سے جانتے ہیں۔ صاحب استقصار الافحام علیہ الرحمۃ والرضوان نے کتاب معجم الادباء یاقوت حموی سے نقل کیا ہے کہ عکرمہ مذکور اسی سال کی عمر میں ۱۰۵ھ میں فوت ہوا۔ اسی روز کثیر عزہ شاعر نے بھی وفات پائی تھی۔ کثیر شیعہ تھا اور عکرمہ خارجی اباضی مذہب رکھتا تھا۔ ابن سلام نے کہا لوگ

کثیر کے جنازے پر کثرت سے تھے کیونکہ عکرمہ حروری خارجی کی رائے پر تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ اپنے آقا عبداللہ بن عباس پر جھوٹ باندھتا اور ان کو اپنا ہم مشرب بتلاتا تھا۔ اسی سبب سے علی بن عبداللہ عباس اسکو ضرب و شلاق کرتے رہتے تھے۔ عبداللہ بن حارث کا بیان ہے کہ میں علی مذکور سے ملنے گیا تھا تو دیکھا کہ عکرمہ کو رسیوں سے باندھ کر بیت الخلا کے دروازے پر ڈال رکھا تھا میں نے کہا تم اپنے آزاد کردہ کے ساتھ ایسا عمل کرتے ہو۔ علی نے کہا یہ میرے باپ پر جھوٹ باندھتا اور تہمتیں لگاتا ہے۔ اور سعید بن المسیّب نے اپنے غلام آزاد کردہ کو کہا لا تکذب علی کما کذب عکرمہ۔ علی ابن عباس میرے اوپر اس طرح تہمتیں باندھتا جیسا کہ عکرمہ ابن عباس پر افترا کرتا تھا اور یحیٰی بن بکار میں نے عبداللہ بن عمر خطاب کو سنا کہ نافع (اپنے آزاد کردہ سے) کہتے تھے کہ ہم پر تہمت نہ لگاتا۔ جیسا عکرمہ عبداللہ ابن عباس پر کذب و افترا باندھتا تھا۔ افسوس کہ شاہ صاحب ایسے کذاب مفتری۔ دشمن علیؑ ناصبی خارجی کی حمایت کرنے اور ان کے شاگرد رشید اس کو مشاہیر قدماء اہل سنت سے جانتے ہیں۔

کشی رحمہ نے زرارہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو جعفر محمد باقرؑ نے عکرمہ کے مرنے کی خبر سنی تو فرمایا لو ادرکت عکرمة عند موتہ لنفعتہ۔ اگر میں عکرمہ کو مرتے وقت ادراک کرتا تو ہر آئینہ اس کو نفع پہنچاتا۔ اسکے بعد زرارہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو عبداللہؑ سے سوال کیا گیا کہ وہ حضرت اس وقت کو ادراک کرتے تو کیا اس کو نفع پہنچاتے۔ فرمایا مذہب حقہ تلقین کرتے جسپر تم ہو مگر آنحضرت نے اس کا ادراک نکیا نہ کچھ نفع پہنچا سکے۔ کشی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ یہ کلام آنحضرت کا ایسا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ سے روایت کیا گیا ہے لو اتخذت خلیلاً لاتخذت فلاناً خلیلاً۔ اگر میں کسی کو اپنا خلیل و دوست بناتا تو فلاں کو

تو فلاں کو خلیل بناتا۔ اس کلام امام نے عکرمہ کے حق میں اس کی مدح کا فائدہ نہ بخشا۔ بلکہ اسکے برخلاف نتیجہ نکلتا ہے۔

حکم بن عتیبہ

کشی میں مروی ہے کہ زرارہ نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ حکم بن عتیبہ آپکے باپ کی طرف سے روایت کرتا ہے کہ جناب باقرؑ نے اس کو حکم دیا کہ نماز مغرب مزدلفہ[۱] پہنچنے سے پہلے پڑھ لو ابو عبد اللہ نے تین مرتبہ قسم کھا کر کہا کہ کبھی آنحضرتؑ نے ایسا نہیں کہا۔

اور ابو مریم الضاری سے روایت کی کہ حضرت باقرؑ نے ان سے کہا کہ سلمہ ابن کہیل و حکم بن عتیبہ سے کہدینا کہ شرق غرب میں جہاں چاہو جاؤ علم صحیح سوائے ہم اہل بیت کے کسی اور جگہ نہ پاؤ گے اور ابو بصیر نے کہا میں نے آنحضرتؑ کی خدمت میں سوال کیا کہ کیا شہادت ولد الزنا کی جائز ہے۔ فرمایا نہیں۔ عرض کی حکم بن عتیبہ کہتا ہے کہ جائز ہے فرمایا اللھم لا تغفر ذنبہ خداوندا اس کا گناہ نہ معاف کرنا۔ پھر فرمایا کہ حکم دہنے بائیں جہاں چاہے جائے قسم خدا کی کہ علم اس کو اہل بیت رسالت ہی میں ملے گا جنکے یہاں جبرئیل وحی لیکر آتے تھے۔ اور علی بن الحسن بن فضال نے کہا کہ حکم فقہاء سُنّیہ سے تھا۔ وہ زرارہ حمران و طیّار کا اُستاد تھا قبل اس کے کہ وہ مذہب حقّہ کو اختیار کریں اور کہا گیا ہے کہ وہ مرجئی المذہب تھا۔

کثیر النوا و ابی المقدام

ابو بصیر سے روایت ہے کہ حضرت ابو جعفرؑ نے

---

[۱] مزدلفہ بضم میم ایک مقام ہے عرفات کی راہ میں جب منی کو واپس آتے ہیں تو شب دہم ذی الحجہ کو وہاں کچھ عرصہ قیام ہوتا ہے اس کا دوسرا نام مشعر الحرام ہے۔ شب دہم کی نمازیں مغربین کی وہاں پہنچ کر پڑھتے ہیں ۱۲ منہ

کہا کہ حکم بن عتیبہ و سلمہ بن کہیل و کثیر النوا و ابو المقدام و تمار یعنی سالم نے بہت سے آدمیوں کو گمراہ کیا۔ انکے گمراہ کردہ وہ لوگ ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ومن النّاس من یقول اٰمنّا باللہ والیوم الآخر وما ھم بمؤمنین لوگوں میں سے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں ایمان لائے خدا پر اور روز آخرت پر اور نہیں ہیں وہ (درحقیقت) مومنین۔

محمد بن یحییٰ سے روایت ہے کہ کثیر النوا کو کہا تم ابو جعفر محمد باقرؑ کا بہت استخفاف کرتے ہو۔ کہا میں نے ان سے ایسی بات سُنی ہے کہ کبھی دوست نہ رکھوں گا۔ وہ کہتے ہیں کہ زمین کے ساتوں طبقے محمد مصطفیٰ اور ان کی آل نجبا کے لئے کھُل جاتے ہیں۔

اور ابو بکر حضرمی سے روایت ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ نے کہا اللّٰھم انّی ابرءُ الیک من کثیر النوا فی الدّنیا والاخرہ۔ پروردگار امیں دُنیا و آخرت میں کثیر النوا سے بری ہوتا ہوں تیری طرف۔

عمر بن ریاح

ابتدا میں طریق حق پر تھا بعد ازاں معہ چند اصحاب کے منحرف ہو گیا۔ کہتا تھا کہ میں نے ایک بار جناب باقرؑ سے ایک مسئلہ پوچھا جس کا انہوں نے ایک جواب دیا۔ سال آئندہ پھر وہی مسئلہ بعینہ دریافت کیا تو اسکے خلاف جواب دیا۔ گو اس سے کہا گیا کہ پہلا جواب بطریق تقیہ تھا مگر نہیں مانا۔ اور کہتا تھا کہ امام کا کام تقیہ نہیں اور اُس کو نہیں چاہیے کہ دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھ رہے۔ اس کا فرض ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے کھڑا ہو جائے۔ پس وہ چند ساتھیوں کے ساتھ فرقہ تبریّہ میں شامل ہو گیا۔

خلفاء و ملوک معاصرین آنجناب

ولید بن عبد الملک ابن مروان

ان کا حال کسی قدر پیشتر تاریخ امام زین العابدین میں لکھا گیا کچھ یہاں بیان ہوتا ہے۔ وہ ۹۶ھ میں فوت ہوا۔ مدّت فرمانروائی کل دس سال کے قریب ہے۔ چونکہ امام محمد باقر کی امامت کا آغاز ان کے والد والا قدر کی وفات ۹۵ھ سے ہے تو اس حساب سے ولید نے زمانہ امامت آنجناب سے بہت قلیل اعنی قریب ایک سال کے ادراک کیا۔ ولید حکومت و بادشاہی کے نشہ میں ایسا چور تھا کہ ایک بار ابراہیم بن ابو زرعہ سے پوچھنے لگا کہ کیا بروز قیامت خلیفہ سے بھی حساب کتاب ہوگا۔ گویا اسکے زعم فاسد میں خلافت پاکر اس کا رتبہ ایسا جلیل و رفیع ہوگیا تھا کہ حساب آخرت اس سے ساقط ہوچکا تھا۔ ابراہیم نے درجواب اسکے کہا اے امیر المؤمنین خدا کے نزدیک تم کریم تر ہو یا داؤد نبی قسم خدا کی حق تعالیٰ نے آنحضرت کے لئے نبوّت و خلافت دونو جمع کردی تھیں مگر پھر بھی اس کی وعید شدید سے نہ بچے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے یاداؤدُ[1]

---

[1] تمام آیہ یہ ہے یا داؤد انّا جعلناک خلیفۃً فی الارض فاحکم بین النّاس بالحقّ ولا تتبع الھویٰ یضلّک عن سبیل اللہ انّ الّذین یضلّون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسو یوم الحساب (ترجمہ) اے داؤد ہمنے تم کو زمین پر خلیفہ مقرر کیا ہے پس تم لوگوں کے درمیان ٹھیک حکم کرو اور اپنی خواہش نفسانی کی پیروی نکرو وہ تم کو راہِ خدا سے بھٹکا دے گی یقیناً جو لوگ راہِ خدا سے بھٹک جائینگے انکے لئے بوجہ اسکے کہ وہ روز حساب کو بھولے ہوئے ہیں سخت عذاب ہے ۱۲ منہ

انّا جعلناك خلیفة فی الارض الخ تاریخ الخلفاء۔

حقیر مؤلّف کہتا ہے کہ ولید پر موقوف نہیں یہ خیال کہ خلافت پاکر یہ لوگ نوعِ انسانی سے بالاتر ایک مرتبہ خاص پر ممتاز ہو جاتے تھے۔ عبدالملک کے عہد میں پیدا ہوا اور مروانیوں میں مستمر رہا۔ حجّاج لعین نے ایک بار اس کو لکھا تھا اے امیر المؤمنین میں قرآن پڑھتا تھا۔ اس آیہ پر پہنچا اولٰئك الّذین انعم اللہ علیھم من النّبیّین والصّدّیقین والشّھداء۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ انعام کیا ہے اللہ نے اوپر انکے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں سے تو میں نے چاہا کہ شہداء کے بعد لفظ والخلفاء اس میں اور زیادہ کر دوں۔ تو عبدالملک نے بجائے اسکے کہ قرآن میں اصلاح دینے کے جرم میں اس کو سزا دیتا یا کم از کم زجر و توبیخ کرتا۔ ایک ہلکے سے فقرے سے کہ خواصوں کے ساتھ بے تکلفی کے مقام پر محبّت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ قاتله اللہ سے جواب دیا۔ (دل میں تو خوش ہوا ہوگا کہ مجھ کو نبیوں میں شامل کرنے چلا تھا) تاریخ الخلفاء۔

دیگر۔ یزید بن عبدالملک کہ عمر بن عبدالعزیز کے بعد خلافت پر فائز ہوا اور اس کے فیض صحبت کے اثر سے کسی قدر اتّباع سنّت عمر یہ ابتداءً اس سے ظاہر ہونے لگا۔ تو چالیس شامیوں ریش سفیدوں طویل اللّحیہ نے اس کے آگے شہادت دی کہ ما علی الخلفاء حسابٌ ولا کتابٌ کہ خلیفوں پر حساب کتاب کچھ نہیں۔ اتنا سہارا پاکر یزید فسق و فجور کے دریا میں کود پڑا اور پیٹ بھر کر بدکاری کی داد دی۔

ولید کو اسکے باپ عبدالملک نے مرتے دم وصیّت کی تھی کہ تجھے خیال رہے

انظر الی الحجاج فاکرمه فانّه هو الّذی وطّأ لکم المنابر وھو سیفك

حجاج کا اسکے اعزاز و اکرام میں فرق نہ آنے پائے تحقیق کہ یہ وہ شخص ہے جس نے

یاولیس ویدک علی من ناواک تمہارے لئے ہم دل پر جائے مہیا کی - وہ
فلا تسمعن فیه قول احد ولانت تیری تلوار اور دشمنوں پر تیرا یار و مددگار ہے
الیه احوج منه الیک پس کسی کی بات کو اس کے بارے میں بسمع
قبول اصغا نکرنا - کیونکہ تو اس سے زیادہ اس کا محتاج ہے جس قدر کہ وہ تیرا -
اس وصیت پدری کو ولید مرتے دم تک نہ بھولا - وہ حجاج کی سگے بھائیوں
سے زیادہ عزت کرتا تھا - اس نے عمر بن عبد العزیز جیسے شخص کو اس کے
کہنے سے حکومت حرمین سے معزول کر دیا -

عزل ولید عمر بن عبد العزیز را از حکومت حرمین شریفین

ابن اثیر کہتا ہے کہ حجاج کے جور و تعدی سے بعض اہل عراق ترک وطن کر کے عمر کی پناہ میں مکہ مدینہ چلے آئے تھے عمر نے یہ حال ولید کو لکھا اور حجاج نے عمر کی شکایت بارگاہ خلافت میں کی اور درخواست کی کہ عمر کو حکومت حرمین سے معزول کیا جائے اور اس پر بھی بس نکرکے اپنے ہمرنگ دو شخص عثمان بن حبان وخالد بن عبد اللہ کے نام بجائے اس کے لکھ بھیجے - ولید نے عمر کا ذرا لحاظ نکیا اور جیسا حجاج نے لکھا تھا اس کو معزول کر کے خالد کو مکہ کا عثمان کو مدینہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا - عمر اپنا بوریا بستر باندھ کر شام کو گئے اور کہتے جاتے تھے کہ اس حدیث نبی کی زد میں نہ آجاؤں - المدینة تنفی خبیثها الخ یعنی مدینہ ذوات خبیثہ کو اپنے درمیان سے اس طرح نکالتا ہی جیسا لوہار کی بھٹی لوہے سے میل کو صاف کرتی ہے -

نیز - تاریخ کامل میں ہے کہ مسجد دمشق (جو آجتک جامع مسجد بنی اُمیہ کے نام سے مشہور ہے) ولید کی تعمیر کردہ ہے - پہلے اس مقام پر عیسائیوں کا

گرجا ہوتا تھا اس کو گرا کر مسجد بنائی گئی ہے یعنی وہ بھی مسجد مدینہ کی طرح بقہرو غلبہ بلا رضامندی مالکان بنی - عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوا تو نصرانی اس کی بابتہ دادخواہ ہوئے - اس نے کہا اراضیات بیرون شہر عنوۃً (قہر و غلبہ سے) فتح ہوئی ہیں - ہم تمہارا یہ گرجا چھوڑے دیتے ہیں - الّا کنیسہ توما کہ بیرون شہر اراضی مذکورہ میں واقع ہے اسے منہدم کر کے مسجد بنالیں گے - انہوں نے کہا ہم کو جامع مسجد سے تعرض نہیں ہمارا کنیسہ (توما) نگراؤ - یعنی مسجد کے بحال خود قائم رہنے پر رضامند ہو گئے - حقیر کہتا ہے کاش حضرت عمر حجرات اہل بیت کے لئے بھی کہ توسیع مسجد رسول اللہ کی خاطر خود انکے اپنے ہاتھوں سے منہدم کئے گئے جیسا کہ بیشتر تاریخ امام چہارم امام زین العابدینؑ میں گزرا - کوئی ایسی ہی تدبیر کرتے - انکے مالکوں کو راضی فرماتے یا اتنا ٹکڑا جدا کر کے واگزار کر جاتے جس سے نمازیں نمازیوں کی ہمیشہ کو اس بقعۂ پاک میں درست ہو جاتیں۔

نیز - کامل میں ہے کہ ایک بار ولید بیمار ہوا اور مرض اس کو ایسا شدید پڑا کہ ہوش و حواس باقی نہ رہے - یہ بیہوشی دو روز کامل مستمر رہی - گویا مُردہ پڑا تھا گھر کے لوگ رونے پیٹنے لگے - قاصد یہ خبر لیکر اطراف و اکناف کو رواں ہوئے چنانچہ ایک قاصد حجاج کے پاس کوفہ پہنچا - اس نے یہ خبر سُنی تو انّا للہ کہا - اور شدتِ اضطراب میں دونوں ہاتھ رسّی سے کسکر ستونِ مسجد سے باندھ لیا اور دُعا کرتا تھا اللّٰھمّ لا تسلّط علیّ من لا رحمۃ لہ - خداوندا تو اس شخص کو میرے اوپر مسلّط نکرنا جو رحم نکرے - بتحقیق کہ اے پروردگار میرے میں بہت دنوں سے تجھ سے خواہش کرتا تھا کہ مجھ کو ولید سے پہلے موت آئے - راوی کہتا ہے کہ ہنوز وہ اسی طرح دست بستہ تھا کہ دوسرا قاصد اسکے افاقہ پانے کی خبر لیکر آیا - ادھر ولید کو ہوش آیا تو کہنے لگا میرے اس افاقہ سے کسی کو اس قدر

خوشی نہوئی ہوگی جتنی کہ حجّاج کو پس ولید زندہ رہا جبتک حجّاج نے عراق سے جاکر شام میں اس سے ملاقات نکی۔

ولید کی موت کے وقت کا ایک عجیب واقعہ

تاریخ الخلفا میں ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے کہا جس وقت میں نے ولید کو دفن کرنے کے لئے قبر کے اندر اُتارا تو اس کے کفن کے اندر سے ایک حرکت محسوس ہوئی دیکھا تو وہ پیروں کو زمین پر مارتا تھا۔ سیوطی نے اسی قدر لکھا ہے مگر ابن اثیر تاریخ کامل میں اس واقعہ کو اور طریق پر یوں نقل فرماتا ہے کہ اس کا جنازہ قبر پر اُتارنے لگے تو اس کے گھٹنے سمٹ کر گردن سے آملے۔ اسکے بیٹے نے کہا اَعَاشَ اَبِیْ کیا میرا باپ زندہ ہوگیا۔ عمر بن عبد العزیز کہ وہاں حاضر تھا بولا۔ عُوجِلَ وَاللّٰہِ الْوَلِیْدُ۔ قسم خدا کی تیرے باپ کے لئے عذاب آخرت میں تعجیل کی گئی۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ عمر کو یہ واقعہ دیکھکر عبرت ہوئی اور اس نے نصیحت پکڑی۔

میمون بن مہران نے کہا کہ مجھ سے عمر بن عبد العزیز نے کہا جب میں نے ولید کو دفن کے لئے گود میں رکھا تو دیکھا اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا تھا۔ میری موت آئے اور دفن کرنے لگو تو میرا منہ بھی کھولکر دیکھنا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عند الاخراس کو دیکھا تو اس کا چہرہ اس سے زیادہ حسین تھا جیسا کہ کبھی عیش کے زمانے میں تھا انتہیٰ۔

نیز۔ تاریخ کامل میں ہے کہ عبد الملک نے ولید کے بعد اپنے دوسرے بیٹے سلیمان کو نامزد خلافت کیا تھا۔ ولید نے چاہا کہ اس کو خلع کر اس کی جگہ اپنے بیٹے عبد العزیز کو ولی عہد مقرّر کرے مگر سلیمان اسپر راضی نہوتا تھا۔ ولید نے اپنے عمّال کو اس کی بابت لکھا اور دیگر لوگوں کو اس طرف دعوت کیا۔ حجاج بن یوسف

اور قتیبہ اور خاص خاص آدمیوں کے سوا کسی نے اسے قبول نکیا۔ ولید نے خط لکھ کر سلیمان کو اپنے پاس اس کے کام پر سے بُلایا وہ نہ آیا تو خود اس طرف کا عزم کیا کہ وہاں پہنچکر اسے خلع کرے۔ سامان سفر درست ہوا اور خیمہ شاہی بیرون شہر لگایا گیا مگر موت نے مہلت نہ دی۔ ملک الموت نے قبل اس کے کہ ایک قدم باہر رکھے اس کی روح قبض کر لی۔

سلیمان بن عبد الملک

جمادی الآخر ۹۶ھ میں خلیفہ ہوا صفر ۹۹ھ میں فوت ہو گیا۔ دو برس آٹھ مہینے چند یوم خلافت کی۔ اُنتالیس سال کی عمر ہوئی۔ اسکی پرخوری کی داستانیں کچھ پہلے کتاب کشف الحقائق میں گزریں۔ بقیہ سے کسی قدر ضیافت طبع ناظرین کے لئے یہاں مذکور ہوتی ہیں۔ کتاب عقد الفرید میں ابن عبد ربہ نے روایت کی ہے کہ سلیمان حج کو مکہ آیا تو حجاز کی گرمی سے بہت متاذی ہوا۔ عمر بن عبد العزیز نے طائف جانے کی صلاح دی۔ مقام سحق میں پہنچا تو ابن ابی زبیر کے پاس قیام کیا۔ اور شدت حرارت سے اپنے تئیں ریتلی زمین پر ڈال دیا۔ ہر چند کہتے رہے کہ بستر آتا ہے مگر نہ سُنا اور اپنے شکم کو برہنہ کر کے ریتے سے ملا دیا کیونکہ ریتے کی ٹھنڈک اس کو بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ بس طائفی انار اس کے کھانے کو حاضر کئے۔ پانچ پانچ عدد لاتے وہ کھا لیتا تو اور منگاتے حتّٰی کہ ستّر انار کھائے۔ پھر کہا کچھ اور بھی ہے۔ ایک مسلّم بکرا اور پانچ مرغیاں کباب کر کے دیں سب کھا گیا۔ بعد ازاں زبیب (منقی) طائفی لاکر آگے ڈھیر لگا دیا۔ وہ کھانے لگا۔ بہت سا کھا چکا تو نیند آگئی۔ بیدار ہوا تو دسترخوان پر بیٹھ کر حسب معمول کھانا کھایا جیسا کہ کھاتا تھا۔

مسعودی مروج الذہب میں لکھتا ہے کہ اس کے سیر ہونے کے لئے ہر روز
ایک سو رطل عراقی (قریب سوا من مروجہ ہندوستان) طعام کی ضرورت ہوتی تھی
اکثر ایسا ہوتا کہ مرغ بریاں سیخوں میں لگے۔ گرما گرم اسکے آگے لائے جاتے۔ وہ
شدت حرص و آز سے اتنا صبر نکرتا کہ ذرا ٹھنڈے ہو جائیں آستینوں سے انکو
پکڑتا اور دانتوں سے نوچ نوچ کر کھاتا۔
اصمعی[1] کہتا ہے کہ ایک بار ہارون الرشید کے آگے سلیمان کے کثیر الاکل ہونیکا

---

[1] ابو سعید عبدالملک بن قریب بن علی بن اصمع الاصمعی الباہلی ۱۲۲ھ یا ۱۲۳ھ میں پیدا
ہوا اور ۲۱۴ھ یا ۲۱۷ھ میں فوت ہوا۔ اور ابو بکر خطیب کا قول ہے کہ اسکی عمر ۸۸ سال کی ہوئی
ابو قلامہ جیش بن عبدالرحمان نے کہ اسکے جنازے پر حاضر تھا یہ دو شعر اسکے حق میں کہے ۔

لعن اللہ اعظما حملوھا ۔۔۔ نحو دار البلاء علی خشبات
اعظما تبغض النبی واھل البیت والطیبین والطیبات

یعنی خدا لعنت کرے ان ہڈیوں کے تئیں جن کو تختوں پر رکھ کر مصائب کے گھر (قبر) کو لیجا رہے ہیں
یہ وہ استخواں ہیں جو نبی خدا صلے اللہ علیہ وآلہ اور انکی اہلبیت پاک و پاکیزہ سے بغض رکھتی تھیں۔
روایت ہے کہ اسکے دادا علی بن اصمع نے صفوان میں چوری کی تھی۔ حضرت امیر المومنین
علی بن ابی طالب کے حضور میں پیش ہوا تو آپ نے تحقیقات کے بعد حکم دیا کہ اس کی انگلیاں جڑ سے
کاٹ لی جائیں۔ کسی نے کہا یا امیر المومنین پہونچے سے کس لئے قطع ید نہیں فرماتے فرمایا سبحان اللہ
وہ نماز کس طرح پڑھتا زمین پر کس شئے کو ٹکاتا کھانا کیونکر کھاتا۔ حجاج بن یوسف بصرہ آیا تو ابن اصمع مذکور
اسکے پاس گیا اور عرض کی ایہا الامیر میرے ماں باپ نے مجھے عاق کیا کہ میرا نام علی رکھا۔ حجاج ہنسا کہ اچھا
ذریعہ تقرب کا نکالا جا بیٹے سارحاذ کی مچھلیوں کا کام تیرے سپرد کیا۔ دو دانق ہر روز تجھے ملا کرینگے۔ اس سے
تجاوز کیا اور خیانت تجھ سے ظاہر ہوئی تو جس قدر علی نے تیرا ہاتھ باقی رہنے دیا اسکو کاٹ لونگا ۱۲ ابن خلکان

ذکر ہو رہا تھا میں نے کہا۔ اس کی حرص طعام اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ مرغ کباب سیخوں پر لگے ہوئے گرم گرم سامنے آتے تو اتنا صبر نکرتا کہ ذرا ٹھنڈے ہو جائیں جلتے جلتے آستینوں سے پکڑ کر جھنجوڑنے لگتا۔ رشید نے کہا۔ قاتلک اللہ۔ تو کس قدر ان لوگوں کے حالات سے واقفیت رکھتا ہے۔ بنی امیہ کے پارچہا پوشیدنی کی گٹھریاں میرے سامنے پیش ہوئیں تو سلیمان کے جبوں کے آستینوں میں دسومت کا اثر پایا۔ حیران تھا کہ یہ چکنائی کہاں سے لگی۔ آج یہ عقدہ حل ہوا۔ پھر ایک جبہ ان میں سے منگا کر مجھے دیا۔ راوی کہتا ہے کہ اصمعی اکثر اوقات جبہ پہنے نکل آتا اور کہتا یہ سلیمان والا جبہ ہے جو ہارون نے مجھے عطا کیا تھا۔ حیرت ہے کہ سلاطین بنی امیہ کے پارچۂ پوشیدنی پہلے ان کے اپنے عہد سلطنت میں مدتوں محفوظ رہے پھر عباسیوں نے ان کی اس قدر نگہداشت کی کہ ہارون کے زمانے تک کہ ان کا پانچواں خلیفہ ہے اور سلیمان کے زمانے کو اس کے عہد تک ستر اسی سال کا عرصہ گزرا تھا۔ وہ گٹھریاں ایسی احتیاط سے رکھی تھیں کہ اسکے سامنے پیش کی گئیں اور آئندہ خدا جانے کب تک انکی یوں حفاظت ہوتی رہی ہوگی۔

پھر مسعودی کہتا ہے کہ سلیمان ایک روز حمام سے نہا کر نکلا۔ آتش جوع اشتداد پر تھی حکم دیا کہ کھانا حاضر کیا جائے۔ کھانا ہنوز تیار نہ ہوا تھا۔ کہا جس قدر بریاں ہو چکا ہو لے آؤ۔ تیس بکروں کے دل و جگر وغیرہ بریاں کردہ حاضر کیئے۔ چالیس عدد نان تنک کے ساتھ ان کو کھا گیا۔ پھر دستر خوان بچھا تو حسب معمول اہل مجلس کے ساتھ ان سے زیادہ کھانا کھایا۔

نیز مسعودی نے کہا کہ رات کو سونے لگتا تو طبقہا پر از حلوا اس کے دہنے بائیں رکھے جاتے۔ سوتے میں جس پر ہاتھ پڑتا اس میں سے کھانے لگ جاتا تھا۔

نقل ہے کہ ولید بن عبد الملک کو عمارت کا شوق تھا۔ اس کے زمانے میں لوگ

تعمیرات کی طرف متوجہ ہوئے۔ سلیمان اکل و شرب و جماع نسوان کا دلدادہ تھا اسکے عہد میں انہی باتوں کا چرچا رہتا تھا۔ عمر بن عبد العزیز طاعتِ خدا و عبادات کا حریص اس وقت ایک دوسرے سے ملتا تو کہتا شب گزشتہ میں نے اس قدر نمازیں پڑھیں۔ اتنے پارے قرآن کی تلاوت کی۔ غرض مقولہ النّاس علٰے دین ملوکھم کی ان تین بادشاہوں کے زمانے میں تصدیق ہو گئی۔

کہا جاتا ہے کہ سلیمان کا زمانہ پُر از برکت تھا۔ اس نے تخت نشین ہو کر ولید و حجّاج کے مظالم کا تدارک کیا۔ ان کے اسیروں کو قید و اسر سے رہائی دی۔ ظالم عمّال کو برخاست کر کے ان کی بجائے حتی المقدور خدا ترس اشخاص بھرتی کئے۔ آخر میں یہ نکوئی اس سے بر روئے کار آئی کہ عمر بن عبد العزیز کو اپنا جانشین کر گیا۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ عمر کی ولیعہدی کی نکوئی تنہا سلیمان کی کارگزاری نہیں۔ اس کا سلسلہ مروان حکم یا کم از کم عبد الملک بن مروان کے عہد سے شروع تھا۔ عبد العزیز عمر کا باپ عبد الملک کی ولیعہدی پر نامزد ہوا تھا۔ مگر وہ قبل از وقت عبد الملک کی حیات میں اس کے سامنے فوت ہوا یا مروا دیا گیا تو یہ منصب عبد الملک کے بیٹے ولید کو ملا اس وقت سلیمان کا ولی عہد عبد العزیز بن سلیمان اسکی زندگی میں جان بحق ہوا تو چار ناچار عمر بن عبد العزیز کو نظر بحقوق اسکے باپ کے ولی عہد کرنا پڑا۔ مگر مروانیوں کو اس کا چلن پسند خاطر نہوا جلدی ہی زہر دیکر اس کا خاتمہ کر دیا جیسا کہ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

قصّہ موسیٰ بن نصیر

ابن اثیر کہتا ہے کہ موسیٰ کا باپ نصیر معاویہ کے زمانے میں اسکے پیادوں کا افسر تھا معاویہ جب جنگ صفّین کو جانے لگا تو نصیر نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کیا معاویہ

نے کہا کس لئے تو ہمارے ساتھ نہیں چلتا۔ حال آنکہ ہمارے احسانات تیرے اوپر معروف ہیں۔ نصیر نے کہا لا اشق کک بکفر من ھو اولی بالشکر منک میں تیری تابعداری میں اس شخص کی نافرمانی نکروں گا جو تجھ سے زیادہ اولیٰ بطاعت ہے یعنی خدا کا نافرمان نہونگا۔ مراد یہ کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے ساتھ جنگ کرنا لا کلام خدا کی نافرمانی ہے۔ معاویہ یہ سُن کر خاموش ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ نصیر کا ہی خون موسیٰ کی رگوں میں[1] سرایت کیئے ہوئے تھا جو کبھی کبھی بے ساختہ ظاہر ہو جاتا۔ تب تو سلیمان نے باوصف اس کے اس جنگ و جہاد و فتح بلاد کے دُنیا کی ثروت و دولت سمیٹ کر شاہی خزانے میں داخل کردی۔ اس کی یہ قدردانی کی کہ بیچارہ قید خانے ہی میں مرگیا۔ الغرض اس کی فتوحات اندلس کا قصہ نہایت اختصار کے ساتھ تاریخ کامل سے نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین دیکھ لیں کہ یہ لوگ اپنے جان نثار کارکنوں کے ساتھ آخر کار کس انداز سے پیش آتے تھے وھو ھذا۔

موسیٰ مذکور ولید بن عبدالملک کے زمانے میں افریقہ کی مہم پر تعینات ہوا جس وقت اس نے وہاں پہنچکر اپنے عہدے کا چارج لیا ہے تو اس وقت مسلمانوں کی حالت ان اطراف میں بہت زبوں و زار تھی۔ حسان بن حبّان سابق عامل کی بزدلی سے ان کی یہ نوبت پہنچی تھی کہ گھاس پھونس کی جھونپڑیوں میں بسر کرتے

[1] ایک بار افریقہ میں قحط پڑا اور گرانی غلات انتہا کو پہنچی۔ موسی نے نماز استسقا پڑھ کر طلب باراں میں خطبہ کہا مگر اسکے درمیان میں خلیفۂ وقت (ولید) کا ذکر نہ کیا۔ لوگوں نے اسپر اعتراض کیا۔ اس نے کہا یہ وہ مقام ہے جس میں سوائے خدا کے کسی سے کوئی شے طلب نہیں کی جاتی۔ اس کے بعد بکثرت بارش ہوئی اور ارزانی ہو کر قحط برطرف ہوا ۱۲ ابن اثیر

تھے۔ کچھ مٹّی کے ڈھیلے بسمت قبلہ چن کر ان کے اوپر لکڑیاں رکھ لی تھیں وہی ان کی جامع مسجد یعنی جماعت وجمعہ کی جگہ تھی۔ ازبسکہ دشمن کوہ و دشت میں ہر چہار سمت پھیلے ہوئے تھے مسلمان عید کی نماز کو اکٹھے ہوتے بھی ڈرتے تھے موسیٰ نے وہاں پہنچکر تمام پراگندہ آدمیوں کو جمع کیا اور بلیغ خطبے کہہ کر ان میں شجاعت و دلاوری کی تازہ روح پھونکی۔ بعدازاں اپنے بیٹوں و دیگر سرداروں کے ماتحت مہمیں اطراف وجوانب کو روانہ کیں انہوں نے اپنے اپنے مقام میں پہنچکر معرکہ ہائے کارزار گرم کیے۔ بڑے بڑے رن پڑے۔ خود موسیٰ کمال جدّ و جہد سے جہاد کرتا اور دادِ شجاعت دیتا تھا جن میں مسلمان کامگار اور کفار ذلیل وخوار وقید وقتل کیے جاتے۔ ہزاروں لاکھوں بردے بندی میں آتے۔ شتر گاؤ۔ بھیڑ۔ بکری و دیگر نفائس امتعہ واقمشہ کا کوئی حساب وشمار نہ رہا تھا۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ ایک معرکے میں اس قدر کفار اسیر ہوئے تھے کہ ان کا خمس یعنی پانچواں حصہ جو دارالخلافہ کو بھیجا گیا ساٹھ ہزار لونڈی غلام تھے۔ ولم یذکر احدٌ انہ سمع بسبیٍ اعظم من ھذا۔ کسی مورّخ نے بیان نہیں کیا کہ اس سے بڑھ کر اسیر کسی بندی میں آئے ہوں۔

الحاصل موسیٰ کے ان معرکوں نے ملک میں طوفان برپا کردیا۔ جو فتح ہوتی خمس غنائم فتح نامے کے ساتھ ارسال دارالخلافہ کرتا۔ اسی طرح فوج کشی وملک گیری میں لگا ہوا تھا تا اینکہ تمام ملک بربٹونس وغیرہ یعنی کل شمالی افریقہ کفر وشرک سے پاک ہوگیا۔

فتح اندلس افریقہ سے نبٹ کر اس نے بحرِ روم کے پار کا ملک اندلس جسے اب جغرافیوں میں اسپین یا ہسپانیہ کہتے ہیں اسکے فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اوّل اپنے ایک آزاد کردہ غلام ظریف نام کو چار سو

گھوڑوں کے ساتھ چار کشتیوں میں بٹھا کر امتحان کی راہ اس طرف بھیجا۔ طریف اپنی جمعیت کے ساتھ اس کے ایک جزیرہ موسوم بہ جزیرۂ خضرا میں اُترا۔ اندر داخل ہو کر اس کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ اور اموال و غنائم وہاں سے لیکر صحیح و سالم قیام گاہ کو واپس آیا۔ اس کے بعد موسیٰ نے دوسرے غلام طارق بن زیاد کو پہلے سے زیادہ سامان و سپاہ دے کر اس طرف روانہ کیا۔ یہ طارق مشہور فاتح اُندلس ہے۔ جبل طارق جس کو بگاڑ کر انگریزی میں جبرالٹر کہا جاتا ہے آج تک اس کے نام سے مشہور چلا آرہا ہے۔ طارق نے اس ملک میں داخل ہو کر آہستہ آہستہ اسکے شہروں اور قلعوں کو فتح کرنا شروع کیا تا اینکہ ۲۸ ماہ رمضان ۹۲ھ کو وہاں کے بادشاہ رزیق کے ساتھ جنگ عظیم فیصلہ کن کی ٹھہر گئی۔ موسیٰ نے طارق کی امداد کو اور لشکر افریقہ سے روانہ کیا۔ رزیق ایک لاکھ فوج ساتھ لیکر کروفر سے آیا۔ طارق کے پاس اگلی پچھلی فوجیں ملا کر کل بارہ ہزار کی جمعیت تھی مگر بمصداق آیہ وافی ہدایہ کم من فئۃٍ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ بارہا خدا کے اذن و اشارے سے چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر غالب آتا ہے۔ فتح آخر کار مسلمانوں کی رہی۔ ملک رزیق ایک نہر میں ڈوب کر ہلاک ہوا۔ اس کا لشکر کچھ قتل ہوا کچھ بھاگ نکلا۔ طارق نے یہ فتح عظیم کہ مقدمۂ فتوحات کثیرہ تھی حاصل کر کے لشکر غرناطہ۔ قرطبہ وغیرہ بلاد اندلس پر روانہ کئے جو منصور و کامیاب ہو کر واپس آئے اور خود بھاری جمعیت کو ساتھ لیکر بقصد شہر طلیطلہ آگے بڑھا مگر وہ لوگ شہر کو خالی چھوڑ پہلے سے فرار ہو گئے تھے۔ لہذا بلا مزاحمت احدے اسپر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا مگر طارق آگے ہی بڑھتا چلا گیا تا اینکہ گھاٹی کی راہ ایک پہاڑ کو قطع کر کے شہر مائدہ میں پہنچا۔ جہاں اسکو مائدہ (خوان) سلیمان بن داؤد علیہ السلام ہاتھ آیا جو زبرجد سبز سے بنا تھا اور اس کے کنارے اور پائے یاقوت و

لو لو و مرجان وغیرہ بیش قیمت جواہرات سے مکلل تھے - کل تین سو ساٹھ پائے اس میں تھے -

رمضان ۹۳ھ میں خود موسیٰ نے جم غفیر ساتھ لیکر ممالک اُندلس کا قصد کیا اور وہاں پہنچکر بخلاف اس راستے کے جہاں سے طارق گیا تھا دوسری راہ سے جاکر قریات وقصبات کو جو ابتک فتح نہوئے تھے ان کو تسخیر کیا اور رفتہ رفتہ شہر طلیلہ کے قریب جس کو طارق نے اپنا نشیمن گاہ بنایا تھا جا کھڑا ہوا طارق یہ سن کر بیتابانہ نکلا اور مراسم استقبال بجالایا - موسے نے مائدۂ سلیمان و باقی اموال وسامان غنیمت جو ابتک نہیں بھیجے تھے اس سے وصول کر کے آگے راہ لی - چلتے چلتے ایک صحرائے عظیم کے کنارے پر جا پہنچا - جہاں ایک بت سنگین نصب تھا اس کے اوپر کھدا ہوا تھا کہ اے اولاد اسمٰعیل تمہاری یہی حد ہے اس سے آگے قدم نہ بڑھانا - اس مقام پر ولید کا ایلچی شام سے آیا جس نے واپس آنے اور دار الخلافہ میں حاضر ہونے کا پیغام پہنچایا - لاجرم اُلٹا پھرا راہ میں طارق کو ساتھ لیا اور اپنے بیٹے عبد العزیز کو ممالک مفتوحہ کی حکومت سپرد کر کے بالاتفاق دونوں نے دریا کو عبور کیا اور طنجہ اور اسکے مضافات پر دوسرے پسر عبد الملک کو اور افریقہ اور اسکے علاقوں پر سب سے بڑے بیٹے عبد اللہ کو تعیین کیا اور خزائن وغنائم بے شمار و امتعہ نفیسہ وجواہرات انبار در انبار و مائدۂ سلیمان کے علاوہ جو اس کے ساتھ تھے تیس ہزار دختران خوبرو حور شمائل باکرہ اشراف و اکابر ملک کی بیٹیاں ساتھ لایا - دمشق میں پہنچا تو ولید اس وقت مرچکا تھا اور بجائے اسکے سلیمان تخت خلافت پر متمکن تھا - جس کو پہلے سے اسکے ساتھ عناد چلا آتا تھا - اس نے بجائے اسکے کہ ایسے جان نثار حق گزار کا اعزاز و اکرام فرمائے سب کچھ اس سے لے لیا اور قید کر دیا

جس سے مر کر ہی رہائی پائی اور ایک بھاری رقم تاوان کی اس کے اوپر عائد کی جسکے ادا کرنے سے موسیٰ عاجز رہا۔ تنگدستی و عسرت کے ہاتھوں ایسا لاچار ہوا کہ گزارہ کی خاطر اہل عرب کے آگے دست سوال دراز کرنا پڑا۔ اللہ اللہ یا وہ زر و زیور و زر و جواہر کا قلزم مواج آئے تھا یا دم کے دم میں یہ انقلاب کہ کوڑی کوڑی کا محتاج ہے۔ عبرت۔ عبرت۔

پھر ابن اثیر کہتا ہے کہ مورخین کا بیان ہے کہ اوّلاً بلہ روم والے اندلس میں داخل ہوئے تو ان کو اس سرزمین میں ایک مکان مقفل دکھائی دیا جو بادشاہ ہوتا اس پر ایک قفل اپنی طرف سے ڈال دیتا۔ چنانچہ قوم قوط بادشاہ ہوئی تو انہوں نے بھی ایک قفل اپنا اضافہ کیا۔ مگر زریق نے سلطنت پاکر ان اقفال کو توڑنے کا ارادہ کیا لوگ مانع آئے کہ ایسا نہ کرنا لیکن اس نے نہ مانا اور تمام تالے توڑ ڈالے۔ مکان کے اندر کچھ صورتیں عربوں کی ایسی نظر آئیں کہ سُرخ عمامے سروں پر باندھے سفید گھوڑوں پر سوار تھے اور ایک کتاب وہاں ملی جس میں لکھا تھا کہ جس وقت یہ مکان کھولا جائیگا تو یہ لوگ اس ملک میں داخل ہوں گے یعنی یہ ملک ان کے ہاتھ پر فتح ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ اسی سال اندلس مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہوا۔

قتل عبدالعزیز بن موسیٰ

سلیمان نے موسیٰ بن نصیر جیسے کارگزار کے قید کرنے پر قناعت نہیں کی اس کے لائق بیٹے عبدالعزیز بن موسیٰ کو بھی زندہ نچھوڑا۔ کچھ سرہنگوں کو اندلس میں جہاں عبدالعزیز حکومت کرتا تھا خفیہ کہلا بھیجا۔ انہوں نے اس وقت جبکہ صبح کو مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور سورہ فاتحہ کے بعد واقعہ کو تمام کیا تو ایک ضرب تیغ اسپر واقع کر کے اس کا کام تمام کیا اور سر کاٹ کر سلیمان کے پاس لے آئے۔ سلیمان نے وہ سر

اس کے باپ موسیٰ کے پاس بھیجدیا۔ موسیٰ نے بکمال صبر و استقلال اس مصیبت کو برداشت کیا اور اتنا کہا ھنیئاً لہ بالشہادۃ وقد قتلتموہ ۔تم نے اس کو مار ڈالا۔ گوارا و مبارک ہو اس کو درجہ شہادت کا ۔ قسم خدا کی وہ روزہ دار و عبادت گزار تھا۔ ابن اثیر کہتا ہے وکانوا یعدّ وبھا من زلّات سلیمان۔ کہ لوگ اس قتل کو سلیمان کی لغزشوں اور خطاؤں سے ایک شمار کرتے تھے۔ جامع اوراق بندۂ عاصی مظہر حسن موسوی عفا اللہ عن سیئاتہٖ عرض کرتا ہے کہ میں نے یہ قصہ موسیٰ بن نصیر کا بطولہا اس لئے یہاں نقل کیا کہ ناظرین غور کریں کہ خلفاء امویہ و عباسیہ اہل بیت رسالتؐ اور انکے دوستوں اور شیعوں کے تو دشمن تھے ہی کہ انکے ایذا دینے اور ستانے اور آثار کو ان کے نیست و نابود کرنے اور مٹانے میں سعی نامشکور مبذول رکھتے الّا اپنے مخصوص مخلصوں سے بھی کہ ان کی ہواخواہی اور جان نثاری میں عمریں گزارتے اور وسعت و فراخی سلطنت میں ساعی و سرگرم رہتے انکے یہ سلوک تھے۔ عبدالملک بن مروان عمر اشدق کے ساتھ جس طرح پیش آیا اس کا بیان جلاء العینین تاریخ علی بن الحسینؑ میں گزرا۔ منصور دوانیقی نے جو سلوک ابومسلم مروزی سے کیا کشف الحقائق میں مذکور ہوا۔ ہارون نے جس بیدردی سے زنگیوں کا نشان مٹایا۔ مامون نے جس طریق پر حسن بن سہل کو حمام میں مروایا عقد النّاظم تاریخ امام موسیٰ کاظم اور لمعۃ الضیا تاریخ امام رضاؑ میں علی التّرتیب لکھا گیا فافہم و تدبّر۔

خلافت عمر بن عبدالعزیز

سلیمان کے فوت ہونے پر بروز جمعہ ۱۰ صفر ۹۹ھ اس سے بیعت ہوئی۔ اور ۲۵ رجب ۱۰۱ھ کو دنیا سے دار آخرت کو کوچ کیا۔ مدت خلافت کل دو سال

۵ مہینے ۵ روز۔ مدّتِ عمر ۳۹ سال ہے۔ مقام دیر سمعان ہیں کہ علاقہ حمص سے بجانب قنسرین واقع ہے دفن ہوا۔ مسعودی کہتا ہے کہ عموماً بنی امیہ کی قبریں اکھڑوا کران کے نشان مٹائے گئے الّا عمر کی قبر سے کوئی معترض نہیں ہوا وہ آجتک معروف و مشہور ہے وبچشم عظمت و عزّت ملحوظ و منظور لوگ نزدیک و دور سے آتے ہیں زیارت کرتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔

بحار میں ہے کہ عبداللہ بن عطار تیمی نے کہا میں مسجد مدینہ میں حضرت علی بن الحسین کی خدمت میں حاضر تھا اس وقت عمر عبدالعزیز وہاں سے گزرا اس کے پاؤں میں نقرئی تسموں کے نعلین پڑے ہوئے تھے وہ جوانی میں بہت خوبصورت تھا اس کی چال میں تبختر تھا۔ حضرت نے اس کو دیکھ کر فرمایا اے عبداللہ بن عطا تم اس مغرور کی چال دیکھتے ہو۔ آخرکار یہی خلافت پائے گا۔ میں نے کہا یہ فاسق بھی خلیفہ ہوگا۔ فرمایا ہاں مگر دیر نہ ہوگی جلدی ہی دُنیا سے کوچ کرے گا۔ اس کے مرنے پر اہل آسمان اس پر لعنت بھیجیں گے اور اہل زمین اس کے لئے مغفرت چاہیں گے انتہیٰ۔ اہل زمین کی استغفار کا یہ باعث ہے کہ ظاہراً حتّی المقدور شرائط عدل و نصفت ملحوظ خاطر تھے اور اہلِ آسمان کی لعنت کی وجہ ظاہر ہے کہ خلافت ناحق نار والحتی یا شائد یہ کہ اعمال حسنہ غیر خالصۃً لِلّٰہ دُنیا کے دکھاوے کی غرض سے تھے واللہ اعلم۔

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ عمر ہر چند خلافت سے پیشتر بھی صلاح و تقویٰ سے خالی نہ تھے۔ مگر بادہ عیش و عشرت میں کچھ ایسے مخمور تھے کہ اس کا اثر ان کی چال ڈھال وضع قطع سے آشکار ہوتا تھا۔

۸۶ھ

ولید خلیفہ ہوا تو اس نے مکہ مدینہ پر اپنی طرف سے فرمانروا مقرر کیا۔ وہ سنہ سے لیکر سات سال پیہم یعنی سنہ ۹۳ھ تک اس حکومت پر مامور رہے۔ پھر حجاج لعین کے

کہنے سے ان کو معزول کیا۔ کما مرّ سابقاً۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ سلیمان کے دفن سے فراغت ہوئی تو اسپہائے تازی ساز و سامان سے آراستہ اسکی سواری کو حاضر کئے گئے۔ مگر اس نے یہ کہہ کر کہ میرا اپنا گھوڑا ان سب سے بہتر ہے اسی پر سواری کی اور اپنے مکان کو گیا۔ کہا دار الخلافہ کو چلنا چاہیئے۔ اس نے کہا متعلقان ابو ایوب (سلیمان) وہاں ہیں۔ مجھ کو میرا گوشہ خانہ کافی ہے وہیں رہا جبتک کہ سلیمان کے اقارب بطوع و رغبت وہاں سے اُٹھ کر کسی اور مکان میں نہ چلے گئے۔

اسپان خاصہ کی خوراک و علوفہ اور خادمان کا حساب پیش ہوا تو کہا مجھ کو میرا استر سفید کافی ہے ان کو شہرہائے شام میں بھجوا کر فروخت کر دیا۔ اور ان کی قیمتیں بیت المال میں داخل کیں۔

زوجۂ پسر عبد العزیز خوش قسمتی سے جناب عمر کو بیوی بھی فاطمہ بنت عبد الملک سی عاقلہ قابلہ ملی تھی کہ سچے دل سے اس کی فرمانبردار اطاعت گزار تھی۔ رنج و راحت میں اس کی شریک عسر و یسر میں راضی و قانع تھی۔ تاریخ الخلفاء میں فرات بن سائب سے نقل ہوا ہے کہ فاطمہ کے زیورات میں اسکے والدین کا دیا ہوا ایک جواہر تھا جس کا مثل و مانند دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ عمر نے اسے کہا کہ اے فاطمہ تم کو اختیار ہے یا اس جواہر کو اپنے سے جُدا کر کے بیت المال مسلمانان میں داخل کر دو ورنہ خود مجھ سے جُدا ہو جاؤ کیونکہ میں اور تم اس زیور کے ساتھ جمع نہیں رہ سکتے۔ بی بی نے کہا یہ ایک اور اس جیسے ہزار جواہر تم پر قربان ہیں بھلا میں اس پتھر کی خاطر تجھ کو چھوڑ سکتی ہوں۔ یہ کہا اور اس کو بیت المال میں بھجوا دیا

راوی کہتا ہے کہ عمر کی وفات کے بعد یزید بن عبد الملک فاطمہ مذکورہ کا بھائی خلیفہ ہوا تو اس نے کہلا بھیجا کہ تو چاہے تو یہ جواہر تجھ کو واپس دیدوں۔ کہا نہیں

قسم خدا کی ہم اسے شوہر کی زندگی میں اس کو اپنے لئے پسند نہ کیا تو اب اس کے مرنے پر کیوں پسند کرنے لگی تھی جلال الدین سیوطی زبیر بن بکار سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا اس فاطمہ کے حق میں یہ شعر صادق آتا ہے۔

بنت الخلیفۃ والخلیفۃ جدّھا ۔ اُخت الخلائف والخلیفۃ زوجھا

خلیفہ کی بیٹی اور خلیفہ کی پوتی ہے۔ کئی خلیفوں کی بہن اور خلیفہ کی زوجہ ہے سیوطی اسکے بعد کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں آجتک بھی اس شعر کے مصداق کوئی اور دوسری عورت پیدا نہیں ہوئی۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ فاطمہ بنت عبدالملک مذکورہ بالا کو اگرچہ ظاہری دُنیائے فانی کی خوبیاں حاصل ہوں اصلی وحقیقی پائداری باقی رہنے والی خوبیاں وہ ہیں جو جناب فاطمہ رض بنت الحسن ع والدہ ماجدہ جناب محمد باقر ع کے حصہ میں آئیں کہ امام حسن ع کی بیٹی۔ علی مرتضیٰ و بتول عذرا کی پوتی۔ شوہر زین العباد سیّد الساجدین ع عمو وخسر حسین ع شہید کربلا سیّد الشہدا جدامجد ختم المرسلین محمد مصطفےٰ پسر محمد باقر ع سا عالم نحریر پسر زادہ جعفر صادق ع سا عدیم النظیر۔ باقی ائمہ ہدیٰ اس کی نسل طیب وطاہرہ سے ہیں۔ فصلوات اللہ علیہا وعلیٰ جدّہا وابیہا۔ وبعلہا وبنیہا

واپسی فدک

عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہدِ خلافت میں ایک بڑا کام یہ کیا کہ علاقہ فدک اس کے مستحقوں کو واپس کر دیا۔ فَدَک بفتح فا و دال ایک قریہ ہے قریات خیبر سے مدینہ سے دو یا تین منزل کے فاصلے پر۔ مجالس المؤمنین میں معجم البلدان یاقوت حموی سے نقل ہوا ہے کہ یہ علاقہ سال ہفتم ہجرت میں لبطور صلح رسول خدا ص کے ہاتھ آیا اس میں چشمہ ہائے آبِ رواں و اشجار خرما بکثرت تھے۔ اور مجلسی علیہ الرحمہ نے

حیات القلوب میں بذیل ایک حدیث طولانی لکھا ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے اہلِ فدک سے بیس ہزار دینار پر مقاطعہ کیا کہ سال بسال دیتے رہیں جو اس وقت بحساب ایران تین ہزار چھ سو تومان کے برابر ہوتے ہیں۔ مولانا مفتی محمد قلی علیہ الرّحمہ جلد اوّل تشئید المطاعن میں افادہ فرماتے ہیں کہ یہ رقم ہندوستان کے مروّجہ روپیہ سے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ کے برابر ہے اور پھر سنن ابو داؤد سے نقل کیا ہے کہ اس میں لکھا ہے۔ جس وقت عمر بن عبد العزیز نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لی تو غلّہ (آمدنی) فدک[لہ] چالیس ہزار دینار سالانہ تھا۔ الحاصل عمر نے خلیفہ ہو کر یہ علاقہ اولادِ فاطمہ زہراؑ کے امام وقت محمد باقرؑ کے حوالے کیا۔ بنی امیّہ نے اس سے کہا طعنت علی الشّیخین۔ تو نے اپنے اس فعل سے دو شیخ ابوبکر و عمر پر طعن کیا۔ اس نے کہا نہیں انہوں نے اپنے اوپر آپ بابِ طعن کشادہ کیا یعنی غصب خلافت کے ساتھ غصب فدک کر کے وہ خود مطعون خلائق ہوئے۔

لہ اس میں شک نہیں کہ فدک میں باغات بسیار و اراضی زرعی مشتمل بر چشمہ و انہار تھیں مگر اہل سنّت اس کو گھٹا کر چند درخت خرما سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ فقیر ایک بار اکابر مخالفین سے ایک شخص کے پاس جو ہمارے محلّہ شاہ ولایت کے رہنے والے پنجاب میں بعہدہ ججی رہ کر خان بہادر کا خطاب پائے تھے اور پنشن لیکر گھر کو آئے تھے۔ بتقریب مبارکباد گیا تھا۔ وہاں چند اشخاص متعصبین سُنّیہ سے حاضر تھے کہ مجھ سے واقف نہ تھے۔ اتفاقاً کچھ مذہبی ذکر آیا۔ ان میں سے ایک نے کہا دیکھئے یہ لوگ (شیعہ) فدک کے مقدمہ کو کیسا طول دیتے ہیں حال آنکہ وہ چند کھجور کے درخت تھے۔ اسپر خان بہادر صاحب بجائے اسکے کہ اسکو اشارہ کریں اور میرے شیعہ ہونے سے آگاہ کریں بولے کہ تم یہ کیوں کہتے ہو کہ چند درخت تھے اس سے تو خلیفہ اوّل پر اور بھی اعتراض وارد ہوگا کہ انہوں نے چند پیڑ بنت رسول سے دریغ کیے وہ مانگتی رہیں نہ دئیے۔ تم تو یہ کہو کہ وہ ایک بڑی بھاری ریاست تھی ۱۲ منہ عفی عنہ

تاریخ حبیب السیر میں کتاب مقصد اقصٰے سے نقل کیا ہے کہ بعض اہل علم نے کہا کہ حضرت رسول خداؐ نے امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب کو فدک کی طرف روانہ کیا چنانچہ اس کا مصالحہ آنحضرت کے ہاتھ پر واقع ہوا اس طرح پر کہ حضرت امیرؑ ان لوگوں کی خونریزی سے احتراز کریں۔ حوائط فدک رسول اللہؐ سے مخصوص رہیں۔ پس جبرئیل امیں نازل ہوئے اور پیام رب جلیل بصورت قرآن شریف پہنچایا وآتِ ذاالقربٰے حقہٗ کہ رشتہ داروں کو ان کا حق پہنچاؤ حضرت نے دریافت کیا کہ رشتہ داروں سے کون مقصود ہیں اور ان کا حق کیا ہے۔ کہا ذی القربٰی سے مراد فاطمہ زہراؑ ہیں اور حق ان کا فدک ہے۔ ان کو عطا کرو۔ حضرت رسول خداؐ نے جناب فاطمہ کو بلایا اور فدک ان کو بخشدیا اور مزید تاکید کے لئے ایک وثیقہ (ہبہ نامہ) اس باب میں لکھ دیا۔ وہی کاغذ تھا جس کو رسول اللہؐ کی وفات کے بعد اس جناب نے ابوبکر کے سامنے پیش کیا تو وہ کاغذ خلیفۂ ثانی نے لیکر چاک کر ڈالا۔ ابوبکر نے گواہ طلب کیے تو جناب زہرا امیر المومنین حسنین وام ایمن کو شہادت کے لئے لے گئیں۔ ابوبکر نے یہ گواہی قبول نکی کہ علی وحسنین کی گواہی اپنے جرّ منفعت کے لئے ہے اور ام ایمن ایک عورت ہے۔ تب حضرت نے بروئے میراث اس کا دعویٰ کیا۔ ابوبکر نے حدیث موضوع نحن معاشر الانبیاء الخ پیش کی کہ پیمبروں کے ترکے میں بموجب اس حدیث کے میراث جاری نہیں ہوتی وہ جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ و خیرات ہوتا ہے۔ جناب سیدہؑ نے حیرت سے کہا یہ کیسی حدیث ہے کہ رسول اللہ نے اس کا تذکرہ ہم سے نکیا۔ اور چند آیات قرآنی اس کی تردید میں پڑھیں مگر شنوائی نہوئی۔ آخر آپ نے فرمایا یا ابنَ ابی قحافۃ اترث اباك ولا ارث ابی۔ اے ابو قحافہ کے بیٹے تو اپنے باپ کا وارث ہو میں اپنے باپ کی وارث نہوں

اور غضبناک ہوئیں جناب فاطمہ ولم تتکلم۔ اور مرتے دم تک ابوبکر کے ساتھ ہم کلام ہوئیں۔ اور امیر المومنین کو وصیت کی وہ دونو میرے جنازے پر نہ آنے پائیں۔ اس لئے حضرت علی نے رات کے وقت ان کو دفن کیا اور کسی کو خبر نہ کی۔ جیسا کہ کتب معتبرہ سنیہ میں یہ امور بتصریح مذکور ہیں۔

اور تاریخ الخلفا میں ہے کہ فدک کو ابوبکر و عمر نے اپنا جیوہ وخالصہ قرار دیا تھا۔ مگر عثمان نے اس کو مروان کو دے ڈالا۔ پس مروانیوں میں متداول تھا کہ تا اینکہ عمر بن عبدالعزیز نے اولاد فاطمہ کو رد کیا۔ یہ رد اس وقت واقع ہوا جبکہ اس کا غلہ پک کر تیار تھا۔

بالجملہ صاحب مجالس لکھتے ہیں کہ عمر کی وفات کے بعد پھر آنحضرات سے فدک لے لیا گیا اور ثانی الحال خلفاء عباسیہ کے عہد میں اس کی یہ صورت رہی کہ جو کوئی تھوڑا سا انصاف و فضیلت رکھتا اور حق رسانی اہل بیت کا ارادہ کرتا تو اس کو واپس کرتا اور دوسرا پھر چھین لیتا۔ چنانچہ مامون معتصم و واثق نے اپنے اپنے عہد خلافت میں اس کو سادات پر رد کیا۔ لیکن ناصبی مردود متوکل کی باری آئی تو اس نے لے کر اپنے ایک حجام کے حوالے کیا۔ بعدازاں معتضد نے واپس کیا۔ مگر مکتفی نے پھر چھینا۔ مقتدر نے پھر دیا۔ غرض جنہوں نے دیا عمر بن عبدالعزیز کی تقلید و پیروی سے دیا وہ بموجب مقولہ الفضل للمتقدم ثواب میں ان کا شریک رہا اور جنہوں نے چھینا انہوں نے شیخین کی راہ اختیار کی اور عذاب آخرت اپنے لئے مہیا کیا۔ کامل ابن اثیر میں ہے کہ فاطمہ بنت الحسین بن علی علیہما السلام عمر کی مدح کرتی تھیں اور کہا کرتیں کہ اگر عمر مذکور زندہ رہتا تو ہم اسکے ہوتے کسی کے محتاج نہ ہوتے نیز۔ کامل میں ہے کہ امام محمد باقر ع سے کسی نے اسکی بابت استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہر قوم میں ایک نجیب ہوتا ہے نجیب بنی امیہ عمرؒ بن عبدالعزیز ہے۔ واثقہ

یبعث یوم القیامۃ امۃ واحدۃ۔ تحقیق کہ وہ بروز قیامت تنہا ایک امت مبعوث ہوگا۔

ترک سبّ امیرالمومنین

معاویہ بن ابی سفیان کی زندگی ذمائم افعال و قبائح اعمال سے اس قدر لبریز ہے کہ یزید پلید کا وجود نجس اس کی بدیوں سے ایک بدی شمار کیا گیا ہے۔ اس کے افعال نکوہیدہ سے ایک یہ فعل تھا کہ اپنے منحوس عہدِ خلافت میں سب وشتم نفس رسول وزوج بتول کو ممالک اسلام میں رواج دیا۔ چنانچہ یہ رسم بد اسکے باقی زمانہ میں اور زمانہائے حکومت یزید۔ مروان۔ عبدالملک۔ ولید و سلیمان پسران عبدالملک میں برابر جاری تھی کہ روزہا، جمعہ میں منبروں پر خطبوں کے درمیان آنحضرت صلوات اللہ علیہ پر تبرّا کیا جاتا۔ حتیٰ کہ عمر بن عبدالعزیز کو حق تعالیٰ نے توفیق دی کہ اس نے اس رسم نحس کو یک قلم موقوف کر کے بجائے اسکے تمام قلمرو میں آیات قرآنی کا اضافہ کیا۔ میں یہ قصہ اس سے پہلے کتاب کشف الحقائق تاریخ امام جعفر صادق میں لکھ چکا ہوں۔ یہاں نشاط خاطر ناظرین کے لئے اس کو مکرّر لکھتا ہوں۔

عمر سے نقل ہے کہ انہوں نے کہا میں لڑکپن میں جبکہ تحصیل علم کے لئے مدینہ میں تھا ایک بزرگ عبیداللہ نام اولاد عتبہ بن مسعود سے درس لیتا۔ ایک دن ہم چند لڑکے جمع ہوئے اثنا، لعب و بازی میں سبّ علی میں مشغول تھے (اللہ اکبر۔ اطفال بنی امیہ باہم کھیل و بازی کرتے تو وہ ان کی لعب و بازی بھی امیرالمومنین علی کی مذمت وعیب جوئی سے خالی نہ ہوتی تھی) عمر کہتا ہے کہ اس وقت ہمارا استاد اس طرف سے گزرا اور مجھے اس کار میں مشغول پاکر چپ بابر و مسجد میں چلا گیا میں بھی اس کے پیچھے گیا۔ مجھ کو دیکھ کر نماز کے لئے کھڑا ہوگیا اور خلاف عادت اس کو طول دیا۔ دیر

کے بعد فارغ ہو تو بنگاہ تند میری طرف دیکھا۔ میں نے کہا خیر ہے۔ آج شیخ کبیدہ خاطر کیوں ہیں۔ کہا تو نے کہاں سے جانا کہ حق تعالیٰ اہل بدر و بیعۃ الرضوان سے ایک بار راضی ہو کر پھر ناراض ہو گیا۔ میں نے کہا مجھ کو تو اس کا علم نہیں کہا تو پھر کس لئے علی بن ابی طالب کی مذمت کرتا ہے۔ میں نے کہا کیا علی اہل بدر سے ہیں کہا ارے احمق غزوۂ بدر مثل دیگر غزوات کے علی ہی کے دستِ حق پرست پر فتح ہوا ہے میں نے کہا تو توبہ کرتا ہوں آئندہ کبھی ان کی مذمت نہیں کرنے کا اور یہ بات میرے دل میں باقی رہی۔ تا اینکہ اسکے بہت دنوں بعد جبکہ اپنے باپ کے ساتھ مصر میں تھا تو میں نے دیکھا وہ جمعہ کے دن خطبہ کہتا ہے تو تمام خطبہ بہت فصاحت وبلاغت سے ادا کرتا ہے مگر جب علی کی مذمت پر آتا ہے تو اس کی زبان کانپ جاتی اور لکنت کرنے لگتی ہے۔ ایک بار میں نے کہا اے پدر کیا بات ہے کہ تمام خطبہ تم بڑی فصاحت سے پڑھتے ہو مگر اس شخص کی مذمت پر آکر تمہاری زبان میں لکنت پڑ جاتی ہے اور کچھ کا کچھ کہنے لگتے ہو۔ کہا اے پسر جو فضائل مناقب اس شخص کے تیرے باپ کو معلوم ہیں اگر شمہ ان کا ان لوگوں کو معلوم ہو جو میرے منبر کے گرد بیٹھے ہیں تو تمام ہم سے روگرداں ہو کر اس کی اولاد کی متابعت کرنے لگیں ہیں جو کچھ ابو تراب کی مذمت کرتا ہوں مصلحتِ وقت جان کر حصولِ دُنیا کی خاطر کرتا ہوں۔ عمر کہتے ہیں کہ یہ دوسرا موقعہ تھا کہ جس سے میرے دل میں محبت علی بن ابی طالب کی جاگزیں ہوئی اور میں نے عہدِ واثق کیا کہ اگر کسی وقت خلافت پر پہنچا تو اس پلید رسم کو دُنیا سے اُٹھا دونگا۔

اب خلافت پر پہنچکر جس حُسنِ تدبیر سے عمرؒ نے اس رسمِ منحوس کا قلع قمع کیا وہ بھی دیکھنے کے لائق ہے۔ اس نے ایک اپنے پُرانے دوست یہودی کو آمادہ کیا کہ دربار میں آکر تمام مجمع کے سامنے اس کی لڑکی کی درخواست کرے۔ یہودی نے

ایک ایسے موقعہ پر جبکہ ارکان سلطنت و اکابر بنی امیّہ حاضر دربار تھے حاضر ہو کر عمر سے اس کی لڑکی کی خواستگاری کی۔ اس نے کہا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ ہمارے اور تیرے مذہب میں اختلاف ہے۔ ہم مسلمان ہیں تو یہودی کافر۔ یہودی نے جیسا کہ پہلے سے اس کو سمجھا دیا گیا تھا۔ کہا کفار سے مناکحت و مواصلت تو اسلام میں روا ہے۔ خود پیغمبر اسلام نے ایسا کیا ہے کہ علی ابن ابیطالب سے اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہ کا نکاح کیا۔ عمر نے کہا کیسا بیوقوف شخص ہے علیؑ مسلمان اور سردار مسلمانان و اساطین دین خاتم النبیین سے تھے۔ وہ کوئی کافر تھے۔ یہودی بولا۔ ایسا ہے تو تم لوگ جمعہ کے خطبوں میں کیوں ان کو بُرا کہتے اور لعن تبرّا کرتے ہو۔ عمر اس سے ساکت ہوئے اور اہلِ دربار سے خطاب کیا کہ اس کا جواب دو کہ کس لئے یہ حرکت کرتے ہو۔ سب خاموش سر بگریباں تھے۔ عمر نے کہا آج سے یہ رسم بد موقوف کی جائے اور تمام ممالک میں احکام جاری کیئے کہ اسکو ترک کریں اور بجائے کلمات ذمّ و لعن یہ آیہ شریفہ داخلِ خطبہ کی [1] ربّنا اغفرلنا ولاخواننا الّذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للّذین اٰمنوا ربّنا انّک رءوف الرّحیم۔ و بقولے اس آیہ شریفہ کے پڑھنے کا حکم دیا۔ [2] انّ اللہ یامر بالعدل

لہ (ترجمہ) پروردگارا بخشدے تو ہم کو اور ہمارے برادران کو جنہوں نے دین و ایمان میں ہماری پیروی کی۔ اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کی عداوت نہ ڈال جو ایمان لائے تیرے اوپر خداوندا تحقیقاً۔ تو بخشندہ و رحم آورندہ ہے ۱۲ منہ

ٹلہ یقیناً اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے انصاف و احسان کرنے اور قرابت داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی و ناشائستہ حرکت اور زیادتی کرنے سے تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو ۱۲ منہ

والاحسان وایتاء ذی القربےٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون۔

بہرکیف یہ سنّت سنیہ اس سے جاری ہوئی اور مسلمانوں نے علی العموم اسکے اس فعل کو پسند کیا اور شاعروں نے اسکی مدح وثنا میں قصیدے لکھے۔ ازانجملہ کثیر عزّہ نے چند اشعار کہے۔ پہلا ان کا یہ شعر ہے ؎

ولّیت ولم تشتم علیًّا ولم تخف　　　بریًّا ولم تتبّع مقالۃِ مجرمٖ

تو والی امر خلافت ہوا اور علی کی سبّ وشتم سے درگزر کیا۔ کسی بیگناہ کو تو نے خوف زدہ نکیا اور کسی مجرم بدکار کے قول کی پیروی نکی۔

وفات عمر بن عبدالعزیز

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ ایک بار عبدالملک بن عمر بن عبدالعزیز نے اپنے باپ سے کہا۔ اے امیرالمؤمنین تم فردا قیامت خدا کو کیا جواب دو گے جبکہ وہ جلّ شانہ تم سے سوال کرے گا کہ تو نے بدعات دیکھیں ان کو نابود نکیا اور سُنتوں کا احیا نفرمایا۔ عمر نے کہا رحمك الله وجزاك من ولدٍ خیراً۔ خدا تجھ پر رحم کرے اور تیرے باپ کی طرف سے جزار خیر تجھے دے۔ تمہاری قوم نے اس امر پر ایسا قبضہ کیا ہے اور گرہیں دیکر اس قدر مضبوط کر رکھا ہے کہ میں بزبردستی جو کچھ انکے ہاتھ میں ہے ان سے نکا لنا چاہوں تو اندیشہ ہے کہ یہ لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑیں اور بہت خونریزی واقع ہو۔ اور قسم خدا کی تمام دُنیا کا میرے ہاتھ سے نکل جانا اس سے آسان تر ہے کہ ایک قطرۂ خون میری وجہ سے زمین پر گرے ؎

بمردی کہ ملک سراسر زمیں　　　نیرزد کہ خونے چکد بر زمیں

اے فرزند تو راضی نہیں کہ کوئی دن ایّام دُنیا سے تیرے باپ پر نہیں گزرتا جس میں وہ کسی بدعت کو نہ مٹاتا ہو اور کسی سنّت کا احیا نکرتا ہو۔

نیز تاریخ الخلفا میں ہے کہ عمر مقام دیر سمعان میں علاقہ حمص سے ۲۰ یا ۲۵ رجب ۱۰۱ھ کو فوت ہوا اس کی عمر ۳۹ سال کی ہوئی وہ زہر سے فوت ہوا۔ بنی امیہ اس سے تنگ آگئے تھے کیونکہ وہ تشدد کرتا تھا اور بہت سی اشیا جو انہوں نے اوروں کی بزور وسطوت دبا رکھی تھیں وہ بجبر انکے ہاتھوں سے نکالتا۔ اپنی جان کی حفاظت کا کوئی انتظام نکیا تھا۔ لامحالہ انہوں نے زہر پلوادیا۔ یہ قول سیوطی کا ہے۔ ابن عبدربہ نے اپنی کتاب عقد میں لکھا ہے کہ یزید بن عبدالملک نے اسکے خادم کو ورغلان کر اس کے ہاتھ سے زہر دلوایا۔

مجاہد کہتا ہے کہ مجھ سے عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا کہ لوگ میرے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہتے ہیں کہ اس کو سحر کرایا گیا ہے۔ کہا مجھ پر سحر نہیں کیا گیا مجھے وہ ساعت معلوم ہے جس میں مجھ کو زہر پلایا گیا ہے۔ پھر اپنے ایک غلام کو بلا کر کہا وائے ہو تجھ پر کیا باعث ہوا تجھ کو جو تو نے مجھے زہر پلایا۔ کہا مجھے ہزار دینار دیئے تھے اور آزادی کا وعدہ کیا تھا۔ کہا وہ مال لے آؤ وہ لے آیا عمر نے وہ ہزار دینار بیت المال میں داخل کرادیا اور غلام سے کہا تو ایسی جگہ چلا جا جہاں تجھے کوئی نہ دیکھے۔

یزید بن عبدالملک

سلیمان نے عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید مذکور کو نامزد خلافت کیا تھا لہذا اس نے زہر دلوا کر جلدی ہی اس کا کام تمام کرایا۔ اور آپ تخت شاہی پر بیٹھا مگر چار برس ایک مہینے سے زیادہ جینے نہ پایا تھا کہ شہباز اجل کا شکار ہوگیا۔ یزید عاتکہ بنت یزید عبدالملک کی چہیتی بی بی کے بطن سے تھا یعنی یزید پلید بن معاویہ

قاتل امام سعید شہید کا نواسہ ہوتا تھا۔ لاجرم پرلے سرے کا عیاش لہو و لعب کا دوست نکلا۔ سلاّمہ[۱] و حبابہ دو کنیزیں اس کے آرام دل و جاں غارتگر متاع دین و ایمان تھیں۔ اُنکے ساتھ مجلس عیش و عشرت راگ رنگ کی شب و روز گرم رکھنے لگا۔ کاروبار خلافت سے مطلق اس کو سروکار نہ تھا۔ ایک روز انہوں نے کوئی ایسا دلکش گیت گایا کہ یزید مارے خوشی کے اُچھل پڑا۔ اور کہنے لگا کہ میں تو اُڑا چاہتا ہوں۔ حبابہ بولی اے امیر المومنین تم اُڑ جاؤ گے تو امّت محمدیہ کو کس پر چھوڑو گے۔ کہا تمہارے اوپر۔ ابو حمزہ خارجی اس واقعہ کو یاد کر کے کہا کرتا تھا کہ یزید نے دہنے ہاتھ پر حبابہ کو بٹھایا بائیں پر سلاّمہ کو اور کہا میں اُڑتا ہوں۔ اور وہ واقع میں اُڑ بھی گیا مگر کہاں اور کس طرف لعنتِ خدا اور اس کے عذاب ابدی کی طرف۔

نیز ابن اثیر نے کہا ایک روز حبابہ کو ساتھ لیکر شہر اردن کے باہر باغات کی سیر کو گیا ایک باغ میں پہنچکر دونوں انگور کھانے لگے۔ اس کے درمیان یہ دل لگی سوجھی کہ ایک ایک دانہ انگور کا معشوقہ کی طرف پھینکتا۔ وہ اس کو منہ میں لیتی۔ ایک دانہ اس کے حلق میں جاکر پھنس گیا اور سانس بند ہو کر دم نکل گیا۔

---

[۱] سلاّمہ بفتح سین و تشدید لام معروف بہ سلاّمۃ القس۔ قسّ ایک مرد عابد مرتاض کا نام تھا جس پر وہ عاشق تھی اور کام دل اس سے حاصل کیا چاہتی تھی مگر وہ راضی نہوا۔ اس کے نام کے ساتھ مشہور ہوئی۔ حبابہ جس کا نام عالیہ تھا یزید نے سلیمان کے عہد میں چار ہزار دینار پر مکہ میں اس کو خرید کیا تھا مگر سلیمان خفا ہوا تو کسی مصری کے ہاتھ بیچدیا۔ لیکن عشق کا کانٹا بدستور رگ جاں میں چبھا رہا۔ خلیفہ ہوا تو اس کی زوجہ سعدہ بنت عبد اللہ بن عمر بن عثمان نے خرید کر اس نے اپنے شوہر کی نذر کر دیا ۱۲ تاریخ کامل ابن اثیر

یزید پر اس حادثہ ناگہانی سے کوہِ غم ٹوٹ پڑا۔ تین روز تک اس کی لاش کو آگے لئے بیٹھا رہا۔ اس کو سونگھتا بوسے لیتا دیکھتا اور روتا تھا۔ چند بار اس مُردہ لاش سے جماع کیا۔ حتیٰ کہ اس جیفہ مردار سے بدبو آنے لگی۔ اس وقت لوگوں کے لعن طعن سے اس کا پیچھا چھوڑا۔ اور دفن کی اجازت دی۔ دفن سے فراغت پاکر محل میں آیا تو حزین و ملول تھا۔ اس میں ایک کنیز نے یہ شعر پڑھا ؎

کفی حزنا بالھائم الصب ان یریٰ ۔۔۔ منازل من یھوی معطلۃ قفرا

(ترجمہ) عاشق سرگشتہ کے واسطے اس سے زیادہ اور کون سی مصیبت ہوگی کہ اپنی محبوب کے مکانات بودوباش کو خالی بے مکین پائے۔ اسے سُن کر اس قدر رویا کہ گھگی بندھ گئی۔ اسکے بعد کل سات روز زندہ رہا۔ پھر اسکے پیچھے ہولیا۔

ہشام بن عبدالملک

آخری خلیفہ ہے۔ خلفاء اربعہ پسران عبدالملک سے۔ تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ عبدالملک نے خواب میں دیکھا تھا کہ چار مرتبہ محراب میں پیشاب کیا۔ سعید بن مسیّب سے اس کی تعبیر لی تو اس نے کہا کہ اس کے چار بیٹے مرتبۂ خلافت کو پہنچینگے۔ فی الحقیقت چاروں ولید۔ سلیمان۔ یزید۔ ہشام محراب عبادت یعنی امر خلافت کے گندہ و ناپاک کرنے والے تھے۔ ہشام کا عہدِ خلافت نسبتہً دراز ہوا یعنی ۱۰۵ھ سے ۱۲۵ھ تک خلیفہ رہا۔ اسی نظر سے کہا گیا ہے کہ بنی امیہ میں تین خلیفہ ہوئے۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ عبدالملک بن مروان و ہشام مذکور۔ ہشام کو اولاد عبدالملک میں ہر لحاظ سے اکمل کہا گیا ہے مگر وہ آنکھ سے احول (بھینگا) ہونے کے باوجود حسد و حرص میں یکتائے روزگار تھا۔ تاریخ امام

زین العابدینؑ مؤلفہ حقیر میں گزرا کہ خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنے لگا تو ہجوم خلائق وازدحام حجاج سے راستہ نملا تھا۔ استلام حجر کا قصد کیا تو بھیڑ نے وہاں تک پہنچنے نہ دیا ناچار ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں وہ حضرت باحلہ نورانی حرم محترم میں تشریف فرما ہو کر مصروف طواف ہوئے۔ جس طرف کو جاتے صفوف خلق میں شگاف پڑتے چلے جاتے۔ استلام سنگ اسود کا ارادہ کیا تو لوگ ایک طرف ہو گئے اور آپ نے باآرام تمام استلام فرمایا۔ ایک شامی نے یہ جاہ و جلال دیکھ کر ہشام سے سوال کیا کہ یہ شخص کون ہے۔ ہشام کے آتش حسد کانوں سینہ میں مشتعل تھی۔ گو آپ کو اچھی طرح پہچانتا تھا براہِ تجاہل انکار کیا کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ فرزوق شاعر حاضر تھا اس نے قصیدۂ غرا شان میں امام یثرب وبطحا کے فی البدیہہ پڑھا۔ ہشام آتش وحسد میں جلکر اب کباب ہو گیا اور فرزوق کو قید کر لیا۔ ملّا جامی سلسلۃ الذہب میں اس کے حسد کا بیان اس طرح پر کرتے ہیں ؎

آفت دیدۂ حسد رمد است — رمد دیدۂ خرد حسد است
جان حاسد زداغ غم فرسود — از غم آسود خاطرِ محسود
حسد المرء یاکل الحسنات — وان اعتاد کسبھا سنوات
نکشد از سر شر رہیزم — آں ضرر کز حسد کشد مردم
دائماً از طبیعتِ فاسد — بر خدا معترض بود حاسد
کہ چناں مال با منال چرا — مر فلاں را ہمے دہد نہ مرا
زاسماں خور ہمے درخشد فاش — بر زمیں کور مے شود خفاش
زاسماں مہ ہمے دہد پرتو — بر زمیں سگ ہمے کند عو عو
اے بسا راست ہر کج شد مبدل — از حسد چشم او شدہ احول

آنکہ احول بود ز اوّل کار | چوں شود جانش از حسد ہشدار

ابو فراس فرزدق کے قید کرنے پر ملامت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اگرش چشم راست بیں بودے | راست کرد ار و راست دیں بودے

دست بیداد و ظلم نکشادے | جائے آں حبس خلعتش دادے

یہ اس کے حسد کا بیان تھا۔ اب ذرا حرص وطمع کی بھی داستان سُنئیے عقد الفرید میں ہے کہ شہر میں طاعون پھوٹ پڑا تو ہشام اس سے بچنے کے لئے جنگل کو بھاگا حتّٰی کہ ایک راہب کے عبادت خانے میں پہنچا۔ راہب اس کو باغ میں لے گیا اور نفیس و پختہ میوے چُن کر اس کے سامنے حاضر کئے۔ ہشّام نے کہا اے راہب تو یہ باغ مجھے ہبہ کردے۔ اس نے کچھ جواب اس کا نہ دیا۔ ہشام نے کہا تو بولتا کیوں نہیں۔ کہا میرے نزدیک تو بہتر یہ ہے کہ تیرے سوا تمام آدمی مر جائیں کہا یہ کیوں۔ راہب نے کہا اس لئے کہ شائد تو اس وقت سیر ہو جائے۔ ہشام ابرش کی طرف متوجہ ہوا کہ دیکھو راہب کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا قسم خدا کی یہی ایک شریف آدمی تجھے ملا ہے۔ اس کی تنگ چشمی و خسّت اس درجہ تھی ایک مرتبہ اپنے مصاحبوں کے ساتھ خاصہ شاہی باغ میں گیا۔ میوے تیار تھے۔ انھوں نے توڑ توڑ کر کھائے اور شکر خدا بجالائے اور دُعا کی کہ اس کے باغ کے پھلوں میں خدا برکت دے۔ ہشّام نے کہا برکت خدا کا ہے میں دیگا میوے تو تم سب کھا گئے یہ کہکر باغباں کو بُلایا اور امر کیا کہ ان تمام میوہ دار درختوں کو کاٹ کر بجائے انکے زیتون کے پیڑ لگاؤ جس کو کوئی کھانے نہ پائے۔ عبد مغناق مؤلّف اوراق کہتا ہے کہ اہل بیت رسالت کا دستور دربارۂ ثمرات باغ جو بیشتر مذکور ہوا ناظرین کو بھولا نہ ہوگا کہ موسم خرما میں جب پھل درختوں پر پک کر تیار ہوتے تو دیوار ہائے باغ میں شگاف کر کے دروازے کھولدئے جاتے کہ راہ گیر وہاں سے داخل ہو کر خرما تازہ

حسب دلخواہ تناول کریں۔ کوئی روک ٹوک ان کے لئے باقی نہ ہے۔ یہ طریقہ انکے ہاں نسلاً بعد نسلٍ جاری تھا۔ اسکے بر خلاف بنی امیہ کے ان شاہانِ عالم کے طرز و طریق کو دیکھئے کہ ہشام اپنے اصحاب خاص کی ایک مختصر سی جماعت کے کچھ پھلوں کے کھا لینے پر کیا رنگ لاتا ہے۔ اور کس طرح اس مجمع کو جھاڑتا ہے کہ برکت کاہے میں ہوگی جبکہ تم نے ان کو کھا کر صاف کر دیا اور کس صفائی سے باغبان کو ثمر دار پیڑوں کو یک قلم کاٹ ڈالنے اور بجائے اسکے بے پھل پیڑ لگانے کا حکم دیتا ہے۔ راہب نے اسکی حریص طبیعت کی سیری کا اچھا اندازہ لگایا کہ تمام عالم مر جائے اور سب کے مال و جائدادیں اسے مل جائیں تو شائد اس وقت شکم سیر ہو جائے۔

مسعودی کہتا ہے کہ ہشام احول حشیم فظّ غلیظ القلب تھا۔ مال جمع کرتا زمینوں کا تردد کراتا اور گھوڑے پالتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس طویلے میں چار ہزار گھوڑے رہتے تھے۔ اور اس قدر گھوڑے جاہلیت یا اسلام میں آجتک کسی کے پاس نہیں سُنے گئے۔ مگر اس کے بخل و امساک کا یہ حال تھا کہ سلیمان بن ہشام اسکے صلبی بیٹے نے لکھا کہ میرا استر سواری کا ناتواں ہو گیا ہے۔ امیر المومنین ایک راس اسپ مرحمت کریں۔ اس کو گھوڑا نہ دیا اور جواب میں لکھا اس کی ناتوانی تمہارے ترک تعہد و خبر گیری سے پیدا ہوئی آئندہ اپنے نفس خود اس کی خبر گیری و تفقد کرو اور اپنے آپ اس کے گھاس دانے کی خبر لیتے رہو۔ والسلام۔ حضرت امام محمد باقر اسی ہشام کے زہر کے اثر سے شہید ہوئے جیسا کہ باب وفات آنحضرت میں مذکور ہے۔ نیز ان کے بھائی زید بن علی بن الحسین نے اس کے زمانے میں اس کی سپاہ کے ہاتھ سے جامِ شہادت نوش کیا۔ اس واقعہ کا ذکر مفصلاً کشف الحقائق کا حصہ تھا وہاں کیا گیا مجملاً اس کتاب کے باب اقارب و عشائر آنحضرت میں مذکور ہے وہاں دیکھیں۔

حکایت دلپذیر

یہ لطیف و لذیذ قصہ ہشام بن عبدالملک اور ایک پیر مرد کوفی کی ملاقات کا تاریخ اعثم کوفی میں درج ہوا اور اس سے روضۃ الصفا میں نقل کیا گیا ہے۔ ہم اپنے ناظرین کو اس لطف و خوبی سے محروم نہیں رکھنا چاہتے۔ لہذا البطولہا اس کو اس مقام پر نقل کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ایک روز ہشام اپنے ابہت و اجلال شاہی کے ساتھ صحرا میں شکار کھیلنے جارہا تھا ناگاہ اس کو دور سے غبار اُٹھا ہوا دکھائی دیا افواج و سپاہ کو وہیں چھوڑا اور ایک غلام کو ساتھ لیکر اس طرف بڑھا۔ آگے گیا تو غبار۔ کے درمیان سے ایک قافلہ نمودار ہوا جو روغن زیتون وغیرہ اشیاء و اجناس تجارتی لئے وہاں سے گزر رہا تھا۔ ہشام نے بچشم حقارت ان کی طرف نگاہ کی اور اس کو مضمون شعر ذیل کا مطلق خیال نہ رہا ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر   تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

غور سے دیکھا تو قافلہ کے درمیان اس کی نظر ایک پیر مرد پر پڑی جو حسن صورت و منظر زیبا میں تمام قافلہ میں یکتا تھا۔ اس سے پوچھا بڑے میاں کہاں کے رہنے والے ہو زاد بوم تمہارا کون مقام ہے۔ کس قوم قبیلہ سے نسبت رکھتے ہو۔ پیر مرد نے کہا مولد و منشا میرا شہر کوفہ ہے اور قوم و قبیلہ کی بابت یہ ہے کہ اگر عرب کے عزیز ترین قبائل سے ہوں تو کوئی نفع تجھ کو نہیں پہنچتا اور سب سے ذلیل خاندان سے ہوں تو کوئی ضرر تیرے عائد حال نہیں ہوتا۔ لہذا اس سوال کی کوئی ضرورت نہیں۔

ہشام۔ معلوم ہوتا ہے کہ حیا تجھ کو مانع آئی کہ حقیقت حال سے آگاہ کرے

(یعنی پستی نسب سے اس کا بیان نہیں کرتا شرماتا ہے۔

پیر مرد (از بسکہ ہشام آنکھ سے بھینگا بُری بھدّی شکل کا تھا) ہنسا اور بولا تیری بھونڈی شکل اور مکروہ ہیئت سے تیرے حسب نسب کی پستی و دنائت کا تو حال معلوم ہوا بارے اگر میرے لئے اظہار حسب نسب کئے بغیر چارہ نہیں تو آگاہ رہ کہ میں فلاں قوم و قبیلہ سے ہوں اور فلاں فلاں اشخاص میرے رشتہ دار ہیں۔

ہشام۔ اللہ المستعان کیا بُرا قبیلہ تیرا ہے جو اس سے منسوب ہو اس کو بہت بہت شکر کرنا چاہیئے۔

پیر مرد۔ درست ہے۔ باوصف اس شکل و شمائل زیبا و چشم شہلا[1] کے جو تیری موزوں ہے کہ تو لوگوں میں عیب نکالے۔ ذرا اپنا حسب نسب بھی تو بیان کر کہ تو کس قبیلہ سے ہے۔

ہشام۔ میں قبیلہ قریش سے ہوں کہ عرب میں سرافراز و ممتاز خاندان ہے۔

پیر مرد۔ قریش ایک قبیلہ بزرگ و سلسلہ عظیم ہے اس میں اعلیٰ ادنیٰ اکابر اصاغر بہت شاخیں ہیں۔ بیان کر کہ تو اس کے کس بطن سے ہے اور کیا فوقیت رکھتا ہے۔

ہشام۔ میں اشراف و اعیان بنی امیّہ سے ہوں کہ شرافت و بزرگی میں کوئی دوسرا ان کی برابری نہیں کر سکتا اور کوئی مخلوق ان سے انتقام لینے کا خیال دل میں نہیں لا سکتا۔

پیر مرد۔ ہشام کا یہ کلام مفاخرت انجام سُن کر قہقہہ مار کر ہنسا اور بولا مرحبا بک یا اخا بنی اُمیّہ۔ اے برادر اموی مرحبا ہو تجھ کو۔ ایسے پاکیزہ نسب کو کیوں

---

[1] چشم شہلا۔ چشم سیا ہے کہ مائل بسرخی باشد ۱۲ غیاث

ابتک چھپائے رکھا۔ اور کس لئے اتنی دیر مجھ کو فکر و تشویش میں ڈالا۔ خوب کیا
کہ اس کا اظہار کر دیا اور مجھ کو فکر و اندیشہ کے بھنور سے نکالا۔ کیا ہی عمدہ نسب
تیرا ہے اور کیسا پسندیدہ و ستودہ خاندان و رفیع و عالی دودمان تو رکھتا ہے
تجھ کو یہ منہ سے نکالتے وقت شرم نہ آئی۔ کیا تو نہیں جانتا کہ بنی امیہ جاہلیت
میں ربا (سود) خوار تھے مسلمان ہو کر ظالم و ستمگار ہوئے۔ انہوں نے حقوق اہلِ
بیت رسالت پر دست درازیاں کیں۔ راس و رئیس تمہارا زمانہ سابق
میں ایک خمار تھا آج کل ایک جبار ہے۔ اس قبیلہ نے چالیس معرکوں میں پشت
دکھائی اور منہ موڑ کر فرار کیا۔ اپنی آبرو کو گنوایا اور اپنے جنگ آوروں کو تباہ
و برباد کیا اور آتش کینہ و انتقام کے روشن کرنے میں عاجز آئے۔ خاکسار و
ذلیل ہے وہ جماعت جس کی یہ سیرت و خصلت ہو اور ایسی جرأت و جلادت
رکھتے ہوں۔ علاوہ بر این بشہادت سیّد المرسلینؐ تم جہنمی ہو۔ تمہارے مرد عیب و عار
سے منہ دکھانے کے قابل نہیں اور تمہاری عورات خبث طینت و غلبہ شہوت
سے سر نہیں اٹھا سکتیں۔ عتبہ کہ بروز بدر کفار کا علمدار تھا تم سے منتسب ہے
ہند کہ تمام عیوب کی مجموعہ تھی۔ تمہارے متعلق صخر بن (ابوسفیان) کہ زمانہ جاہلیت
میں خمار و بیطار کے وصفوں سے موصوف تھا۔ فی الجملہ ترقی پائی تو بار بار رسول اللہ
سے لڑائی کرنے کے لئے لشکر کشی کرتا رہا۔ مسلمان ہوا تو حسن عقیدت و صفائی
طبیعت سے اصلاً موفق تھا۔ تمہارا بزرگ اور بڑا ہے۔ معاویہ جسکے حق میں رسول
اللہ نے ایسا اور ایسا کہا راس و رئیس و پیشوا و مقتدے تمہارا ہے۔ اس مردود
نے ابن عم و داماد و وصی و نفس رسول خدا کے ساتھ متواتر جنگ کیئے۔ زیاد
ولد الزنا کو نسب میں اپنے ساتھ ملحق گردانا۔ ذات القلائد کو جو اس کی زوجہ تھی
تین طلاق دیکر بغیر دوسرے کے نکاح میں دینے کے نکاح کر لیا۔ مرتے دم تک تو یزید سے

فاسق بدکار کو ولی عہد کر گیا۔ جس نے سُنن وطریقہائے رسول اللہ کو ایک سرے سے مٹا کر بجائے انکے بدعتیں ایجاد کیں اور ظالمان خونخوار کو قتل اخیار پر دلیر کیا اور اہل بیت وشیعان علی پر اشرار کو تسلّط بخشا۔ عتبہ بن ابی معیط جس کا نسب رسول خداؐ نے قرش سے نفی کیا تھا تم نے اپنے میں شامل کیا اور اپنے کنبے سے اس کو عورت دی حال آنکہ وہ یہودی تھا۔ اہل صفوریہ سے۔ حضرت امیرالمؤمنینؑ علی ابن ابی طالب نے حسب الحکم حضرت رسالت پناہ اس کی گردن ماری اور عیب وعار اس کا تمہارے لیئے باقی رہنے دیا۔ ایسا شخص تمہارا برگزیدہ و پسندیدہ ہے اس کا پسر ولید کہ شراب پیکر صبح کی نماز پڑھانے مسجد میں گیا اور بجائے دو رکعت چار رکعت نشہ میں پڑھ گیا۔ اس کو حق تعالیٰ نے قرآن میں بلفظ فاسق یاد کیا۔ جیساکہ ارشاد ہے اَفَمَن کَانَ مُؤمِنًا کَمَن کَانَ فَاسِقًا لَا یَستَوُونَ۔ آیا جو مومن ہو فاسق کی برابر ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں مساوی نہیں ہو سکتے۔ مرضیٰ و محمود تمہارا تھا۔ عبدالملک بن مروان جس کا سب سے بڑا دوست وعادل ترین امراحجاج ملعون تھا۔ تمہارا برگزیدہ جماعت بدکار اور وہ فاسقان غدّار جنہوں نے اولاد پیغمبر کو قتل کیا۔ اور منجنیقیں لگا خانہ خدا پر پتھر پھینکے اور نجاست و پلیدی برسائی تمہارے اعوان وانصار تھے۔ غرض پہلا تمہارا بدکار درمیانہ طرار آخر مکار ہے شریف تم سے خمار و وضیع غدّار ہے۔

پیرمرد یہ باتیں کہہ رہا تھا اور ہشام جو نقش بدیوار حیران تھا کہ کیا کہے اور کیا جواب دے آخرش ملول وحزیں باگ موڑی اور اپنے خیل وحشم کی طرف مراجعت فرمائی۔ راستے میں غلام سے کہنے لگا کہ دیکھا تو نے اس بوڑھے سے ہم کو کیا روز سیاہ بیش آیا۔ تجھ کو اس کی باتوں سے کچھ یاد رہ گئی ہیں جن کو بیان کر سکے۔ غلام نے کہا خدا کی قسم میں اس کی ہزلیات میں ایسا مدہوش و بدحواس ہوا کہ اپنا نام تک

بھول گیا۔ ایک حرف اس کے کلام سے یاد نہیں۔ چند بار ارادہ کیا کہ تلوار نکال کر اس کا سر اُڑا دوں۔ عجیب بد ذات کا فروغ عزیب بدکار زبان آور تھا۔ ہشام بولا اگر اسکے سوا دوسری بات تیرے مُنہ سے نکلتی تو تجھے قتل کرتا۔ خبردار جو کوئی کلمہ اس سے یاد ہو تو کسی سے اس کا تذکرہ نکرنا کہ مارا جائے گا۔ لشکر میں پہنچا تو کچھ لوگوں کو مقرر کیا کہ جاؤ ایک بوڑھا اس شکل وشباہت کا فلاں مقام پر ہے اس کو پکڑ کر میرے سامنے حاضر کرو۔ وہ لوگ صحرا میں اِدھر اُدھر پھرے۔ پیرمرد کا کہیں پتہ نہ پایا کیونکہ ہشام کی واپسی کے بعد اس نے سمجھا کہ ضرور یہ سوار کوئی حکّام وقت سے ہے۔ مجھ کو ضرور پکڑوا منگائے گا لاجرم جھٹ پٹ کسی ایسے راستے کو ہولیا جو عام کا راہگزار تھا۔ ہشام اسکے بعد ہمیشہ اس پیرمرد کی طلب و تلاش میں رہتا اور اس بات پر کہ کیوں اسی وقت اس کو گرفتار نکرلیا کس لئے چھوڑ دیا سر دھنتا تھا۔ غلام راوی حکایت کا بیان ہے کہ کلام شیخ سے ایک حرف بھی مجھے نہیں بھولا۔ اس کی تمام باتیں حرف بحرف اس طرح یاد تھیں اور ابتک ہیں کہ جیسے سورۂ الحمد یاد ہے مگر مصلحت یہی تھی کہ ہشام کے سامنے انکار کیا اور اس کے شر سے محفوظ رہا۔ جبتک وہ زندہ رہا کسی سے اس صحبت کا ذکر زبان پر نہ لایا۔

ولید بن یزید بن عبد الملک

آخری خلیفہ ہے خلفاء دوازدہ گانہ اہل سنّت سے جنکی نسبت انکے یہاں احادیث صحیحہ میں وارد ہے لایزال الاسلام عزیزاً منیعاً الی اثنی عشر خلیفۃً۔ اسلام ذی عزت وعالی مرتبہ رہیگا جبتک کہ بارہ خلیفوں سے کوئی ان کے درمیان ہوگا۔ پس اس کے مرنے پر اسلام عزّت وشرف وجمعیت سب کچھ کھو بیٹھا

نعوذ باللہ من ھذہ العقیدۃ الفاسدۃ۔

دوازدہ خلیفہ[1] حسب تصریح جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں یہ ہیں:۔
ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ معاویہ۔ یزید۔ عبدالملک بن مروان۔ ولید۔ سلیمان
عمر بن عبدالعزیز۔ یزید۔ ہشام پسران عبدالملک و یزید بن ولید بن عبدالملک۔

---

[1] شیخ الاسلام ابن حجر شرح صحیح بخاری میں حدیث دوازدہ امام کی شرح میں کہتے ہیں کہ قاضی عیاض کا قول اس بارے میں ارجح واحسن اقوال ہے کیونکہ اس سے اس کلام کی تائید ہوتی ہے جو بعض طرق صحیحہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ یہ وہ بارہ[12] امام ہوں گے جن پر لوگ اجتماع و اتفاق کرینگے۔ توضیح اس کی یہ ہے کہ مراد اجتماع و اتفاق سے ان کی بیعت کا انقیاد ہے اور وہ اس طرح واقع ہوا کہ لوگ ابوبکر و عمر کی بیعت پر جمع ہوئے۔ پھر عثمان پر۔ پھر علی پر اس وقت تک جبکہ صفین میں قضیۂ تحکیم واقع ہوا۔ اس وقت سے معاویہ خلافت پر نامزد ہوگیا (یعنی امیرالمومنین علی بن ابی طالب ؑ کی خلافت میں واقعۂ تحکیم سے خلل پڑگیا۔ اے لعنت خدا بریں عقیدہ) اسکے بعد صلح امام حسن کے بعد معاویہ پر اجتماع خلائق ہوا۔ پھر اسکے بیٹے یزید پر مجتمع ہوئے اور منتظم ہوا امر خلافت حسین ؑ کے لئے بلکہ وہ اس سے پہلے قتل ہوگئے۔ پس یزید کی موت پر اختلاف ہوا حتیٰ کہ ابن زبیر کے قتل ہونے پر عبدالملک بن مروان پر اتفاق ہوا۔ پھر اس کے چار بیٹوں ولید۔ سلیمان۔ یزید و ہشام پر مسلمان مجتمع ہوئے۔ سلیمان و یزید کے درمیان عمر بن عبدالعزیز متخلل ہوا۔ یہ سات خلیفہ ہیں خلفاء اربعہ راشدین کے بعد۔ بارہواں ان کا یزید بن ولید بن عبدالملک ہے کہ ہشام کے مرنے پر اسکے اوپر اجتماع ہوا۔ وہ چار سال کے قریب خلیفہ رہا پھر لوگ اسپر اٹھ کھڑے ہوئے اور مار ڈالا اسی دن سے اسلام میں فتنہ و فساد اسلام میں پھیل گئے حالات بدل گئے۔ اسکے بعد مسلمانوں کو کسی خلیفہ پر جمع ہونا نصیب نہوا۔ ہکذا فی تاریخ الخلفاء۔ مگر سیوطی کو یہ مدح سرائی ولید کی آگے چلکر خود اسکے ترجمہ میں فراموش ہوگئی کہ

(بقیہ حاشیہ دیکھو ۳۲۱ صفحہ پر)

ولید مذکور نے ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں خلافت پائی اور جمادی الثانی ۱۲۶ھ
میں اپنے مقرّ ومقام کو پہنچ گیا۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ ولید جبّار عنید تھا اور
کثرت ذنوب ومعاصی سے اس زمانے کا فرعون شمار ہوتا تھا روز قیامت اپنی امثال و
اقران کا پیشوا بنکر آئے گا اور سب کو اپنے ساتھ لے کر جہنّم میں جائے گا اور عیث و
عار کو ان پروارد کرے گا و بئس الورد المورود (بُرا ٹھکانا ہے جہنم) نیز
سیوطی نے لکھا ہے وشق المصحف بالسّہام وفسق ولم تخف الو تام
اس نے قرآن شریف کو تیروں کا آماجگاہ بنایا اور اس قدر فسق وفجور میں غرق
ہوا کہ ارتکاب معاصی میں ذرا باک نہ رکھتا تھا۔

مروج الذہب میں ہے کہ ولید سخت نامقیدّ وبیباک ومتہتک تھا اسکی
بیباکی کی ایک مثال یہ ہے کہ ہشام کے مرنے پر بشیر نے مژدۂ خلافت پہنچایا اور امیر
المومنین کہکر اسے خطاب کیا تو شکر خدا کے عوض یہ ناپاک وگندے اشعار
اس کی زبان سے نکلے ؎

اِنّی سَمِعتُ خلیلی نحو الرّصافة انّہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۰) وہاں اسی خاتم الخلفاء کو خلیفہ فاسق سے تعبیر کیا اور کہا کہ وہ
شرب خمر حرمات خدا کا ہتک کرنیوالا تھا۔ حج کو اس ارادہ سے کیا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر بیٹھ کر شراب نوشی
کرے ۱۲ منہ

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ شمار خلفاء میں انہ شیخ الاسلام ابن حجر کو جنہوں نے حدیث دوازدہ امام کو
اشخاص مذکورہ پر منطبق کرنا چاہا احساس ہوا نہ شیخ جلال نے خیال کیا کہ خلفاء اربعہ کے سوا معاویہ
اور اس کا بیٹا یزید اور عبد الملک اور اسکے چار بیٹوں اور عمر و ولید بن یزید کا مجموعہ ۱۳ ہوتا ہے
نہ بارہ ۱۲

اَقُولُ ماحالهُنّہ	اَتَبَدَّتُ اسحب ذیلی
یندبن والدهُنّہ	اذابناتُ هِشَامِ
والویلُ حلّ بهنّہ	یدعون ویلاوعولاً
ان لم انکهنّہ	انا المخنّث حقّاً

اے میرے دوست میں نے رصافہ (نام مقام) کی طرف شور گریہ و بکا سُنا۔ میں دامن کشاں اس طرف کو روانہ ہوا دل میں کہتا تھا دیکھوں کیا حال ان کا ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ہشام بن عبدالملک کی بیٹیاں اپنے باپ کو رو پیٹ رہی ہیں اور واویلاہ وا ہشاماہ کا شور مچاتی ہیں۔ حال آنکہ عذاب عظیم ان پر نازل ہوا ہے۔ میں سچ مچ مخنّث (ہیجڑا) ہوں گا اگر ان کے ساتھ جماع نکروں

یہاں اس مردود کی بیحیائی ملاحظہ ہو کہ حقیقی چچا خلیفہ اور امیر المومنین کے مرنے پر کس قدر شماتت کرتا اور کیسی فحش گالیاں بکتا ہے۔

نیز مسعودی نے لکھا ہے کان الولید بن یزید صاحب شرب و لهو وطرب وسماع للغناء کہ ولید یزید کا بیٹا شراب خوار لهو و لعب پسند نشاط و طرب دوست تھا شہوت سماع و غنا اس پر غالب تھی۔

ولید کی راگ سُنکر مدہوشی و دیوانگی

اس کے زمانہ خلافت میں ہر خاص و عام نے زنان مغنّیہ رکھ چھوڑی تھیں۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک مغنّی ابن عائشہ قرشی نام نے کچھ اشعار لحن دلکش اس کے آگے الاپے جن کو سُن کر فرط سرور و نشاط سے وہ آپے سے باہر ہو گیا۔ بلقب امیر المومنین اسے ملقب کر کے تحسین کی کہ لقد احسنت یا امیر المومنین پھر کہنے لگا اعد بحق عبد شمس تجھے عبد شمس کی قسم ہے کہ اس کو دوبارہ گا۔ اس نے پھر دوبارہ گایا۔ پھر کہا اعد بحقّ امیّة ۔ امیہ کا واسطہ پھر سُنا۔ اسی طرح درجہ

بدرجہ اپنے باپ دادوں کا واسطہ دیتا اور بار بار ان کو گواتا تا اینکہ اپنے آپ تک پہنچا تو کہا اعد ھا بجیاتی - میری جان کی قسم پھر وہی راگ گاؤ اس نے پھر گایا تو بیتاباَنہ اُٹھ کر اپنے تئیں اس پر ڈال دیا اور ہر ایک عضو کو اس کے چومتا اور بوسے لیتا تھا - حتیٰ کہ عضو تناسل کی نوبت پہنچی - اس کو چومنا چاہا تو ابن عائشہ نے اس سے بچانے کو اپنا ذکر اپنی دو رانوں کے درمیان دبا لیا مگر ولید اس کی ٹانگوں کو ایسا چمٹا کہ اس مقام کو چوم کر ہی باز آیا اور شدت سرور و انبساط میں چلایا واطرباہ واطرباہ - اور اس بیخودی کی حالت میں بدن کے کپڑے اُتار کر مغنی کو دیدے اور ایک ہزار دینار کی تھیلی منگا کر اس پر مزید کی نیز استر خاص اپنی سواری کا بازین و لجام قیمتی طلب کر کے کہا کہ اے میرے شریں یہ سے سوار ہو اور گھر کو سدھارو - فقد ترکتنی علی احر من جمر الغضی تحقیق کہ تو مجھ کو آتش افروزاں پر چھوڑے جاتا ہے -

مسعودی نقل روایت کے بعد کہتا ہے کہ ابن عائشہ مذکور نے اس سے پہلے یہ اشعار یزید بن عبدالملک اس کے باپ کے آگے بھی الاپے تھے وہ بھی ان کو سُن کر اس قدر طربناک ہوا تھا کہ کلمات کفر و ارتداد اس کی زبان سے برآمد ہوئے تھے پس ولید نے یہ طرب و انبساط ان اشعار کے سُننے پر اپنے باپ یزید سے ورثہ میں پایا تھا -

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے ولید مذکور کے فضائح اعمال کسی قدر کشف الحقائق میں درج کیں - یہاں جو کچھ لکھا گیا اس کی تعریف شناسائی کے لئے بس ہے - اور ان شیخ الاسلام جیسوں کی تحمیق کے لئے بھی جن کے نزدیک ولید مذکور ایسا فرد کامل تھا کہ اسلام نے اسے کھو کر دوسرا ویسا نہ پایا اس کے مرتے ہی فتنہ و فساد کا دروازہ جو اس وقت تک بند تھا مسلمانوں پر

کھل گیا اور اب قیامت تک بند نہ ہوگا۔ استغفر اللہ۔ اب ہم ایک حکایت اس کی مرد اعرابی کے ساتھ یہاں لکھ کر اس کا بیان ختم کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔

حکایت ولید با مرد اعرابی

بحار میں خلیل بن احمد عریضی سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا میں ایک روز ولید بن یزید بن عبد الملک کی مجلس میں داخل ہوا تو وہ اس وقت علیؑ کی مذمت میں مشغول تھا اور آپ کے مثالب و معائب بیان کرنے پر اتارو تھا کہ اتنے میں ایک اعرابی اپنے ناقے پر اس طرف آیا کہ شدت تیز روی و قطع مسافت بعید سے اس کے کانوں کی جڑوں سے خون رواں تھا۔ ولید نے اپنے جھروکے سے اُسے آتے ہوئے دیکھ کر کہا اس اعرابی کو یہاں آنے سے کوئی نہ روکے۔ معلوم ہوتا ہی کہ یہ ہمارے ہی پاس آتا ہے۔ پس اعرابی نے نزدیک آکر مہار کے سرے سے ناقے کو باندھا اور آپ اذن لے کر اندر آیا اور ایک قصیدہ مدح ولید میں پڑھا کہ ویسا نادر کلام اس وقت تک کسی کے سُننے میں نہ آیا تھا حتیٰ کہ اس مقام پر پہنچا ؎

ولمّا ان رأیتُ الدھر الّی ۔۔۔ علیّ ولجّ فی اضعاف حالی

وفدت الیک العی حسن عقبی ۔۔۔ اسدّ لھا خصاصات العیال

فقلت الی الولید اءمّ قصداً ۔۔۔ وقاہ اللہ من غیر اللیالی

لے جب میں نے دیکھا کہ زمانہ میرے حق میں کمی و کوتاہی کرتا ہے اور میری خستہ حالی میں اس کو اصرار ہے تو میں بارادہ حسن عاقبت کہ جس سے اپنے عیال کی فقر و مسکنت کو دور کروں تیرے پاس آیا میں نے ارادہ کیا کہ قصد کر کے ولید بن یزید کے پاس جاؤں کہ حق تعالیٰ اس کو حوادث زماں اور اس کے تغیرات سے محفوظ رکھے۔

هو اللیث الهصور شدید باسٍ[1] ھو السیف المجرّد للقتال

خلیفة ربّنا الدّاعی علینا و ذو المجد التلید اخو الکمال

راوی کہتا ہے کہ ولید کو اس کی مدح خوانی پسند آئی اور بھاری انعام کا اس کے لئے حکم دیا اور کہا اے برادر عربی ہم نے تیری مدح سرائی قبول کی اور عظیم جائزہ کا تیرے لئے حکم صادر کیا۔ اب ذرا ہمارے لئے ابوتراب (علی علیہ السّلام) کی مذمّت بھی بیان کر۔ اعرابی یہ کلام نافرجام اس کا سُن کر لال پیلا ہو گیا اور مارے غصّے کے تھر تھر کانپنے لگا۔ طیش میں آکر بولا کیا کہا تو نے۔ جس کی ہجو کرنے کو کہتا ہے قسم خدا کی وہ تجھ سے زیادہ مدح کا سزاوار ہے اور تو اس کے مقابلے میں صریح مذمّت و منقصت کا اہل ہے۔ ولید کے ندیموں سے ایک نے کہا خاموش ہو اے اعرابی طرحك الله خدا تجھے اپنی رحمت سے دور رکھے۔ اعرابی نے کہا کیوں خاموش ہوں۔ کیا خطا کی اور کون سی غلطی مجھ سے سرزد ہوئی۔ آیا یہ کہ میں نے علیؑ کو اس کے اوپر فضیلت دی۔ سو امیر المؤمنین علی بن ابیطالب کے مدارج عالیہ اہل بصارت پر پنہاں نہیں۔ یہ کہہ کر زبان صفت و ثنائے شاہ مرداں و شیر یزداں میں وا کی اور دفتر فضائل و مناقب حضرت مظہر العجائب و الغرائب کے کھولدے۔ پہلے شرافت نسب و علو خاندان آنحضرت کا جاہلیّت و اسلام میں ذکر کیا اور کہا نسبی شرف میں وہ جناب ولید سے ہمیشہ بمراتب بڑھے ہوئے ہیں پس علم و معرفت کا تذکرہ درمیان لایا تو کہا جو فضل و کمال علمی آپ نے صاحب علم لدنی و الہام و وحی کی خدمت میں زمانہاء درازرہ کر کسب کیا۔ اس سے

[1] وہ شیر درندہ ہے بڑے دبدبے والا اور تیغ عریاں ہے برائے قتل و خونریزی۔ خلیفہ ہی ہمارے پروردگار کا ہم کو دعوت کرنے والا صاحب مجد و بزرگی قدیم و اہل کمال و ہُنر ہے۔

ہمواره اسلام کو نفع پہنچاتے اور مسلمانوں کی مشکلیں حل کرتی رہے بعد ازاں بیان شجاعت و بسالت و جنگ و جہاد اسد اللہ الغالب میں رطب اللسان ہوا۔ اور معرکہائے جنگ میں آپ کے کارنامے اور حمایت اسلام میں مقامات صعب و دشوار آنحضرت کے معرض بیان میں لایا کہ دیکھو عمرو بن عبدود جیسے دیو قوی ہیکل دشمن اسلام کے ساتھ کس طرح کا مقابلہ کیا اور کیونکر بیک ضرب شمشیر آبدار اس کو جہنم میں بھیجا اور عمرو بن معدیکرب زبیدی کو کہ نشۂ غرور و نخوت میں چور مسلمانو کے قتل کو نکل کر طلبگار مبارز و نا ورد تھا۔ بازوئی و زور ید اللہی سے گرفتار کر کے کشاں کشاں خدمت ختمی مرتبت میں حاضر کیا۔ وغیرہ وغیرہ فضائل جن کی تفصیل روایت میں درج ہے بطلاقت لسان و فصاحت بیان کہہ رہا تھا اور ولید کے سینے میں آتش غضب بھڑک رہی تھی اور چہرہ تمتما اٹھا تھا۔ منہ سے کف جاری تھے ایک جلیس نے یہ کیفیت دیکھ کر اشارہ کیا کہ سامنے سے علیحدہ ہو جا ورنہ مارا جائے گا۔ لاجرم اعرابی وہاں سے اٹھا۔ باہر آتے ہوئے اسے ایک اور عرب ملا اس سے کہا کہ اپنا جبہ سیاہ مجھے دیدے اور میری ردا زرد تو لے لے۔ ایسا کرے گا تو تجھے اپنے جائزے میں شریک کروں گا۔ معقول حصہ اس سے ہاتھ آئے گا بس اپنا زرد کپڑا اسے دیکر اپنے ناقہ پر سوار ہوا اور روبصحرا روانہ ہوا مارے مار جا رہا تھا اور حسب حکم ولید اس عرب کو بہ نشان چادر زرد قتل کر دیدیا۔ مگر ولید نے اسے دیکھا تو انکار کیا کہ یہ وہ اعرابی طلیق اللسان نہیں یہ تو ہمارا مصاحب قتل ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ ایک دستہ سواران سریع السیر کا جائے اور اس کو پکڑ لائے۔ یہ لوگ اس کے عقب میں دوڑے۔ آخرش نزدیک جا پہنچے۔ اعرابی نے آہٹ پائی تو مڑ کر دیکھا اور ترکش نکالا اور کمان کھینچ لی۔ ایک ایک تیر سے ایک ایک سوار کو قتل کرتا تھا۔ حتیٰ کہ چالیس جوان قتل کئے

باقی نے ڈر کر فرار کیا۔ اور ولید کو جا کر خبر دی اس کو یہ حال معلوم کر کے اس قدر صدمہ ہوا کہ ایک شبانہ روز بیہوش پڑا رہا۔ حال پوچھنے پر کہا کہ اس اعرابی کے فوت ہونے پر کوہِ غم میرے اوپر ٹوٹ پڑا۔

یزید کی موت

ولید نے جیسا اوپر گزرا کل ایک سال دو مہینے بائیس یوم فرمانروائی کی آخر اسکے ناہنجار حرکات ارتکاب محرمات شرب خمر لواطہ و استخفاف شریعت مطہرہ وغیرہ وغیرہ سے تنگ آکر مسلمان اس پر اُٹھ کھڑے ہوئے اور اسکے قتل کرنے کے لئے گھر میں گھس گئے اس وقت قرآن کھولکر پڑھنے بیٹھا۔ اور کہتا تھا۔ الیوم کیوم عثمان۔ مجھ کو بھی آج عثمان کا سا دن پیش آیا۔ حال آنکہ تھوڑے ہی عرصہ پہلے اس نے قرآن پہ تیر باری کی تھی اور اس کو مخاطب کر کے کہا تھا ؎

اذا ما جئت ربّك يوم حشر	فقل یا ربّ مزّقني الوليد

کہ قیامت کے دن خدا کے سامنے جاوے تو کہنا کہ اے میرے خدا مجھ کو ولید نے پارہ پارہ کر دیا۔ بالجملہ یہ قرآن خوانی دمِ واپسیں کی نہ حضرت محرق القرآن (عثمان) کے کام آئی نہ مخرق القرآن (ولید) کے۔ حملہ آوروں نے اس کو بھی خلیفہ ثالث کی طرح مارے تلواروں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور سر نحس اس کا کاٹ کر اس کے چچازاد بھائی یزید بن ولید کے پاس لے گئے ولید کے قتل ہونے کے بعد کوئی چھ سال اور مروانیوں کی سلطنت دم توڑتی رہی آخر سنہ ۱۳۲ھ میں اس کا قلع قمع ہو کر عباسی بادشاہت کا دور شروع ہوا۔

ذی الحجہ سنہ مذکور میں ابو العباس سفاح بنی عباس کے پہلے خلیفہ سے بیعت ہوئی۔ اس چھ سال کے درمیان ولید کے چچازاد بھائی اور اس کے قاتل یزید بن ولید المسمّٰی بہ یزید الناقص نے چھ مہینے سلطنت کی ناقص اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ

اپنے عہد حکومت میں افواج کی تنخواہ کم کر دی تھی۔ ذی الحجہ ۱۲۶ھ میں جب یزید ناقص مرض طاعون میں ہلاک ہوا تو تاجِ شاہی ابراہیم اس کے بھائی کے سر پر رکھا گیا۔ اس کی مدّت فرمانروائی کل ستّر یوم رہی۔ اس نے تھوڑی سی زندگی میں شدید ظلم کیا اور وبال آخرت کا سر پر لیا۔ کیونکہ قاتل امام محمد باقرؑ کا بموجب اکثر و اشہر روایات کے یہی ابراہیم ہے اس نے حسب اشارہ وامر ہشام اس کا سرانجام کیا۔ ابن طاؤس علیہ الرّحمہ زیارت کبیرہ میں نقل کرتے ہیں وضاعف العذاب علی من شرك فی دامہ وھو ابراھیم ابن الولید۔ خداوندا مضاعف کر عذاب کو اوپر اس کے جو ان کے (محمد باقرؑ) کی خونریزی میں شریک ہوا۔ وہ ابراہیم بن ولید ہے۔ الحاصل اس عرصہ میں مروان بن محمد بن مروان حکم نے زور پکڑا اور ابراہیم کو خلافت سے خلع و خارج کیا۔ چنانچہ وہ اسی وجہ سے خلیفہ مخلوع کے نام سے نامزد ہے۔

مروان بن محمد جس کا نام ثانی الحال مروان حمار قرار پایا۔ اس کا عہد خلافت کہ ۵ سال ۲ مہینے دس یوم ہے۔ چونکہ عباسیوں سے لڑائی چھڑ گئی تھی جنگ و جدل میں گزرا۔ آخر عبداللہ بن علی بن عبداللہ عباس سفاح کے چچا نے موصل کے نزدیک اس کو شکست فاش دی۔ مروان مصر کی طرف بھاگا۔ صالح برادر عبداللہ علی نے اس کا تعاقب کر کے قریہ بوصیر میں جا لیا اور اس کا سر کاٹ کر عبداللہ مذکور کے پاس بھیجدیا۔ کہتے ہیں کہ وہ سر عبداللہ کے حکم سے مکان کے ایک گوشہ میں ڈال دیا گیا تھا وہاں ایک گربہ نے آکر اس کی زبان نکال لی اور اپنے منہ میں لے کر اس کو چباتی تھی۔ عبداللہ بن علی کہا کرتا تھا کہ لولم یرنا اللہ ھر من عجائبہ الّا لسان مروان فی ھرّۃ لکفانا ذالك کہ زمانے کے عجائبات سے اگر اسی قدر ہمارے دیکھنے میں آتا کہ مروان کی زبان ایک بلّی کے منہ میں ہے تو بھی ہم کو کافی تھا۔ ھکذا فی تاریخ الخلفاء۔

الغرض مروانیوں کی سلطنت مروان سے شروع ہوکر مروان ہی پر تمام ہوگئی۔ یعنی مروان حکم سے اس کی ابتدا ہوئی اور مروان بن محمد مروان اس کے پوتے پر خاتمہ ہوگیا۔

مسعودی نے مروج الذہب میں بنی امیہ کا عہدِ سلطنت معاویہ سے لیکر مروان مذکور تک کچھ گھٹا بڑھا کر کُل اکیانوے سال نو مہینے ۱۳ یوم مقرر کیا ہے اس سے پانچ مہینے دس یوم خلافت امام حسنؑ اور سات سال دس مہینے ۳ یوم زمانۂ عبداللہ بن زبیر۔ کل آٹھ سال تین مہینے ۱۳ یوم وضع کر کے خالص زمانہ بنی امیہ کا تراسی۸۳ سال چار مہینے باقی رہتا ہے جو مساوی ہے ہزار مہینے کے جسکی مذمت قرآن و حدیث میں جا بجا مذکور ہوئی ہے۔

سفاح کی بیعت

روز جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲ھ کو جیسا پہلے گزرا۔ عباسیوں کا پہلا خلیفہ ابوالعباس سفاح کوفہ میں منبر پر گیا اور خطبہ بنام نہاد خلافت شروع کیا لیکن اثناء خطبہ میں اس کو بخار چڑھ آیا۔ تمام نکر سکا۔ بیٹھ گیا۔ داؤد بن علی اس کے چچا نے جو ایک درجہ نیچے ممبر پر کھڑا تھا خطبہ پورا کیا۔ آخر میں کہا ایہا النّاس ہر ایک اہل بیت کے لئے ایک مصر (شہر) مخصوص ہوتا ہے ہمارا خاص شہر کوفہ ہے۔ آگاہ رہو کہ تمہارے اس منبر پر رسول اللہ کے بعد کوئی خلیفہ جاگزیں نہیں ہوا الاّ امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب دوسرا یہ عبداللہ بن محمد بن علی (اور اشارہ کیا طرف سفاح کے) تم کو معلوم رہے کہ اب امر خلافت ہمارے لئے دائم و مستمر ہے جبتک کہ حضرت عیسیٰ بن مریم آسمان سے نزول کریں اور ہم یہ امر انکے حوالے کر دیں۔ بعد تمام خطبہ وہاں سے اُتر کر داخل دارالامارہ ہوا۔ منصور اس کا بھائی شام تک اس کی طرف سے بیعت لیتا رہا۔ اگلا دن روز نصب حکام بلاد و عباد پر تھا ازانجملہ داؤد بن علی اپنے

ایک چچا کو کوفہ اور اس کے متعلقات کی حکومت دی۔ اور دوسرے چچا عبداللہ بن علی کو شام کا حاکم مقرر کیا۔

جنگ عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس با مروان بن محمد بن مروان و ہزیمت مروان

یہ لڑائی نہر ذاب پر نواح موصل میں واقع ہوئی۔ مروان کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار پیادہ و سوار تھے۔ عبداللہ کے ہمراہ کل بیس ہزار بقولے صرف بارہ ہزار سے زیادہ سپاہ نہ تھی مگر مروانیوں کا ستارۂ اقبال ڈوب رہا تھا۔ عباسیوں کا عروج پر تھا۔ اس قلیل لشکر سے اتنے بڑے ٹڈی دل کو شکست فاش ہوئی۔ مروان بن محمد جان بچا کر بھاگا۔ میدان جنگ عباسیوں کے ہاتھ رہا منہزمین میں سے بہت سے تہ تیغ ہوئے اور بہت زیادہ انسے دریا میں غرق ہو کر ہلاک ہوئے۔ چنانچہ ابراہیم بن ولید بن عبدالملک معروف بہ خلیفہ مخلوع جماعت غرقی اسے تھا اس کو لوگوں نے دریا سے نکالا تو عبداللہ نے اس آیہ شریفہ کی تلاوت کی واذ فرقنا بکم البحر فانجیناکم واغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون یعنی جبکہ شگافتہ کیا ہم نے دریا رنیل کو تمہارے لئے پس نجات بخشی ہلاکت سے تم کو اور غرق کیا آل فرعون کو دراں حالے کہ تم اس حال کو دیکھ رہے تھے نیز مقتولین سے مسلمہ بن عبدالملک مروانیوں کا جنگ آور شجاع مشہور و مدبر تھا۔ اس نے زمانے کا رنگ بدلا ہوا دیکھ کر دل مرگ پر رکھا اور لڑنا شروع کیا۔ علی بن عبداللہ نے اس کو طالب موت پایا تو اس کی شان و شکوہ حسن و جمال پر رحم کھایا۔ پکار کر کہا یا فتے لک الامان ولو کنت مروان اے جوان تجھ کو جان سے امان ہے گو تو مروان ہی کیوں نہو۔ اس نے کہا مروان نہیں تو اس سے کمتر بھی نہیں کہا کوئی ہو تو مامون ہے۔ مگر مسلمہ نے یہ امان

قبول نکی۔ برابر جنگ کرتا رہا تا اینکہ قتل ہوا۔

الحاصل ہزیمت کے بعد مروانیوں کے لشکرگاہ سے بہت سامال و سامان حرب فتاحوں کے ہاتھ آیا۔ عبداللہ نے نامہ مشتمل بر خبر فتح لکھ کر کوفہ کو بھیجا۔ سفاح یہ حال معلوم کر کے سجدۂ شکر بجا لایا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ یہ لڑائی بروز شنبہ ۱۱۔ جمادی الثانی ۱۳۲ھ کو واقع ہوئی۔ کامل ابن اثیر جزری

مآل کار مروان نابکار

مروان ذاب سے شکست پا کر بھاگا تو موصل کا رخ کیا مگر موصل والوں نے دروازے شہر کے بند کر لئے اور اسے اندر نہ گھسنے دیا۔ بلکہ نشان سیاہ عباسیوں کی علامت ظاہر کی۔ ناچار حران کو کہ اس کا دارالاقامہ تھا روانہ ہوا۔ مسعودی کہتا ہے کہ بدبخت اہلِ حران وہ لوگ تھے جنہوں نے اس وقت جبکہ سب ولعن امیرالمومنین علی بن ابی طالب بحکم عمرؔ بن عبدالعزیز چاردانگ عالم سے اُٹھ گئی تھی اس کے موقوف کرنے سے انکار کیا تھا اور کہا تھا کہ نماز جمعہ و خطبہ اس روز کا بلالعن ابوتراب درست نہیں پس یہ رسم بد ان شیاطین کے درمیان جاری رہی جبتک کہ عباسیوں نے تسلط پا کر ان کا قلع و قمع نکیا۔ پس یہ لوگ اہلِ غور کے ٹھیک برخلاف اور ان کی ضد نکلے۔ جنہوں نے اس سنت معاویہ کو اپنے یہاں ایک دن کو بھی جاری نہیں ہونے دیا۔ جیسے انہوں نے اس کفر صریح سے اپنے شہر کو پاک رکھا اسی طرح حران والوں نے اس عظیم ارتکاب کے ترک سے انکار کیا اللّٰھمّ العنھم لعناً وبیلاً وعذبھم عذاباً الیما۔ غرض مروان کو حران میں بھی پناہ نملی۔ عباسیوں نے وہاں بھی اس کا تعاقب کیا تو وہ معہ بقیۂ بنی امیہ مصر کی طرف بھاگا۔ عبداللہ بن علی نے دروازہ حران پر نزول کر کے قصر مروان کو کہ بصرف اموال کثیر تعمیر ہوا تھا منہدم کرا دیا اور اس

کے اموال وخزائن پر قابض ہوگیا۔ مروان نے اپنے اہل وعیال وخواص اصحاب سمیت فلسطین اردن میں جاکر نہر ابو قطرس پر قیام کیا۔ عبداللہ علی نے دمشق پہنچکر اس کا محاصرہ کرلیا۔ ولید بن معاویہ بن عبدالملک پچاس ہزار مردانِ کار کے ساتھ اس کا مقابل ہوا مگر خود لڑائی میں مارا گیا اور یزید بن معاویہ بن عبدالملک وعبدالجبار بن یزید مذکور گرفتار ہوئے۔ عبداللہ نے ان کو کوفہ سفاح کے پاس بھیجدیا اس نے قتل کرکے ان کو حیرۂ کوفہ میں دار پر لٹکایا۔ نیز عبداللہ نے دمشق میں قتل عام کیا۔ مروان مصر کو گیا تو عبداللہ نے نہر ابی فطرس پر آکر مزید خونریزیاں کیں۔ چنانچہ بقول مسعودی صرف بنی اُمیہ سے کچھ اوپر اسی مرد وہاں تہ تیغ ہوئے۔ سلیمان بن یزید بن عبدالملک مقام بلقا پر مارا گیا۔ اور اس کا سر جدا ہوکر عبداللہ کے پاس لایا گیا۔ صالح بن علی اور عبداللہ مروان کے تعاقب میں مصر گئے اور قصبہ بوصیر میں جہاں کہ وہ منزل کریں رات کے وقت اسپر شبخوں مارا باجے بجاتے اور اللہ اکبر کے نعرے مارتے ایک دم ان پر جا پڑے یا لثارات ابراہیم کا شور مچاتے تھے۔ مروان کے ساتھیوں نے جانا کہ تمام عباسی آگئے انکے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور اسی گڑبڑ میں مروان عامر بن اسمٰعیل کے ہاتھ سے مارا گیا۔

بردو عصا و تازیانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

مسعودی کہتا ہے کہ قاتل مروان اس کو قتل کرکے کنیسہ (عبادت خانہ نصاریٰ گرجا) کی طرف جس میں ازواج و دختران مروان تھیں بڑھا تو دیکھا کہ خادم مروان باشمشیر برہنہ مستورات کی طرف جارہا ہے۔ پوچھا تیرا کیا ارادہ ہے کہا مروان نے مجھ سے کہا تھا کہ میں مارا جاؤں تو میری بیبیوں بیٹیوں کو مار ڈالنا۔ میں اس وقت اس کی انفاذ وصیت کو جارہا ہوں۔ اس نے

اس کو دھمکایا اور خوف قتل دلایا۔ تو خادم نے چلاّ کر کہا مجھے قتل کروگے
تو ترکہ و تبرّکات رسول اللہؐ سے ہاتھ دھوؤ گے کیونکہ ان کا مجھ کو علم ہے کسی
متنفس کو ان کی اطلاع نہیں۔ کہا یہ کیا کہتا ہے۔ غلام نے کہا میرے ساتھ آؤ
جھوٹ ہو تو مجھے مار ڈالنا۔ پس ان کو گاؤں سے علیحدہ ایک ریگستان میں لیجا کر
کہا اس جگہ کو کھودو اس کو کھودا تو عصا و تازیانہ و چادر رسول اللہ وہاں سے
برآمد ہوئے جن کو مروان نے دفن کیا تھا کہ مبادا یہ اشیاء عباسیوں کو ملجائیں
عامر وہ دفینہ نکلوا کر عبداللہ بن علی کے پاس لوالیگیا۔ عبداللہ نے سب چیزیں
سفاح کے پاس بھیجدیں۔

مسعودی کا قول ہے کہ یہ اشیا خلفاء بنی عباس سے ایک کے پاس سے
دوسرے کو بدلتی رہیں حتیٰ کہ مقتدر کو پہنچیں کہتے ہیں کہ جس وقت اسے قتل کیا
تو ردائے رسول اللہ اس کے اوپر تھی اور مجھ کو معلوم نہیں کہ آجتک بھی کہ سنہ ۳۳۲ھ
ہیں یہ اشیا متقی باللہ کے پاس رقہ میں موجود ہیں یا ضائع ہو گئیں۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ بموجب احادیث امامیہ متروکات رسول اللہؐ حضرت
امیر المومنینؑ کے قبضہ میں رہے۔ غاصبانِ خلافت نے بعد حصول مطلب کلّی ان
جزئیات کے لئے آنحضرتؑ سے تعرّض نہیں کیا۔ آپ کے بعد دیگر آئمہ یکے بعد
دیگرے انکے وارث ہوتے رہے۔

مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب میں ایک مختصر فہرست اسلحہ و اثواب و
دوابّ و دیگر سامان کی دے کر نقل کیا ہے کہ یہ تمام اشیاء بوقت وفات آنحضرتؐ
نے امیر المومنینؑ کے سپرد کیں حتیٰ کہ انگشتری مبارک انگشت اقدس سے نکالکر آپ کو
پہنا دی۔ مگر صاحب ناسخ التواریخ نے بہت بڑی لمبی فہرست ان چیزوں کی تیار کی ہے
جس میں اکثر اشیاء کے چند عدد ذکر کئے تو ممکن ہے کہ کوئی ردا، یا عصا ان سے

کسی ذریعہ سے بنی امیہ اور پھر عباسی خلیفوں کو پہنچی ہوں اور موید اس کے لئے وہ روایت کہ آپؐ نے کسی شاعر مداح کو جس نے آنحضرتؐ کی مدح کی تھی عباء مبارک بخشی۔ وہ معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے عہدِ خلافت میں معقول قیمت دے کر حاصل کی۔ واللہ اعلم

خلافت بنی عباسؓ

عباسی اپنا سلسلہ خلافت محمد بن حنفیہؓ فرزند ارجمند امیر المؤمنین علی بن ابی طالب سے ملاتے ہیں اس طرح پر کہ بعد امام حسینؑ باقی سب سے بڑے بھائی محمدؐ انکے زعم میں انکے خلیفہ ہوئے۔ محمد کے بعد انکے بیٹے ابو ہاشم عبد اللہ بن محمد ان کے وصی و جانشین ہوئے اور جب ابو ہاشم کو سلیمان بن عبد الملک نے شام میں بلا کر زجر و توبیخ کیا اور بوقت معاودت اثنار راہ میں کسی کو بھیجکر دودھ میں زہر ملا کر پلوا دیا تو وہ مضطر ہو کر قریہ حمیمہ میں جہاں عباسی مقیم تھے چلے گئے اور وہیں انہوں نے وفات پائی اور مرتے وقت محمد بن علیؓ بن عبد اللہ بن عباسؓ کو اپنا وصی کر گئے

لہ یہ علی عبد اللہ بن عباس کے بیٹے۔ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کے عہدِ خلافت میں پیدا ہوئے اور حضرت نے اپنا اسم و کنیت ان کو عطا کیا۔ اور بلقب ابو الاملاک (بادشاہوں کا باپ) ملقب فرمایا۔ مگر معاویہ بقولے عبد الملک بن مروان کو یہ امر گوارا نہوا کہ اسم و کنیت آنحضرت ایک جگہ جمع ہوں۔ ان کو مجبور کیا کہ ابو الحسن کنیت ترک کر کے ابو محمد مقرر کرے حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ یہ دلیل ہے عبد الملک کی عداوت کی جو آنحضرتؑ کے ساتھ رکھتا تھا اس کو گوارا نہوا کہ آنحضرت کا نام اور کنیت ایک جگہ جمع ہوں۔ کہتے ہیں

(بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۳۴۵ پر)

محمد نے اپنی وفات پر ابراہیم اپنے پسر کو جو انکے درمیان بلقب امام مشہور ہوا
اپنا جانشین مقرر کیا۔ چنانچہ بیشتر ابو ہاشم مذکور کے ترجمہ میں بذیل اقرباء

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۴) کہ علی مذکور دو مرتبہ محدود ہوئے۔ یعنی دو دفعہ انکے تازیانے
لگائے گئے۔ ایک مرتبہ ولید بن عبد الملک نے اس خطا پر حد لگائی کہ انہوں نے لبابہ بنت
عبد اللہ جعفر مطلقہ عبد الملک کے ساتھ نکاح کیا۔ اس کا قصّہ اس طرح پر ہے کہ ایک روز عبد الملک
نے سیب میں منہ لگایا اور تھوڑا سا اس سے دانت سے کاٹ کر باقی لبابہ کی طرف پھینکا کہ
اس کو کھاؤ از بسکہ عبد الملک گندہ دہن تھا۔ لبابہ نے چاقو منگایا عبد الملک بولا چاقو کیا
کروگی کہا تاکہ موضع خراب تراش دوں۔ اسپر عبد الملک نے لبابہ کو طلاق دیدیا۔ اس کے
بعد لبابہ نے علی بن عبد اللہ کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ لبابہ نے اس کی
گندہ دہنی سے تنگ آکر ایک بار کہا تھا اے امیر المؤمنین مسواک کیا کرو اس پر ناراض ہو کر
عبد الملک نے اسے طلاق دیا تھا۔ الغرض علی کے ساتھ نکاح ہوا تو وہ بحسب اتفاق سر
سے گنجے یعنی انزع تھے اور اسکے چھپانے کو سر پر ایک ٹوپی مڑھی رکھتے تھے۔ عبد الملک نے
ایک کنیز کو مقرر کیا اس نے جا کر اس وقت جبکہ وہ لبابہ کے ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے تھے
انکے سر سے ٹوپی اتار ڈالی اور ان کا گنج جس کو گنج پنہاں کی طرح مخفی رکھا چاہتے تھے
آشکار ہو گیا۔ لبابہ نے اس بیباک لونڈی سے کہا ہاشمی اقرع خیر من اموی ابخر
کہ گنجا اولاد ہاشم کا میرے نزدیک بنی امیّہ کے گندہ دہن سے بہتر ہے۔ وانا اقول
عبد الملک کی گندہ دہنی کی حکایت مشہور آفاق ہے حتیٰ کہ علامہ محمد بن شاکر بن احمد کتبی اپنی کتاب
فوات الوفیات میں اسکے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ وہ ابخر (گندہ دہن) تھا بلقب ابو الذباب
یزعمون ان الذبابة اذا مرت بفیہ ماتت لشدة بخرہ کہتے ہیں کہ مکھی اس کے
فی پر بیٹھ جاتی تو اسکی گندہ دہنی اس درجہ پر تھی کہ وہ مر جاتی ہے۔ غرض علی بن عبد اللہ

(بقیہ دیکھو صفحہ ۳۳۶ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۵) جیسا کہ پہلے مذکور ہوا دو مرتبہ محدود ہوئے ایک بار اسی نکاح کے جرم میں ولید بن عبدالملک نے انکے دُرّے لگوائے کہ تو خلفاء کی ماؤں کے ساتھ ازروئے استخفاف نکاح کرتا ہے جیسا کہ مروان حکم نے ام خالد زوجۂ یزید کے ساتھ ازروئے استخفاف خالد نکاح کیا تھا۔ علی نے کہا اے امیر اس میں استخفاف کی کیا بات ہے وہ میری بنت عم چچا کی بیٹی ہے یہاں سے جانا چاہتی تھی۔ میں نے اس لئے اس سے نکاح کیا کہ محرم ہو کر اس کو ساتھ لیتا جاؤں۔ مگر یہ عذر قبول ہوا اور حد لگائی گئی۔

دوبارہ حد لگائے جانے کی حکایت اس طرح پر ہے کہ ابو عبداللہ محمد بن شجاع نے کہا میں نے دیکھا کہ علی مذکور کے حد لگائی ہے اور اس پر بس نکر کے شتر برہنہ پشت پر دُم کی طرف مُنہ کر کے ان کو بٹھایا ہے اور بازاروں میں پھرا رہے ہیں اور ایک منادی کہتا جاتا ہے کہ یہ ہے علی بن عبداللہ عباس کذّاب۔ میں نے نزدیک جا کر پوچھا یہ کیا معاملہ ہے کیسا جھوٹ تمہاری طرف منسوب کرتے ہیں تو انہوں نے کہا میں کہتا ہوں کہ خلافت و سلطنت میری اولاد کی طرف منتقل ہونے والی ہے وہ عنقریب سفید و سیاہ پر حکومت کرینگے۔ قسم خدا کی اس میں سرمو فرق نہیں ضرور ایسا ہو کر رہے گا۔ ملخص یافی ابن خلکان۔ اس کے بعد قاضی شمس الدین احمد بن خلکان کامل مبرد سے نقل کرتے ہیں کہ علی مذکور گندم گوں اور جسیم تھے ریش دراز رکھتے تھے انکا پاؤں اس قدر بڑا تھا کہ جوتا اور موزہ کمتر پہننے کو ملتا تھا اور بافراط دراز قد تھے حتیٰ کہ طواف کے وقت آدمیوں کے درمیان ایسے معلوم ہوتے تھے کہ وہ سوار ہیں اور سب پیادہ اور باوجود اس قدر درازقامت ہونیکے وہ اپنے باپ عبداللہ بن عباس کے شانوں کی برابر آتے تھے اور عبداللہ اپنے باپ عباس بن عبدالمطلب کے شانوں تک پہنچتے تھے اور عباس عبدالمطلب کے شانوں تک۔ اندریں صورت جناب عبدالمطلب کے طول قامت کا خود اندازہ ہو سکتا ہے۔ انتہیٰ اس احقر کی نزدیک یہ بیان مبالغہ سے خالی نہیں ۱۲

ہیں یہ باتیں وضع ہوئی ہیں تاکہ ان کے سلسلۂ خلافت کو امیر المومنین علی ابن ابی طالب اور ان سے رسولِ خدا تک پہنچا دیا جائے۔ بہرحال جب ابراہیم نے مروان بن محمد بن مروان کی قید میں اس کی زہر خورانی سے بمقام حران رحلت کی تو اس کا بھائی ابوالعباس بن محمد معروف بسفاح اس کا قائم مقام ہوا۔ یہ پہلا خلیفہ ہے عباسیوں کا جس سے ربیع الاول یا ربیع الثانی ۱۳۲ھ میں بمقام کوفہ بیعت ہوئی اور خلافت وحکومت بنی اُمیہ سے نکل کر عباسیوں کے گھر لے نہیں آئی۔ مجمل بیان اس کا یہ ہے کہ ابومسلم مروزی نے خراسان میں غلبہ پاکر پہلے اموی صوبہ دار نصر بن سیّار کو نکال کر وہاں عباسی جھنڈا گاڑ دیا تھا اور سیاہ لباس اور سیاہ علم اپنا شعار مقرر کیا تھا جو آخر عہد تک عباسیوں کی علامت رہی اور اسی لئے ان کو مسودہ کہتے ہیں ابوسلمہ خلّال کہ اس زمانے میں اطراف عراق کے امراو اکابر سے شمار ہوتا تھا ہر چند بظاہر عباسیوں سے ملا ہوا تھا مگر حقیقت میں شیفتۂ محبت اہلِ بیت اور ان کا دلدادہ تھا۔ کوفہ میں لوگوں کو در پردہ آنحضرات عالیات سے بیعت کرنے کو تیار کر رہا تھا۔ اور ابومسلم خراسان سے نبٹ کر عراق پر متوجہ ہوا اور اپنے امرا و افواج کو اس طرف بھیجا اور ابوسلمہ کو نامہ لکھا جس میں اس کو وزیر آلِ محمد سے مخاطب کیا۔ یہ لوگ کوفہ پہنچکر ابوسلمہ سے ملے۔ ادھر سفاح و منصور وغیرہ عباسی کہ بنی امیہ کے خوف سے چھپے پھرتے تھے کوفہ آئے مگر ابوسلمہ نے ان کو علیحدہ ایک مکان میں اُتارا اور ایسا انتظام کیا کہ دونوں فریق ایک دوسرے سے آگاہ نہ ہونے پاویں اور جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا تین خط تین اشخاص کے نام مدینہ کو لکھ کر بھیجے۔ ایک ابوعبداللہ جعفر صادقؑ کے نام دوسرا عبداللہ بن الحسن المثنیٰ ابن حسن مجتبیٰ کے۔ تیسرا عمر بن زید بن علی بن الحسین کے

اور قاصد سے کہدیا کہ پہلے جناب صادق کے پاس جانا وہ انکار کریں تو عبد اللہ بن الحسن کے وہ بھی قبول نکریں تو عمر کو خط دینا۔ مگران لوگوں نے اس طرف التفات نکی۔ بلکہ جعفر صادق نے قاصد کی روبرو اس خط کو چراغ کی لو پر جلادیا جیساکہ مذکور ہوا۔ ابھی ان خطوط کے نتائج کو نہ پہنچے تھے کہ امراء ابومسلم نے سرسراہٹ پاکر خود عباسیوں سے ملاقات کی اور وہاں سے نکال کر ان کو مسجد میں لائے اور علی رؤس الاشہاد ابوالعباس کے ساتھ بیعت ہوگئی۔ پس ابوسلمہ کچھ عرصہ ابوالعباس کے آگے کاروزارت کرتا رہا۔ آخر منصور نے بصلاح ابومسلم کچھ لوگوں کو مقرر کیا جنہوں نے کمین لگاکر اس کو قتل کرڈالا رحمۃ اللہ علیہ۔

ابومسلم کا حسب نسب

اس کے بارے میں موّرخوں میں اختلاف ہے۔ بعض اس کو عرب بتاتے ہیں دیگر عجم گودرز کی نسل سے۔ کچھ ابوذرجمہر حکیم کی اولاد سے کہتے ہیں۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ عجیب اتّفاق ہے کہ گودرز نے سیاوش کے ماتم میں سیاہ لباس پہنا اور غیر ہنگام جنگ کبھی نہ ہنستا تھا۔ ابومسلم نے بھی اپنے خروج کے وقت سیاہ لباس اختیار کیا اور معرکہائے جنگ کے سوا کبھی خندہ نکرتا تھا۔ وہ عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت ۱۰۰ھ میں اصفہان میں پیدا ہوا۔ کوفہ میں نشوونما پائی۔ اُنیس سال کی عمر میں ابراہیم بن محمد بن علی کی ملازمت میں داخل ہوا اس نے اس کا نام عبدالرحمن رکھا۔ ابومسلم کنیت مقرّر کی۔ پہلے کچھ اور نام تھا۔ اور عمران بن اسمٰعیل معروف بابوالنجم کی دختر کے ساتھ اس کا نکاح کردیا بعدازاں آثار رشد وقابلیت اس میں مشاہدہ کرکے اپنی طرف سے شیعیان خراسان کا سالار کرکے بھیجدیا۔ وہاں ستارۂ اقبال ابومسلم نے طلوع وعروج پایا تو اپنے

تئیں اولاد سلیط ابن عبداللہ بن عباس سے ظاہر کرتا تھا اور سلیط کی کیفیت بموجب بیان صاحب روضۃ الصفا کے اس طرح پر ہے کہ عبداللہ بن عباس کی ایک کنیز تھی جو ان کی خدمت میں رہتی۔ ایک بار وہ اس کے ساتھ ہمبستر ہوئے پھر اس کا نکاح مدینہ کے ایک غلام کے ساتھ کر دیا۔ غلام کے یہاں کنیز سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ ابن عباس نے وہ پسر اپنی خدمت میں لیکر اس کا سلیط نام رکھا۔ عبداللہ نے وفات پائی تو سلیط کی رسائی رفتہ رفتہ ولید بن عبدالملک کی بارگاہ تک ہوگئی۔ چونکہ عباسیوں اور بنی امیہ کے درمیان نزاع و نقار رہتا ولید نے سلیط سے کہہ کر دعویٰ کرایا کہ میں عبداللہ بن عباس کا پسر ہوں یہ معاملہ قاضی دمشق کے سامنے پیش ہوا تو قاضی نے ولید کے لحاظ سے فیصلہ کر دیا کہ سلیط فی الواقع پسر عبداللہ ہے۔ بعد ازاں ولید نے سلیط سے اولاد عبداللہ پر میراث کا دعویٰ کرایا اور اس کی وجہ سے علی بن عبداللہ کو متواتر تکالیف و زحمات پیش آئیں۔ جملہ اعتراضات کہ منصور نے بوقت قتل ابومسلم اس پر کئے ایک یہ بھی تھا کہ تو نے اپنے تئیں نسب میں ہم سے ملحق گردانا کہ آپ کو سلیط کا بیٹا کہتا تھا۔

ابومسلم میانہ قد گندم گوں زیبا منظر شیریں کلام بزرگ چشم فراخ پیشانی تھا۔ عربی فارسی دونوں زبانوں میں بفصاحت کلام کرتا۔ کبھی کسی کے ساتھ مزاح نہ کرتا۔ ہمیشہ چیں بابرو و ترشرو رہتا۔ اس کی عادت تھی کہ کثرت فتوحات و وفور مال و منال پر مسرور نہ ہوتا علیٰ ہذا نزول مصائب و نوائب پر دلگیر و ملول نظر نہ آتا۔ مجرموں کے لئے اس کے پاس فقط تلوار ہی پاداش تھی۔ رحم و کرم گویا اس کے لئے خلق ہی نہ ہوا تھا۔ اپنے ہمنشینوں ندیموں تک کو ادنیٰ ادنیٰ قصور پر مروا ڈالتا۔ اسی طرح زندگی بسر کرتا تھا تا اینکہ عالم شباب و جوانی میں

ناکام دُنیا کو پدرود کیا۔ ہکذا فی روضۃ الصّفا۔ ابومسلم کو جس مکر و فریب کے ساتھ بیدردی سے منصور نے قتل کیا اس کا مفصّل حال کشف الحقائق میں ذکر ہوا۔ فلا نعیدہ۔

مکالمہ صالح بن علی با دختر بزرگ مروان

مسعودی نے لکھا ہے کہ مروان حمار کو قتل کر کے عامر بن اسمٰعیل مذحجی نے دختران و ازواج مروان کو قید کر کے صالح بن علی کے پاس بھیجدیا تھا۔ جب یہ گروہ صالح کے سامنے پیش ہوا تو بڑی بیٹی مروان کی بولی اے عموی امیر المؤمنین خداتعالیٰ دُنیا و آخرت میں تیری حفاظت کرے ہم تمہاری اور تمہارے بھائی کی بیٹیاں ہیں۔ اپنے لطف و کرم کو ہمارے لئے وسعت دو۔ اور ہمارے قوم و قبیلہ کی خطائیں معاف کرو۔ ہر چند انہوں نے بیحد ظلم کئے ہیں۔ صالح نے کہا تمہارے زن و مرد سے کوئی مستحق عفو و درگزر نہیں کل ہی کی بات ہے کہ تیرے باپ مروان نے میرے برادر زادے ابراہیم بن محمد بن علی کو حران کے قید خانے میں زہر ستم سے شہید کیا۔ ہشام بن عبدالملک نے زید بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ کو قتل کر کے کناسہ کوفہ میں دار پر لٹکایا اور زید کی بی بی کو یوسف بن عمر ثقفی اپنے عامل کے ہاتھ سے مروادیا۔ ولید بن یزید نے یحییٰ بن زید کو قتل کیا اور خراسان میں دار پر لٹکایا۔ عبیداللہ بن زیاد دعی نے مسلم بن عقیل بن ابی طالب کو کوفہ میں قتل کیا۔ یزید بن معاویہ نے حسینؑ بن علیؑ فرزند رسول خداؐ کو معہ انکے عزیزوں و رفیقوں کے عمر سعد کے ہاتھوں کربلا میں بھوکا پیاسا شہید کیا۔ چنانچہ اہل بیت رسول خداؐ قید ہو کر ملک بملک شہر بشہر پھرائے گئے حتیٰ کہ ان کو شام میں لیجا کر پیشگاہ یزید میں حاضر کیا۔ نیز سر مبارک حسینؑ و دیگر شہدا کو نوک نیزہ پر رکھ کر شام کے شہروں و قریوں میں

گردش دیا۔ اس کے بعد یزید کے سامنے لے گئے جیسا کہ کسی کافر مشرک کا سہر ہو۔ اہل بیت رسول خداؐ دمشق میں بندیوں کے کھڑے ہونے کی جگہ کھڑے کئے گئے جن کو لشکر ہائے یزید بیجا آنکھیں پھاڑ پھاڑ دیکھ رہا تھا اور ان ملاعین نے دختران رسول خداؐ کو کنیزی میں لینے کی درخواست کی۔ اس سے ان کا مقصود حق بینی کا استخفاف اور خدا کے سامنے جرأت کا اظہار اور اس کی نعمات کی ناشکری تھی۔ پس ہم اہل بیت کے ساتھ تم نے کون سا انصاف کیا جواب طالب رحم و کرم ہو۔ لڑکی نے پھر کہا ہم بہر کیف طلبگار عفو و درگزر ہیں صالح نے کہا اچھا میں نے تم کو بحل کیا اور مزید یہ کہ تیرا نکاح فضل اپنے بڑے بیٹے سے اور تیری بہن کا عبداللہ بن صالح اس کے چھوٹے بھائی کے ساتھ تجویز کر دیا۔ مروان کی لڑکی نے کہا یہ کون موقعہ شادی بیاہ کا ہے۔ ہمارا مقصود صرف یہ ہے کہ ہم کو حران میں بھجوا دو۔ مسعودی کہتا ہے کہ مروان نے ایک موقعہ پر عبداللہ ابن علی بن عبداللہ عباس کو خفیہ کہلا بھیجا تھا ان الامر یا ابن عم صائر الیک فاتق اللہ فی الحرم۔ اے پسر عم امر سلطنت و بادشاہی تیری طرف رجوع ہونیوالا ہے پس ہمارے اہل حرم کے بارے میں خوفِ خدا ملحوظ رکھنا۔ عبداللہ نے اس کے جواب میں لکھا تھا ان الحق لنا فی دمک والحق علینا فی حرمک کہ ہمارا حق ہے کہ دستِ قدرت پائیں تو تیرا خون بہائیں اور تیرا حق ہمارے ذمہ ہے کہ تیرے اہلِ حرم کی آبرو ریزی نہ ہونے دیں۔ اس لئے مروان کی حرم کے ساتھ کوئی تعرض نہیں ہوا۔ غرض صالح بن علی نے حسب خواہش ان کو حران بھجوا دیا۔ یہ قافلہ حران میں پہنچا تو دروازہ شہر کا دیکھ کر صدائے گریہ و بکا و آہ و نالہ بلند کی اور ڈاڑھیں مار مار کر مروان کو روئیں۔

عبرت

خیزران زنِ مہدی جس کے بطن سے ہادی و رشید دو خلیفہ ہوئے اپنے محل معروف
بہ اساس میں بیٹھی تھی۔ اور اس کے گرد و پیش زنانِ امرا و خلفا و بزرگانِ بنی ہاشم
و کنیزان باہوش فروش عالیہ و نمارق مصفوفہ پر جلوہ افروز تھیں اور زینب بنتِ
سلیمان بن علی بن عبداللہ عباس ان سے اونچے مقام و مرتبہ پر جاگزیں تھی کہ اتنے
میں خادم نے آکر کہا کہ دروازہ پر ایک عورت صاحب حسن و جمال میلے کچیلے کپڑے
پہنے کھڑی اذن دخول طلب کرتی ہے مگر اپنا نام و نشان نہیں بتلاتی۔ مہدی نے
خیزران سے کہہ رکھا تھا کہ زینب اس خاندان کی بڑی بوڑھی تجربہ کار عورت ہے۔ تم
اس کی پیروی کرو اور ادب و اخلاق اس سے سیکھو۔ خیزران نے خادم سے کہا
اس عورت کو اندر بلا لو۔ پس ایک عورت حسن و جمال کے سانچے میں ڈھلی حزیکین
لباس میں اندر آئی۔ اور بفصاحت بیاں و طلاقت لساں کلام کیا۔ پوچھا تو کون
ہے۔ کہا مزنیہ زنِ مروان بن محمد جس کو گردشِ زماں نے اس حال کو پہنچایا۔ قسم
خدا کی یہ میلے کپڑے بھی میرے اپنے نہیں مستعار ہیں۔ تم کو خدا نے غلبہ دیا حکومت
بخشی اور بادشاہی ہماری جاتی رہی تو جان بچانے کو اراذل و عوام میں مل گئی۔ الا
وہاں یہ خوف و اندیشہ لگا رہا کہ مبادا کوئی چغلخوری کرے اور ہم پرنئے سرے سے
مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اس لئے عزم کیا کہ بقیہ زندگی لونڈی بن کر تمہاری
خدمت میں بسر کروں۔ خیزران کے یہ باتیں سن کر آنکھوں میں آنسو بھر آئے مگر زینب
بنت سلیمان اس کی طرف دیکھ کر بولی لاخفف اللہ عنک یا مزنیہ۔ اللہ تیری
مصیبتوں کو ہلکا نہ کرے اے مزنیہ تجھ کو یاد نہیں جبکہ میں حران میں تیرے پاس گئی

اور تو بعینہ ایسے ہی فرشوں پر بیٹھی تھی۔ میں نے اپنے بھائی ابراہیم کی لاش کی تم سے درخواست کی تو تو نے مجھے جھڑکا اور یہ کہکر نکلوا دیا کہ عورتوں کو مردوں کے کاروبار میں کیا دخل ہے قسم خدا کی مروان تجھ سے زیادہ حق کا رعایت کرنے والا تھا میں اس کے پاس گئی تو قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں نے اسے قتل نہیں کیا ہر چند یہ اس کا سفید جھوٹ تھا۔ مگر اس نے کہا خواہ تو اس لاش کو لے یا میں اس کو دفن کرا دوں اور کچھ مال بھی مجھے دینا چاہتا تھا جو میں نے نہ لیا مزینہ نے کہا پھر تو نہیں دیکھتی کہ میرا یہ انجام انہی حالات کی بدولت ہوا ہے اب تو اسی کو پسند کرتی ہے اور خیزران کو ایسا ہی عمل میں لانے کی ترغیب دلاتی ہے حال آنکہ لازم تھا کہ اس کو نیکی و احسان کی طرف راغب کرتی اور بدی کا بدلہ بد کرنے سے ڈراتی جس سے اس کی دولت محفوظ اور دین قائم واستوار ہوتا۔ اے زینب۔ اے بنت العم تو نے دیکھ لیا کہ ہم نے جو عقوق کا ارتکاب کیا حق تعالےٰ نے اس کا بدلہ ہم کو دیا تو اب تو ہماری پیروی کیا چاہتی ہے۔ یہ کہکر روتی ہوئی وہاں سے واپس چلی۔ خیزران نے ایک کنیز کو اشارہ کیا۔ وہ اس کو علیحدہ ایک حجرے میں لے گئی اور لباس بدلوایا اور اچھا سلوک کیا۔ رات کو مہدی محل میں آیا اور زینب جدا ہوئی تو تمام قصہ اس کے روبرو بیان کیا۔ مہدی نے اس کنیز کو جو اسے واپس لائی بلایا اور پوچھا۔ جب تو لوٹا کر لائی تو کیا اس سے سُنا۔ اس نے کہا میں فلاں مقام پر اس کے پاس پہنچی تو اس مایوسانہ والیسی پر روتی جاتی تھی اور اس آیہ شریفہ کو تلاوت کرتی تھی۔ وضرب اللہ مثلاً قریۃ کانت امنۃ الخ[۱]

---

۵ تمام آیہ شریفہ یہ ہے وضرب اللہ مثلاً قریۃً کانت اٰمنۃً مطمئنۃً یاتیھا رزقھا رغداً من کل مکانٍ فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف

(باقی دیکھو صفحہ ۳۴۴ پر)

مہدی یہ سُن کر رو پڑا اور مزنیّہ سے کہا اے بنت عم۔ اگر یہ فیصلہ قطعی نہو چکا ہوتا کہ تم کو کاروبار سلطنت میں دخل نہ دیا جائے تو میں تیرے ساتھ عقد کر لیتا۔ مگر اب تم محل میں اپنی دیگر بہنوں کے ساتھ عیش و آرام سے رہو۔ و دیگر محلات کی طرح اس کی تنخواہ و جاگیر مقرّر کر دی۔ پس وہ باقی عہد مہدی اور کُل زمانہ خلافت ہادی اور کسی قدر عہد ہارون تک زندہ تھی۔ پھر فوت ہوئی۔

المستطرف فی کل فن مستظرف لشیخ شہاب الدّین ادمشیھی

عجیبہ نیز مستطرف میں ہے کہ بنی امیّہ کا خاتمہ ہو کر عباسیوں کی بادشاہت قائم ہوئی تو بقیۃ السّیف ان کے جان کے خوف سے چھپے پھرتے تھے۔ از انجملہ ابراہیم بن سلیمان بن عبد الملک کہ صاحب علم و ادب تھا چندے روپوش رہا۔ حتّیٰ کہ اس کے لئے سفاح سے اماں طلب کی گئی اور اس کے پاس رہنے لگا۔ ایک روز سفاح نے اس سے کہا کہ زمانۂ اختفا میں جو عجیب و نادر امر تجھ پر گزرا ہو اسے بیان کر۔ کہا اے امیر المؤمنین میں حیرہ (محلّہ بیرون کوفہ) میں ایک مکان میں جہاں سے صحرا دکھائی دیتا تھا مختفی تھا۔ ایک روز سقف خانہ سے دیکھا کہ سیاہ نشان اس طرف متوجہ ہیں جانا کہ عباسی سپاہ میری گرفتاری کو آرہی ہے۔ بہ تبدیل لباس وہاں سے نکل کر کوفہ آیا مگر کوئی شخص سمجھ میں نہ آیا جس کے پاس پناہ گزیں ہوں۔ حیران پھرتا تھا کہ کہاں جاؤں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۳) بما کانوا یصنعون۔ اور مثال بیان کی اللہ نے ایک قریہ کی جو امن و اطمینان کی حالت میں بسر کرتا تھا۔ اس کا رزق ہر طرف سے چلا آرہا تھا پس ناشکری کی اس کے باشندوں نے نعمات خدا کی پس چکھایا ان کو خدا نے لباس گرسنگی اور خوف کا بوجہ اس کے کہ وہ (بُرا) کام کرتے تھے ۱۲

اس وقت ایک مکان عالیشان دکھائی دیا اس کا دروازہ کھلا پاکر داخل ہوا۔ اس کے وسیع صحن میں کھڑا تھا کہ ایک سوار جلیل الشّان باغلامان و انصار و اعوان وہاں داخل ہوا اور مجھ سے پوچھنے لگا تو کون ہے کیا چاہتا ہے میں نے کہا ایک مرد خائف و ترساں ہوں یہاں پناہ گیری کو آیا ہوں۔ اس نے ایک حجرہ حرم سرا کے پہلو میں میرے لئے مقرّر کیا جہاں جملہ سامان خورونوش و آسائش مہیّا تھے۔ چند روز وہاں رہا۔ وہ مرد ہمیشہ اسی طرح سوار ہوکر جاتا۔ ایک روز میں نے اس سے پوچھا تم ہر روز اس جمعیّت کے ساتھ کہاں جاتے ہو کہا ابراہیم بن سلیمان نے میرے باپ کو قتل کیا ہے سُنا ہے کہ وہ اس شہر میں پوشیدہ ہے میں اس کی تلاش میں پھرتا ہوں کہ مل جائے تو پکڑ کر اپنے باپ کا بدلا لوں۔ یہ سُنکر میرے ہوش پرّاں ہوگئے اور رجانا کہ موت اپنے پاؤں مجھ کو اس کے گھر لائی ہے جو میرے خون کا طلبگار ہے بارے اپنے تئیں ضبط کر کے اس کا اور اس کے باپ کا نام پوچھا۔ اس نے بتایا تو ٹھیک وہ شخص تھا جو کسی موقعہ پر میرے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ پس دل زندگی سے بیزار ہوگیا اور اس سے کہا اے شخص تیرا احسان کہ مجھ پر ہے تقاضا کرتا ہے کہ میں تیرے باپ کے قاتل کا پتہ تجھے بتلادوں۔ آگاہ رہ کہ میں ہی ابراہیم سلیمان ہوں مجھ سے اپنے باپ کا قصاص لے۔ کہا تو بلاء اختفا سے اُکتا گیا اس لئے خواہانِ مرگ ہے۔ میں نے کہا بخدا قسم کہ میں نے درحقیقت اس کو قتل کیا ہے۔ فلاں روز فلاں موقعہ پر مجھ سے یہ حرکت سرزد ہوئی تھی تو شوق سے اپنے باپ کا قصاص لے۔ اس مرد کو اس کا یقین ہوا تو اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آنکھیں سُرخ ہوگئیں اور شدّت غیظ سے کانپنے لگا۔ پھر سر جُھکا کر قدرے سوچتا رہا بعد ازاں بولا۔ میرا باپ اور تو ایک روز حاکم عادل

کے سامنے جمع ہونگے وہ اپنے خون کا بدلہ آپ تجھ سے لیگا۔میں اپنی امان میں لیکر تجھے قتل نکروں گا۔ اب تو میرے پاس سے رخصت ہو کہ مجھے اپنے نفس سرکش کی طرف سے اندیشہ ہے اور ہزار دینار مجھ کو دئے مگر میں نے یہ عطیہ اس کا قبول نکیا اور وہاں سے چلا آیا۔ بس ایسا کریم شخص امیر المؤمنین کے سوا میں نے دوسرا نہیں دیکھا۔

سفاح جیسا کہ مشہور ہے ذی الحجہ ۱۳۶ھ میں بمرض چیچک فوت ہوا۔ اس نے مرنے سے پہلے اپنے بڑے بھائی منصور کو ولی عہد مقرر کیا تھا وہ اس کے بعد خلیفہ ہوا۔

تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ مورخوں کا قول ہے کہ زمانہ دولت بنی عباس میں اسلام میں تفرقہ پڑ گیا۔ عربوں کا اسم دیوانِ عطا سے نکال دیا گیا۔ اور ترک اس میں داخل ہوئے۔ پہلے دیلمیوں کا خلافت میں دخل ہوا۔ پھر ترک اس پر مسلط ہو گئے۔ بڑی عظیم دولت انہوں نے حاصل کی۔ ملک وسلطنت چند حصوں پر منقسم ہوا۔ ہر حصہ پر ایک شخص قائم ہوا جو لوگوں پر ظلم وستم کرتا تھا اور ان کو مقہور و مغلوب رکھتا۔ خود سفاح خونریزی میں تیز و تند تھا۔ اسکے عامل تو مشرق و مغرب میں اس کی پیروی کرتے تھے۔

تمت

سہارنپور روز جمعہ عید سعید ۲۴ ذی الحجہ المحرم سنہ ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۸ اگست سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

الراقم الضعیف الرّاجی الرحمۃ ربّہ الغنی
مظہر حسن الموسوی السہارنپوری عفی عنہ

گزارشِ حال از طرف خادم خاکسار احقر الکونین محمد حسین شوق زیدی (سہارنپوری)

حضرتِ اقدس مولانا السیّد مظہر حسن صاحب قبلہ موسوی اثنا عشری سہارنپوری کا اُردو ادب ہمیشہ منت کش رہیگا جس کے جیب و دامن کو جناب ممدوح نے ایسے انمول مذہبی جواہر سے بھر دیا جس سے وہ ابتک خالی تھا۔ سب سے پہلے جناب نے امام المتقین یعسوب الدین حضرت علی مرتضیٰ علیہ التحیہ والثنا کی مبسوط تاریخ مسمّٰی بہ تہذیب المتین تحریر فرماکر دوسرے صاحبان فضل و کمال کو اس مرحلہ میں قدم رکھنے کا حوصلہ دلایا اور خود بھی اسی راہ میں گام زن رہ کر منزل مقصود کی طرف بیش از بیش بڑھنے کی سعی کی۔ تہذیب المتین کے بعد حالات جناب حسن مجتبیٰؑ، اور سیرت حضرت سیّد الشہداؑ وغیرہ وغیرہ کا مکمّل و مدوّن ہونا ضروری تھا مگر کتب ضروری کی عدم موجودگی نے یہ سلسلہ قائم نہ رہنے دیا تو مصنّف علّام نے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے کے عوض کشف الحقائق فی احوال جعفر صادق اور لمعۃ الضیا فی اخبار الرضاؑ کی تالیف و تصنیف میں جن کا تاریخی مواد موجود تھا اپنا وقت گرامی صرف فرمایا۔

جناب کے سلسلہ تالیف کی چوتھی کتاب العقد الناظم سوانح عمری حضرت موسیٰ کاظمؑ جسکی طبع و اشاعت کی عزت خوبیِ قسمت سے اس نامہ سیاہ کے حصّے میں آئی جس کو ماہ نومبر سنہ ۲۱ء میں شائع کرتے ہوئے خادم خاکسار یہ خیال ظاہر کر چکا تھا کہ اگر العقد کی فروخت سے قرض حسنہ ادا ہو گیا تو امام پنجم حضرت ابو جعفر محمد ابن علی الباقرؑ کے سوانح حیات انشاء اللہ جلد ہی ناظرین کرام کے مقدس ہاتھوں تک پہنچ جائینگے للہ الحمد والمنّہ کہ بعض علم دوست حضرات کی توجہ خاص سے یہ خیال عملی صورت اختیار کر سکا جنہوں نے خود ہی العقد کی خریداری بطیب خاطر منظور ہی نہیں فرمائی بلکہ دوسرے احباب کو بھی بسعی خاص خریدار بنایا۔ مثلاً مولوی سیّد حمید علی صاحب انبالوی نے ۲۰ جلدوں کی قیمت اپنے پاس سے بھیج دی اور حکیم [illegible] اسکے خریدار بہم پہنچائے سیّد مبارک حسن صاحب رئیس میمن کے توسط سے ۱۶ نسخے متعدد مقامات میں گئے۔

سعادت آثار سیّد محمد حسین زیدی سہارنپوری بی-اے منصف ریاست حضور نظام نے
۱۰ کتابیں منگائیں اور مولوی سیّد سجّاد حسین صاحب میر منشی ریزیڈنسی گوالیار نے اسی قدر جلدوں
کی قیمت خادم خاکسار کے پاس بھیجکر کتابیں مستحقین کو تقسیم کرائیں، مولوی سید انصار حسین
صاحب قبلہ مقیم رامپور کا ۱۲ جلدیں طلب فرمانا اور خود مصنّف علّام کا اپنے احباب کو
خریدار بنانا میری ہمت و عزّت دونوں کا بڑھانے والا ہے. کسی قدر ملال ہے تو اس کا کہ
ایسی سخت کوشش و سعی کی بعد بھی کُل کتابیں فروخت نہیں ہوئیں ورنہ خادم خاکسار
معتبر و مستند کتب تاریخ مصنّف علّام کے لئے مہیا کر دیتا اور حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام
کی سوانح عمری کے ساتھ ساتھ مظلوم کربلا حضرت سیّد الشہدا علیہ السلام کے بے نظیر حالات زندگی
بھی مدوّن ہو جاتے۔ العقد الناظم کی طرح الدرّ النادر بھی انہیں مخیّر و فیاض طبع حضرات کی
توجہ سے شائع ہو رہی ہے جو خاکسار کے من انصاری الی اللہ کا جواب بطیب خاطر و بشرح صدر
نحن انصار اللہ دینے میں پیش پیش ہیں خاکسار انکے اسم گرامی مع رقم قرض حسنہ ذیل میں
درج کر کے ان کی ترقی مدارج دینی و دنیوی کیلئے دست بدعا ہے و اخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

فہرست چندہ دہندگان بابت طبع کتاب مستطاب الدرّ النادر

نمبر سلسلہ	نام نامی حضرات معاونین	رقم قرض حسنہ
۱	عالیجناب سید ابراہیم حسین صاحب رئیس جھنجانہ ضلع مظفر نگر حال ما سابقہ ما کل	۱۲ر
۲	عالی جناب سیّد مبارک حسن صاحب رئیس ہیمن ضلع بجنور	مار
۳	عالی جناب سیّد باور حسن صاحب مغفور رئیس سہارنپور	عہ
۴	عالی جناب سیّد آغا محمد صاحب سہارنپوری ضلعدار محکمہ انہار	عہ
۵	عالی جناب سید ابرار حسین صاحب مختار عدالت رئیس دھولڑی ضلع میرٹھ ممبر وقف منصبیہ	عہ
۶	سعادت آثار سیّد محمد حسین زیدی سہارنپوری بی-اے منصف ریاست حیدرآباد دکن سلمہ	عہ
۷	سعادت آثار سیّد محمد محسن زیدی سہارنپوری بی-اے انسپکٹر آبکاری سلمہ	صہ
۸	سعادت آثار سیّد مستحسن زیدی سہارنپوری بی-اے بیرسٹر ایٹ لا سلمہ	صہ
۹	خاکسار محمد حسین شوق زیدی	مار صہ
	میزان کُل	معہ

خادم قوم محمد حسین زیدی ۴-اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء ۲۲-صفر المظفر سنہ ۱۳۴۲ھ روز پنجشنبہ-خیر نگر دروازہ شہر میرٹھ